مؤلفینِ صحاحِ ستہ رحمہم اللہ

زیر ادارت

الأستاذ محمد عبدہ الفیروزپوری

ایم ثمس الدین تاجر کتب لاہور
زیر مسلم مسجد - چوک انارکلی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

صحاح ستہ

اور ان کے

مؤلفین

محمد اقبال مجددی ذخیرہ لاہور

لائبریری

زیر ادارت

الاستاذ محمد عبدہ الفلاح الفیروزپوری

ناشر

ادارۂ علوم اثریہ لائلپور

ملنے کا پتہ

اہل حدیث اکادمی ○ کشمیری بازار ○ لاہور

قیمت مجلد ۵۵/۷ روپے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

137844

حرفِ آغاز

علمائے اسلام نے علم حدیث کی تالیف و تدوین اور اس کی حفاظت کے سلسلہ میں جو کاوشیں کی ہیں وہ محتاج بیاں نہیں۔ ان کی محنت کشی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج قرآن کے ساتھ احادیث بھی ہر قسم کی تحریف و تلبیس سے محفوظ و مصئون ہیں اور مخالفین کی کوششوں کے علی الرغم ان کی صحت میں کسی قسم کا خلل پیدا نہیں ہو سکا۔

محدثین نے احادیث کی جمع و تدوین تک ہی اپنی مساعی کو محدود نہیں رکھا بلکہ فنی حیثیت سے ان کی جانچ پڑتال بھی کی ہے۔ فقہ الحدیث کو مرتب کیا ہے اور روایت و درایت کے اعتبار سے اصولِ تنقید بھی وضع کیے ہیں۔ الغرض بحث و تحیص کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں چھوڑا جس پر سیر حاصل بحث نہ کی ہو۔

علومِ حدیث کے انواع و اقسام قائم کیے۔ چھان بین کے بعد کتبِ حدیث کو طبقات میں تقسیم کیا۔ ان کے لئے خاص اصطلاحات وضع کیں۔ چنانچہ صحیحین، سنن اربعہ، اصولِ خمسہ اور ستہ وغیرہ اصطلاحات علماء کے مابین متداول اور معروف چلی آتی ہیں۔ یہاں صرف اس آخری اصطلاح (اصول ستہ) کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے جو ہمارے اس مقالہ کا عنوان ہے۔

واضح رہے کہ محدثین کی اصطلاح میں اصل اس کتاب کو کہا جاتا ہے جسے صحت واستقامت کے ساتھ تلقی بالقبول کا شرف بھی حاصل ہو۔ امام سخاوی فتح المغیث میں رقمطراز ہیں:۔

"و معنی الاصل: ماجمع بین الصحۃ و الاستقامۃ و القبول فی علیا درجاتہا فما دو نہا یسیرا"

اسی معنی میں حدیث کی چھ کتابوں پر، جو کہ طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے تعلق رکھتی ہیں،

Marfat.com

علماء نے "اصول" کا لفظ استعمال کیا ہے جن کو "امہات" اور صحاح ستہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ صحیحین اور سنن اربعہ ہیں [1]

ان چھ کتابوں میں سے پانچ کے "اصول" ہونے پر تو اتفاق ہے اور علمائے فن نے ان کو "کتب معتمدہ" کا لقب دیا ہے۔ گو ان پر "صحاح" کا اطلاق مبنی بر تساہل ہے — ابن الصلاح اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں [2]

و ذکر الحافظ ابو طاهر السلفی الکتب الخمسة وقال: اتفق علی صحتها علماء الشرق و الغرب و

هذا تساهل

جس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان میں ضعیف اور منکر روایات بھی ہیں۔ اس بنا پر حضرت الامیر القنوجی مسک الختام میں لکھتے ہیں:۔

"وتسمیہ آں بصحاح بطریق تغلیب است"

الغرض ان پانچ کتابوں کے اصول ستہ یا صحاح ستہ میں سے شمار ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے مگر چھٹی کتاب میں اختلاف ہے بعض نے ابن ماجہ اور بعض نے موطا مالک یا دارمی کا نام ذکر کیا ہے۔

عموماً مشہور یہ ہے کہ ابن طاہر مقدسی (ابوالفضل محمد بن طاہر متوفی ۵۰۷ھ) پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے "شروط الائمۃ الستۃ" اور "اطراف ستہ" دو کتابیں لکھ کر اصول ستہ کی اصطلاح قائم کی اور ابن ماجہ کو اصول میں داخل کر دیا۔ چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں [3]

قیل و اول من ضمه الیها ابن طاهر المقدسی

اس کے بعد امام سیوطیؒ نے "و تابعه اصحاب الاطراف و الرجال" لکھ کر اس کی قبولیت اور شہرت کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے تاہم اس پر اتفاق نہیں ہو سکا خود ابن طاہر کے معاصرین میں سے رزین بن معاویہ مالکی (۵۳۵ھ) وہ محدث ہیں جنہوں نے ابن ماجہ کی بجائے موطا کو اصول میں جگہ دی ہے اور ابن الاثیر جزری ۶۰۶ھ نے جامع الاصول میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ امام سیوطی ابو جعفر غرناطی کے حوالہ سے لکھتے ہیں

---

[1] مسک الختام مقدمہ [2] ص ۳۶۔۳۷ [3] التدریب ص ۴۹

Marfat.com

"کتب خمسہ کیساتھ موطا مالک کی صحت پر مسلمانوں کا اتفاق ہو چکا ہے کیونکہ موطا وہ کتاب ہے جو تصنیف میں ان پر مقدم ہے اور صحت کے اعتبار سے بھی ان سے کم نہیں ہے" [1]

دونوں طرف شہرت، قبولیت اور اتفاق کا دعویٰ ہے۔ دراصل اس باب میں علماء کے دو گروہ ہیں اور ان دونوں نے ان کتابوں کی علاقائی شہرت واستفاضہ کے باعث ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالغنی المقدسی (۱۱۴۳ھ) ان دونوں کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ ان میں سے کس کو اصول میں داخل کرنا راجح ہے، اپنے "ذخائر" میں لکھتے ہیں:۔

"فعند المشارقة ابن ماجه وعند المغاربة المؤطا"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ابن ماجہ" کا اصول سے ہونا صرف علماء مشرق کے ہاں شہرت پذیر ہوا ہے اور حافظ ابن کثیر اور ابن خلدون نے بھی اسی شہرت کے پیش نظر ابن ماجہ کو "سادس الستة" قرار دیا ہے اور ابوالحسن سندھی کا اس قول کو متاخرین کی اکثریت کی طرف منسوب کرنا بھی اسی بنا پر ہے ورنہ تو ابن ماجہ اس پایہ کی کتاب نہیں ہے کہ موطا مالک سے اس کا موازنہ کیا جاوے۔

یہاں پر ایک تیسرا گروہ بھی ہے جس نے اصول کی چھٹی کتاب دارمی قرار دی ہے اور یہ قول حافظ صلاح الدین العلائی (۷۶۱ھ) کی طرف منسوب ہے اور حافظ ابن حجر نے ان کی تائید کی ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں [2]

وقال شيخ الاسلام ليس دون السنن فى الرتبة بل لو ضم الى الخمسة لكان اولى من ابن ماجه فانه امثل منه كثير

حافظ نے گو دارمی پر نقد بھی کیا ہے اور امام سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

وقد سماه بعضهم بالصحيح قال شيخ الاسلام ولم ار لمغلطاى سلفا فى تسمية الدارمى صحيحا

---

[1] فتح المغیث ص ۳۳۳ [2] التدریب ص ۱۰۲

Marfat.com

اور عراقی نے بھی دارمی پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"اس میں مرسل، معضل، منقطع اور مقطوع روایات بکثرت موجود ہیں"

تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابن ماجہ سے درجہ میں کم ہے یا حافظ کا اشل منہ بکثیر کہنا مبنی بر تساہل ہے۔ آخر سخاوی نے ابن ماجہ کے متعلق بھی تو لکھ دیا کہ:۔

"سنن ابن ماجه ليست كذالك

کہ ابن ماجہ اصول کی کتابوں میں داخل کرنے کے لائق نہیں ہے

وقد تفرد عن رجال متهمين بالكذب

ہمارے بعض معاصر علماء نے شیخ الاسلام کے اس قول (اشل منہ بکثیر) پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"حافظ نے تہذیب الکمال مزی کا مختصر لکھ کر عملاً اس کی مخالفت کی ہے مگر تہذیب الکمال کے اختصار کو عملی مخالفت قرار دینا محل تعجب ہے كما لا يخفى على اصحاب العلم و الفن"

الغرض ہماری رائے میں مؤطا مالکؒ کو اصول کی چھٹی کتاب قرار دینا اولیٰ واقرب الی الصواب ہے "صحاح ستہ" کے عنوان کے تحت ابن ماجہ کو شامل کرنا علاقائی شہرت کی بنا پر ہے جو اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ ہم نے چونکہ مؤطا اور دارمی پر مستقل مقالے شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے اس لیے اس عنوان کے تحت ابن ماجہ کو شامل کر دیا ہے۔

یہ رسالہ (صحاح ستہ اور اس کے مؤلفین) ادارہ میں زیرِ تربیت علماء کی محنت کا نتیجہ ہے اور انہوں نے ائمہ ستہ اور ان کی مؤلفات پر جو کچھ جمع کیا ہے وہ محض فنی نقطۂ نظر سے جمع کیا ہے یعنی اس سے مقصود طول بیانی نہیں ہے جیسا کہ عموماً ناشرین سے مزید وصول کرنے کے لیے مؤلفین کتاب کا حجم بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف فنی نقطۂ نظر سے اور وہ بھی مختصر طور پر صحاح ستہ کے متعلق ائمہ کے خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ كما هو العادة فى المحاضرات و الخطابات

ادارہ کی طرف سے یہ پہلا رسالہ ہے جو ہم علماء و طلبۂ حدیث کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں امام دارقطنی، "تدوین اصول حدیث" اور "کتابت حدیث تا عہد تابعین" تین مقالے اور ہیں جو تاحال کتابت کے مرحلہ میں ہیں اور یہ ساری کوشش تخصص

Marfat.com

فی الحدیث کے سلسلہ میں ادارہ کی یکسالہ محنت کا نتیجہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظم ادارہ اور اراکین (شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولانا محمد رفیق صاحب مدنپوری مولانا عبدالغفور صاحب) کو جو کہ ادارہ کی ترقی کے لیے شب و روز محنت کر رہے ہیں، مزید اخلاص عمل کی توفیق بخشے۔

یہ محض ایک تعمیری منصوبہ ہے جس کی طرف جماعت کے علماء اور اصحابِ ثروت کو بھی توجہ دینا چاہیے۔ فی زمانہ وعظ و تبلیغ اور مناظروں ایسے کاموں پر تو ہمارے اصحابِ ثروت بہت کچھ خرچ کرنے کے عادی ہیں جن کا فائدہ وقتی تو ہے مگر پائیدار نہیں۔ ٹھوس اور علمی کام کے لیے کچھ کہنا بھی صدہا دشواریوں کا مقابلہ کرنا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے علماء اور دینی جذبہ رکھنے والے مالدار حضرات کو توفیق دے کہ وہ اس کام کی طرف توجہ دیں۔

والسلام

محمد عبدہٗ خادم ادارہ علوم اثریہ
لائل پور

(مطبوعہ: اشرف پریس لاہور)

Marfat.com

مراجع

ابن ماجہ اور علم حدیث
اسد الغابۃ
الاقتراح فی اصول الحدیث
الانصاف فی بیان
سبب الاختلاف
بستان المحدثین
تاریخ بغداد
تحفۃ الاشراف
تراجم ابواب
تفسیر ابن کثیرؒ
التقریب للنوویؒ
توضیح الافکار
جامع الاصول
الجواب الصحیح لمن بدل
دین المسیح
الخلاصہ
الروض المعطور
السنن الکبری
شرح تراجم ابواب
الشماریخ
صحیفہ ہمام بن منبہؒ

اتحاف النبلاء
الاصابۃ
الامام البخاری محدثا وفقیہاً
الباعث الحثیث
البدر الطالع
بیان کذب المفتری
التاریخ الکبیر
تدریب الراوی
تصحیح النظر فی توضیح
نخبۃ الفکر
تلخیص الحبیر
تہذیب الاسماء والصفات
الجامع للترمذیؒ
حجۃ اللہ البالغۃ
حسن المحاضرہ
الرسالۃ المستطرفۃ
سنن ابن ماجہؒ
سیرۃ البخاریؒ
شروط الائمہ
صحیح بخاریؒ
طبقات ابن سعدؒ

اختصار علوم الحدیث
اعلام المحدثین
انساب للسمعانیؒ
البدایۃ والنہایۃ
بذل المجہود
التاج المکلل
تحفۃ الاحوذی
تذکرۃ المحدثین
التعلیقات السلفیہ علی
سنن النسائی
توجیہ النظر
تہذیب التہذیب
جلاء الافہام
حدائق حنفیہ
الحطہ
الرفع والتکمیل
سنن ابی داؤدؒ
شرح نخبۃ الفکر
شذرات الذہب
صحیح مسلمؒ
طبقات حنابلہ

Marfat.com

طبقات شافعیہ
عمدۃ القاری
فتح المغیث
الفوائد المجموعۃ
القول الحسن
کتاب المراسیل لابن ابی حاتم
اللآلی المصنوعہ
مرقاۃ المفاتیح
معرفۃ علوم الحدیث
مفتاح السنہ
مقدمہ تاریخ ابن خلدون
مقدمہ شرح مسلم
المنتظم
النکت لابن حجر "قلمی"
نیل الاوطار
ہدایۃ السائل

العبر
عون المعبود
فتح الملہم
قواعد التحدیث
کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم
کشف الظنون
لسان المیزان
معارف السنن
معجم البلدان
مقدمہ ابن الصلاح
مقدمہ تحفۃ الاحوذی
مقدمہ فیض الباری
میزان الاعتدال
نصب الرایہ
وفیات الاعیان

عجالۃ النافعہ
فتح الباری
الفوائد البہیۃ
القول المسدد
کتاب الرد علی الکرابیسی
اللامع الدراری
ما تمس الیہ الحاجہ
معالم السنن
المغنی لابن قدامہ
مقدمہ ارشاد الساری
مقدمہ الترمذی للشیخ احمد شاکر
مقدمہ غایۃ المقصود
موضوعات ابن جوزی
نموذج الاعمال الخیریہ
ہدیۃ الساری

Marfat.com

محمد بن اسماعیل بخاریؒ

۱۹۴ — ۲۵۶

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث اور سید الفقہاء ہیں، اور ان کی "الصحیح" کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ہونے کا شرف حاصل ہے، یہی دو باتیں ہیں جن کی تفصیل اس مقالہ میں مقصود ہے۔

ولادت ونشأت: امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بخارا میں پیدا ہوئے، ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم علم وتقویٰ میں خصوصی شہرت کے حامل اور بڑے پایہ کے محدث تھے امام مالکؒ کے تلمیذ اور صحبتی تھے، امام مالک کے علاوہ حماد بن زید اور دیگر اعیان زمانہ سے احادیث روایت کیں، عبداللہ بن مبارک سے مصافحہ کیا اور احمد بن حفص اور اہل عراق نے ان سے حدیث روایت کی چنانچہ ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اپنے والد کے حالات قلمبند کیے ہیں، جس طرح امام بخاریؒ کے والد بڑے پایہ کے محدث تھے اس طرح ان کی والدہ بھی بہت بڑی عابدہ تھیں چنانچہ بعض نے امام بخاریؒ کے متعلق لکھا ہے "نشأ ربی فی حجر العلم وارتضع ثدی الفضل" کہ امام بخاریؒ نے علم کی گود میں پرورش پائی اور علم وفضل کے پستان سے دودھ پیا۔ والد نے اپنے پیچھے ثروت مال کے ساتھ ثروت علمی کا ورثہ بھی چھوڑا تھا چنانچہ خاندان کی علمی روایات کو قائم رکھنے کے لیے اس بچہ کو مکتب میں بٹھایا گیا تاکہ کتابت وقرأت کے ساتھ قرآن وحدیث کا علم حاصل کرے اور اپنے والد کے علمی ترکہ کی حفاظت کر سکے۔

جعفی کی نسبت اور اسکی حقیقت: امام موصوف کے خاندان کی نسبت میں "جعفی" کا لفظ خاص اہمیت رکھتا ہے، یمان جعفی حاکم بخاری کے ہاتھ پر ان کے جد ثانی "جعفر بن بردزبہ" مشرف بہ اسلام ہوئے تھے

Marfat.com

اس وجہ سے امام بخاری کو بھی جعفی کہا جاتا ہے، اس نسبت کو نسبت ولاء اسلام کہا جاتا ہے ورنہ امام بخاری کا خاندان ہمیشہ آزاد چلا آیا ہے، اور کبھی بھی غلامی کے عیب سے ملوث نہیں ہوا۔

امام بخاری کے خاندان کا اس حاکم خاندان سے صرف ولاء کا تعلق نہ تھا، یمان حاکم بخاری کے حفید (پوتے) عبداللہ المسندی بڑے پایہ کے محدث باکمال تھے اور ان سے امام بخاری کو شرف تلمذ حاصل تھا، اور دوسری طرف احمد بن ابو جعفر والی بخاری صحیح بخاری کے رواۃ میں سے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خاندان سے نسبت ولاء کے علاوہ علمی روابط بھی تھے۔

ابتدائی تعلیم:- صغر سنی ہی میں علم کی طرف بے پناہ رغبت تھی، یہ رجحان صرف شوق کی حد تک ہی نہ تھا، بلکہ اس سلسلہ میں آپ نے عملی طور پر ایک امتیازی حیثیت اختیار کی اور جملہ علوم میں تحقیق و تنقید کا ملکہ راسخہ حاصل کیا، جس پر کہ علامہ داخلی کا بیان کردہ قصہ ایک منہ بولتی دلیل ہے۔

اساتذہ:- امام بخاری نے کسب فیض کے لئے جن ائمہ وقت کی خدمت میں حاضری دی ان میں امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، ابن معین، محمد بن سلام بیکندی محمد بن یوسف، عبداللہ بن محمد، ابراہیم بن الاشعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فائدہ:- جعفر بن محمد نے آپ کے اساتذہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد بتائی ہے، جن میں سے امام صاحب نے بقول علامہ کرمانی اپنی صحیح میں (۲۸۹) شیوخ سے روایت لی ہے۔

تنبیہ:- اصحاب صحاح ستہ جن مشائخ میں شریک ہیں انکا ذکر یہاں فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) محمد بن بشار بندار المتوفی ۲۵۶ھ
(۲) محمد بن المثنی ابو موسی المتوفی ۲۵۲ھ
(۳) زیاد بن یحیی الحسان المتوفی ۲۵۴ھ
(۴) عباس بن عبدالعظیم العنبری م ۲۴۶ھ
(۵) ابو سعید الاشج عبداللہ بن سعید الکندی
(۶) ابو حفص عمرو بن علی الفلاس م ۲۴۹ھ
(۷) یعقوب بن ابراہیم الدورقی م ۲۵۲ھ
(۸) محمد بن معمر القیسی البحرانی م ۲۵۶ھ
(۹) نصر بن علی الجھضمی م ۲۵۰ھ[1]

---

[1] مقدمۃ الترمذی لشیخ احمد الشاکر ص ۸۱

Marfat.com

معرفتِ علل :- امام بخاریؒ صرف حفاظ حدیث سے ہی نہ تھے بلکہ آپ کو فقہ و اجتہاد کے ساتھ ساتھ علل حدیث میں بھی ایک بہت بڑا مقام حاصل ہے، اور فن رجال میں امام تسلیم کئے گئے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :-

"لم ار احداً بالعراق ولا بخراسان فی معنی العلل والتاریخ ومعرفۃ الاسانید کبیر احد اعلیٰ من محمد بن اسماعیل۔

مورخین نے امام صاحب کے علم وفضل سے متعلق متعدد واقعات بیان کئے ہیں ہم یہاں صرف ان سے ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

احمد بن حمدون کا کہنا ہے :-

"رأیت البخاری فی جنازۃ محمد بن یحیی الذھلی یسألہ عن الاسماء والعلل والبخاری یمر فیہ مثل السہم کانہ یقرأ قل ھو اللہ احد۔

(ھدی الساری)

تنبیہ :- حافظ مسلم بن قاسم اندلسی ۳۵۳ھ نے لکھا ہے کہ امام بخاری کو علل حدیث میں یہ کمال دراصل ابن المدینی کی وجہ سے تھا، کیونکہ امام بخاری نے ان کی علل ان کی عدم موجودگی میں ان کے صاحبزادے سے نقل کرلی تھی۔ لیکن مسلم کے عدم علم کی بناء پر ہے۔ اسے صحیح نہیں مانا جا سکتا جیساکہ حافظ ابن حجر نے "التہذیب" میں اس کا جواب دیا ہے، اس سے متفق ہونے کے ساتھ "ان جاء فاسق بنبأ فتبینوا" کے مسلم قانون کے مطابق دیکھنا یہ ہے کہ یہ خبر دینے والے کتب رجال میں کیسے آدمی ہیں، مسلم کا ترجمہ قائم کر کے علامہ ذہبی فرماتے ہیں :-

"مسلم بن القاسم القرطبی کان فی ایام ..... الاموی ضعیف الخ (میزان الاعتدال ج ۳)

قاضی محمد بن یحییٰ کا بیان ہے کہ اندلس کی جماعت نے اسے کذاب کہا ہے لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں البتہ اس کا حافظہ کمزور تھا، پس اس عالت کے ہوتے ہوئے مسلم کی بات کو معتبر اور امام بخاری کی عدالت و امامت کو داغ دار کرنا حقیقت سے اعراض کے مترادف ہے۔

Marfat.com

امام کے فضل کا اعتراف:۔ صرف متاخرین ہی کو نہیں، بلکہ آپ کو اساتذہ وشیوخ بھی نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور پھر یہ بات خاص اہمیت کی حامل ہے کہ تلمیذ کے بارے میں اساتذہ کی رائے نہایت، معتبر اور صحیح ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے شاگرد کی ذہانت وفطانت سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، اور فہم وفراست کے جانچنے والے ہوتے ہیں۔

چنانچہ امام بخاری اور دوسرے اصحاب صحاح کے شیخ ابو مصعب فرماتے ہیں:۔

"محمد ابن اسمٰعیل افقہ عندنا وابصر بالحدیث من احمد بن حنبل"

"محمد بن بشار المتوفی ۲۵۲ھ نہ صرف آپ پر فخر کرتے ہیں بلکہ آپ کو سید الفقہاء کے ممتاز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح حسین بن حریث م ۲۴۲ھ کا قول ہے:۔

"ما رأیت مثل محمد بن اسمٰعیل کانہ لم یخلق الا للحدیث"

امام علی بن المدینی جن کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں "ما استصغرت نفسی الا عند الامام علی بن المدینی" وہ جب حدیث بیان کرتے تو بار بار امام بخاری کی طرف التفات فرماتے، اس کھٹکے سے کہ کہیں اس میں غلطی تو نہیں۔

حامد بن احمد رح نے امام بخاری کا مذکورالصدر قول جب ان کے سامنے پیش کیا تو فرمانے لگے "دعوا قولہ فانہ ما رای مثلہ" آپ کے شیوخ کے علاوہ معاصرین نے بھی داد وتحسین میں بہت کچھ حصہ لیا ہے، جسے ترتیب دے کر ایک مستقل رسالہ لکھا جا سکتا ہے، لیکن ہم اس بحر بے کراں شخصیت کے فضائل کو حافظ ابن حجر رح کے قول پر ختم کرتے ہیں۔

"ولو فتحت باب ثناء الائمۃ علیہ ممن تأخر عن عصرہ لفنی القرطاس ونفدت الانفاس فذاک بحر لا ساحل لہ۔"

تصانیف:۔ امام صاحب نے جہاں ایک لاکھ سے زائد کبار محدثین کو مستفید فرمایا وہاں آپ کی گرانمایہ تالیفات بھی ہیں جو تیئس ۲۳ کے لگ بھگ ہیں جو قیامت تک کے لیے امت کا مذہبی اثاثہ ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) الجامع الصحیح (۲) التاریخ الکبیر (۳) التاریخ الصغیر
(۴) کتاب الضعفاء الصغیر (۵) کتاب الکنی (۶) الادب المفرد

Marfat.com

(۷) جزء رفع الیدین	(۸) جزء القراءۃ	(۹) التاریخ الاوسط
(۱۰) کتاب الاشربہ	(۱۱) اسامی الصحابہ	(۱۲) برالوالدین
(۱۳) التفسیر الکبیر	(۱۴) الجامع الکبیر	(۱۵) خلق افعال العباد
(۱۶) کتاب العلل	(۱۷) قضایا الصحابہ والتابعین	(۱۸) کتاب المسند الکبیر
(۱۹) کتاب الوحدان	(۲۰) کتاب المبسوط	(۲۱) کتاب الہبۃ
(۲۲) سنن الفقہاء	(۲۳) مشیخہ	(۲۴) کتاب الفوائد

الصحیح: یوں تو اس کتاب کے لئے امام بخاری کی تالیف ہونا ہی حجت ہے، پھر بھی شہرت وقبولیت کے اعتبار سے "الجامع الصحیح" کا درجہ انتہائی بلند ہے۔

سبب تالیف:- یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ عہد نبوی کے بعد صحابہ وتابعین میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا، متعدد صحابہ نے اپنے صحیفے جمع کر رکھے تھے اور تابعین وتبع تابعین کے دور میں تو تدوین کا سلسلہ ترقی پر تھا اور ان میں بہت کم ایسے محدث نظر آتے ہیں، جنہوں نے اپنی مرویات کو یک جا نہ کیا ہو۔

ان کتب میں موطا مالک، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق مسند احمد وغیرہ سرفہرست ہیں لیکن ان جملہ کتب میں ہر قسم کی (ضعیف، شاذ، منکر) بلکہ بسا اوقات موضوع روایات بھی درج کر دی گئی تھیں۔ اس وجہ سے ایک عام آدمی کو ان سے استفادہ کرنا نہایت مشکل تھا۔

امام بخاری نے ان جملہ تصانیف کو گہری نظر سے جانچا اور اس نتیجہ پہ پہنچے کہ ایک مجموعہ ایسا ہونا چاہیئے جو صرف صحیح احادیث پر مشتمل ہو اور اس میں کسی قسم کا بھی شک وریب نہ ہو، اور پھر آپ کے استاد اسحاق بن راہویہ نے آپ کے اس عزم کو اور بھی مضبوط کر دیا۔

چنانچہ منقول ہے کہ انہوں نے ایک مجلس میں امام بخاری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"لو جمعتم کتابا مختصرا لصحیح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امام موصوف فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمان میرے دل میں اتر گیا۔ میں نے اسی دن سے "الجامع الصحیح" کی تدوین کا کام شروع کر دیا، اور غالباً آپ نے انہی ایام میں یہ خواب بھی دیکھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے پنکھے کے ساتھ مکھیاں اڑا رہے

Marfat.com

ہیں، علماء نے اس کی تعبیر یہ کی کہ آپ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف غلط طور پر منسوب روایات کو دور فرمائیں گے یہ سب کچھ آپ کے اشتیاق میں مزید اضافہ کا باعث بنا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ "الجامع الصحیح" کی تالیف میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، اور اپنے حسن ذوق سے احادیث صحیحہ کا ایک نہایت عمدہ مجموعہ مرتب کر لیا جو تقریباً ۱۶ برس کی محنت و کاوش سے پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس کا نام آپ نے "الجامع، المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" تجویز فرمایا۔

تذکرہ نویسوں نے سبب تالیف میں اگرچہ ان امور کو سرفہرست رکھا ہے لیکن درحقیقت انہی امور پر اس کو منحصر قرار دینا تو یقیناً اس سے صحیح بخاری کی صحیح ترجمانی نہیں ہوگی، بلکہ اس کا تو یہ مطلب ہوگا کہ امام بخاری رح کے پیش نظر سند حدیث کے علاوہ متن حدیث کی خدمت کا کوئی لائحہ عمل ہی نہ تھا، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پیش نظر حدیث کے یہ دونوں پہلو تھے، بلکہ اس سے بڑھ کر مسائل کا استنباط و استخراج بھی تھا چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

لیس مقصود البخاری الاقتصار علی الحدیث نقط بل مراده الاستنباط والاستدلال لابواب اردها لهذا المعنی اخلی کثیرا من الابواب عن اسناد للحدیث واقتصر فیه علی قوله فیه فلان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ونحو ذالك الخ"

اسی طرح شاہ ولی اللہ نے امام بخاری کے سبب تالیف اور امام بخاری کے مقصود کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے،

واراد ایضا ان یفرغ جهده فی الاستنباط من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویستنبط من کل حدیث مسائل کثیرة و هذا امر لم یسبقه الیه غیره" شرح تراجم ابواب ص۳۱۲ طبع دکن

یہی نہیں بلکہ اس سے قبل حافظ اسماعیلی نے بھی امام بخاری کی اس خدمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، فرماتے ہیں۔

انی نظرت فی کتاب الجامع الذی الفه ابو عبد اللہ البخاری رح و رایته جامعا کما سمی الخ۔ ہدی الساری ص۶

Marfat.com

تو گویا حافظ اسماعیلی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ کے نصب العین کا پتہ خود ان کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ ہے،

"الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ" جس میں سند بلحاظ سند حدیث اور الجامع باعتبار متن حدیث مراد لیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کا مقصد صرف صحیح احادیث ہی جمع کرنا نہ تھا، بلکہ اس کے علاوہ متن حدیث اور استنباط کا بیان کرنا بھی مقصود تھا۔ ۱۲۔

"الصحیح" کی مقبولیت :- امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی جملہ تصانیف میں "الجامع الصحیح کو" جو مقام و مقبولیت میسر ہوئی ہے وہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی ایک کی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی، امام شافعی رحہ نے صحاح ستہ میں سے موطا امام مالک کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا لیکن حافظ ابن الصلاح کی تصریح کے مطابق یہ حکم "الجامع الصحیح" کی تالیف سے قبل تو درست تھا، البتہ اس کے معرض وجود میں آنے کے بعد کسی کو بھی اس کا حق چھیننے کی جسارت نہیں ہوئی۔ اور اس کے اعلےٰ وارفع واصح ہونے کا اقرار بایں الفاظ "اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح البخاریؒ" کرنا پڑا۔

صحیح بخاری ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اس پر فنی نقطہ نگاہ سے بحث کی جائے اور اس کے تمام محتویات کا احاطہ کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں چنانچہ اسی جامعیت کی طرف ابن خلدون اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ولقد سمعت کثیرا من شیوخنا یقولون شرح البخاری دین علی الامۃ"

اور ابوزید مروزی فرماتے ہیں :-

"وکنت نائما بین الرکن والمقام فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی یا ابا زید تدرس کتاب الشافعی ولا تدرس کتابی فقلت یا رسول اللہ وما کتابک قال جامع محمد بن اسمعیل البخاری"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کعبہ میں بیٹھ کر مرتب کیا، ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتا اور استخارہ کرتا، جب یقین ہو جاتا تو میں اس حدیث

Marfat.com

کو "الجامع الصحیح" میں درج کرلیتا، ابو جعفر عُقیلی رقمطراز ہیں۔
جب امام بخاری نے "جامع" کے مکمل ہونے پر اس کو اپنے شیخ علی بن مدینیؒ، احمد بن حنبلؒ، ابن معین وغیرہم کی خدمت میں پیش کیا تو سب نے اُس کی تحسین کی اور اس کی صحت کی شہادت دی، البتہ صرف چار احادیث پر اختلاف کیا، لیکن تحقیق سے یہ چاروں بھی امام بخاری کی شرط پر صحیح ہیں، متاخرین نے الجامع الصحیح کی جملہ روایات پر صحت کا حکم لگایا ہے، اور اس سے علمِ یقین حاصل ہونے کی صراحت کی ہے۔

شروطِ بخاری :-

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری اور آپ کے علاوہ دیگر محدثین سے بھی اپنی مؤلفہ کتب کے بارے میں شروط کی کہیں صراحت نہیں ملتی، بعد میں علامہ حازمی اور علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر نے شروط الائمہ پر چند رسالے لکھے ہیں جو اس سلسلہ میں نہایت مفید ہیں، لیکن سوائے چند شروط کے کہ وہ براہ راست ائمہ سے منقول ہیں، باقی استقراء اور تتبع پر مبنی ہیں، یہاں ہم صرف امام بخاری کی الصحیح میں شرائط کا احاطہ کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔
(۱) تمام ناقلین رواۃ حدیث صحابی تک ثقہ ہوں اور ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہو اور ان میں شرط عدالت اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہوں، لیکن حافظ ابن طاہر کی اس بیان کردہ شرط پر بعض محققین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام نسائیؒ نے صحیح بخاری کے رواۃ کی ایک جماعت پر تنقید کی ہے، علامہ سیوطیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام نسائی چونکہ ان سے متاخر ہیں اس لئے ان کی تنقید معتبر نہیں ہے، پھر شیخ الاسلام سے نقل کرتے ہیں کہ امام نسائی نے اگر اپنے اجتہاد سے تنقید کی ہے تو درست ہے، اور اگر متقدمین سے نقل کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے جو ان رواۃ سے حدیث لی ہے تو وہ سبب جرح کے اعتبار سے ہے، لیکن ہمیں اس جواب میں بھی تردد ہے۔
کیونکہ الجامع الصحیح میں بعض ایسے راوی بھی نظر آتے ہیں، جنہیں متقدمین نے ضعیف کہا ہے، لیکن امام صاحب کسی سبب جرح کے نہ ہوتے ہوئے بھی ان سے روایت لے رہے ہیں، مثلاً فلیح بن سلیمان المدنی ان سے امام صاحب نے کتاب العلم . . . . وھو مشتغل فی حدیثہ الخ میں احتجاج کیا ہے اور اس کا کوئی متابع وغیرہ بھی ذکر نہیں کیا اور متقدمین میں سے ابن المدینی، ابن معین وغیرہ نے انہیں ضعیف کہا ہے اور ناقابل

Marfat.com

احتجاج قرار دیا ہے تو ان امور کے پیش نظر اس کا صحیح جواب یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر متقدمین نے کسی راوی پر جرح کی ہو تو پھر اصول جرح کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائیگا کہ یہ جرح کس قسم کی ہے، مفصل ہے یا نہیں۔ کہیں اس پر معاصرت کا رنگ تو غالب نہیں مثلاً اسی فلیح پر اگرچہ متقدمین نے جرح کی ہے تاہم وہ مفصل نہیں، اس بنا پر امام صاحب نے اس غیر معتبر جرح کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس سے احتجاج کیا ہے، جو اصول کے عین مطابق ہے خطیب لکھتے ہیں:۔

ما احتج البخاری ومسلم به من جماعة علم الطعن فيهم من غيرهم محمول على انه لم يثبت الطعن المؤثر مفسر السبب۔

(التواعد ص ۱۹۰)

(۲) امام بخاری طبقات رواۃ کا بھی لحاظ رکھتے ہیں، طبقات سے ہماری مراد یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کے پاس زیادہ سے زیادہ وقت گزارا ہو۔ اور حفظ و اتقان میں بھی اپنے باقی ساتھیوں سے فائق ہو، آپ ایسے راوی کو طبقہ اولیٰ میں شمار کرتے ہیں اور دوسرا طبقہ یہ ہے کہ راوی ثبت و ثقاہت میں بلند مرتبہ رکھتا ہو، لیکن اسے طول صحبت اور وہ حفظ واتقان میسر نہ ہو جو طبقہ اولیٰ کو ہوا ہو، شیخ الاسلام اس کی مثال یوں بیان فرماتے ہیں:۔

مثلاً امام زہری کے متعدد شاگرد ہیں، ان میں مراتب کے اعتبار سے تفاوت ہے، اور ان کے پانچ درجے بنائے گئے ہیں:۔

پہلے طبقہ میں یونس بن یزید رح، عقیل بن خالد، مالک بن انس، ابن عیینہ اور شعیب۔ دوسرے طبقہ میں امام اوزاعی، لیث، عبدالرحمٰن بن خالد اور ابن ابی ذئب۔ تیسرے طبقہ میں جعفر بن مروان، سفیان بن حسین، اور اسحاق بن یحییٰ الکلبی۔ چوتھے طبقہ میں ربیعہ بن صالح، معاویہ بن یحییٰ اور . ابن الصباح۔ پانچویں طبقہ میں عبدالقدوس بن حبیب، حکیم بن عبداللہ الایلی، محمد بن سعید المصلب شامل ہیں۔

ان طبقات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے پہلے طبقہ سے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے، البتہ شاذونادر طبقہ ثانیہ سے بھی مرویات آگئی ہیں۔ لیکن اس وقت جب ان کی صحت کا پورا یقین ہو اور تعلیقات میں طبقہ ثانیہ اور ثالثہ دونوں سے روایات لی ہیں اور اکثر طبقہ ثانیہ سے ہیں۔

Marfat.com

(۳) اگر سند معنعن ہو تو اس میں معنعن راوی کے مروی عنہ سے لقاء کی شرط لگاتے ہیں

(۴) سلسلہ سند منقطع نہ ہو اور مدلس و مختلط راوی بھی نہ ہو۔

(۵) امام حاکم نے یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ حدیث ایسے صحابی سے منقول ہو جو مجہول العین نہ ہو، اور ان کے بعد سلسلہ سند دو دو راویوں پر مشتمل ہو لیکن علامہ حازمی نے ان پر تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسے الجامع الصحیح کی شرط قرار دینا درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو غریب کے قبیل سے ہیں مثلاً انما الاعمال بالنیات یا کلمتان حبیبتان الخ ہیں۔

علامہ سیوطیؒ اس کا یوں جواب دیتے ہیں کہ علامہ حازمی دراصل بات نہیں سمجھے، حالانکہ امام حاکم کی مراد یہ ہے کہ راویوں سے ان کے دو شاگرد روایت کرنے والے ہوں عام اس سے کہ اس روایت میں وہ اکیلا ہو۔ یعنی ان کی شرط مطلق جہالت عین سے مبرا ہونے کی ہے یہ نہیں کہ روایت میں بھی دو دو راویوں سے روایت کریں، صحیح بخاری "باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد" کے تحت عمر بن تغلب کی روایت منقول ہے۔ اس میں عمرؓ سے بیان کرنے والے فقط حسن بصری ہیں۔

جیساکہ حافظ عبد الغنی نے کہا ہے، علامہ عینیؒ امام حاکم کی مذکورہ شرط نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

فان قلت هذا الحدیث لما یروه عن عمرو الا راو واحد قلت قد ذکرت لك ان الحکم بن الاعرج روی عنه ایضاً الخ (عمدۃ القاری)

لیکن یاد رہے کہ امام حاکم نے یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ "یتداوله اهل الحدیث بالقبول الی وقتنا کالشهادۃ علی الشهادۃ" بعض محققین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے۔

"ان اراد به تشبیه الروایه بالشهادۃ من کل وجه فتقوی اعتراض الحازمی وان اراد به تشبیهها بالاتصال والمشافهة فقد ینتقد علیه بالاجازۃ۔"

علامہ سیوطی نے امام حاکم کے قول کی جو تاویل کی ہے، اس کی تائید امام بیہقی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے بهز بن حکیم عن ابیه عن جده کی روایت کے تحت ذکر کیا ہے۔

" فاما البخاری ومسلم فانهما لم یخرجاه جریا علی عادتهما فی ان الصحابی

Marfat.com

او التابعی اذا لم یکن له الا راو واحد لم یخرج حدیثه فی الصحیحین ۔ السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ ۔

یعنی جب وہ مستور ہوگا تو شیخین اس سے روایت نہیں لیں گے یہ نہیں کہ الصحیح میں ہر روایت دو دو راویوں سے مروی ہوگی، لیکن امام بیہقی کا اس میں صحابہ کو شمار کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ صحیح بخاری میں بعض ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن کے روایت کرنے میں صحابی منفرد ہوتا ہے ۔ اگر امام بیہقی یہ شرط تابعین یا تبع تابعین پر چسپاں کرتے تو بہتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :۔

" والشرط الذی ذکرہ الحاکم وان کان منتقضا فی بعض الصحابة الذین اخرج لهم فانه معتبر فی حق من بعدهم فلیس فی الکتاب حدیث اصل من روایة من لیس له الا راو واحد (هدی الساری) قط مسے

بایں وجہ امام بیہقی کا صحابہ کو بھی اس شرط میں ذکر کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا، پھر حافظ نے جس یقین سے یہ دعویٰ کیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو صحیح بخاری کی برتری کے لئے یقیناً بہت بڑی دلیل ہے، کیونکہ صحابہ بالاتفاق عادل ہیں، عدالت کی ضرورت تو بعد والی کڑیوں میں ہے ۔

(۶) حافظ ابوالفضل المیانجی نے اپنی کتاب "مالایسع المحدث جہلہ" میں یہ شرط بھی ذکر کی ہے کہ وہ روایت شیخین کے نزدیک صحیح ہو اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے والے دو صحابی ہوں، پھر ہر ایک سے چار چار تابعی بیان کرنے والے ہوں اور پھر ہر تابعی سے چار یا چار سے زائد راوی ہوں یہ شرط ظاہر کے خلاف ہے ۔

(۷) بجائے اس کے کہ امام بخاری سے منقولہ یا استقرائی شرائط ذکر کی جائیں، آپ کی کتاب کے مسمیٰ ہی سے آپ کی بعض شرائط مترشح ہوتی ہیں ۔

(۱) الجامع الصحیح میں علوم حدیث کی جملہ قسم کی مرویات مندرج ہونگی ۔

(۲) اور جملہ مرویات صحیح ہوں گی ۔

(۳) المسند سے پتہ چلتا ہے کہ جامع کی جملہ روایات متصل الاسانید ہوں گی، رہی معلقات تو وہ ان کے اصول سے خارج ہیں۔ جنہیں ترجمة الباب میں تائیداً ذکر کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسند روایات پر ہی محققین نے صحت کا حکم لگایا ہے واللہ اعلم ۔

Marfat.com

صحیح بخاری اور اس کے ناقدین :- رئیس المحدثین وسید الفقہاء امام بخاریؒ کی تالیف لطیف الجامع الصحیح کو محدثین نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے امتیاز سے نوازا ہے اس کی صحت کے لئے امام ابن معین، ابن المدینی اور دیگر کبار محدثین کی شہادت ہی کافی ہے۔ تاہم آزادی فکر جو اسلام میں ایک بہت بڑی نعمت ہے، کے سبب بعض محدثین نے الصحیح کو پرکھتے ہوئے چند احادیث پر تنقید بھی کی ہے، سب سے پہلے اس میدان کے شہسوار" ابو الحسن امام دارقطنی" ہیں، آپ نے صحیحین کی چند ایک احادیث پر تنقید کی اور انہیں ایک رسالہ کی شکل دی، اور اس کا نام " الاستدراک والتتبع " رکھا۔

حافظ محی الدین النووی رح کی تصریح کے مطابق حافظ ابو مسعود الدمشقی نے بھی اس پر استدراک لکھا ہے۔ ان کے بعد ابو علی الغسانی الجیانی نے بھی " التقیید المھمل" میں اس کی بعض احادیث پر استدراک کیا ہے اور اس میں الصحیح کے رجال پر بحث کی ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کسی حد تک ان اعتراضات کا جواب دیا جا چکا ہے جو جمیع اہل اصول سے مختلف ہونے کے سبب ہیں۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے ان جملہ اعتراضات کے جوابات کو فتح الباری کے مقدمہ "(ھدی الساری)" میں یکجا لکھ دیا ہے، اسی طرح علامہ عینی نے بھی ان مقامات پر خوب بحث کی ہے، اور مدلل جوابات ذکر کئے ہیں، اس کے بعد متاخرین اہل الرائے نے جو الصحیح پر عامیانہ اعتراضات کئے ہیں، ان کے جوابات علامہ عبد السلام مبارک پوریؒ نے " سیرۃ البخاری" میں خوب دیئے ہیں، جن میں سے بعض "حسن البیان" سے منقول ہیں اور بوجہ طوالت ان کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

حکم التعلیقات :- اصول حدیث میں معلق اس روایت کو کہتے ہیں جس کی سند کا ابتدائی حصہ محذوف ہو۔ عام اس سے کہ وہ روایت مرفوع ہو یا موقوف یا اس میں آخر سے یا وسط سے ایک دو راوی حذف ہوں، صیغہ جزم سے ہوں یا صیغہ تمریض سے، علمائے فن نے معلق روایات کو مردود کے قبیل سے گردانا ہے، لیکن تعلیقات بخاری کا وہ مقام نہیں ہے، بلکہ علماء نے اس کی جملہ تعلیقات کو دو اقسام پر محمول کیا ہے۔

(۱) ایک وہ معلق روایت جس کو امام صاحبؒ نے دوسری جگہ موصول ذکر کیا ہے وہ

Marfat.com

بالاتفاق مقبول ہوگی۔

(۲) دوسری وہ تعلیقات جنہیں امام صاحب نے متصل ذکر نہیں کیا، ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جو صیغہ جزم کے ساتھ مروی ہیں۔ (۲) وہ جو صیغہ تمریض کے ساتھ ہوں جو روایات صیغہ جزم کے ساتھ ہیں، ان کا حکم تو صحیح حدیث کا ہی ہوگا۔ جیساکہ ابھی ذکر ہوگا اور جو صیغہ تمریض کے ساتھ ہیں تو اس میں ان کی رائے یہ ہے۔

"لیس فیہ حکم بصحتہ" (المقدمہ یب)

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے، کیونکہ امام صاحب اسے بسا اوقات ذکر تو صیغہ تمریض کے ساتھ کرتے ہیں، لیکن حقیقتاً وہ روایت صحیح ہوتی ہے، چنانچہ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:۔

"لان مثل ھذہ العبارات تستعمل فی الحدیث الضعیف ایضا"

ایضاً کا لفظ استعمال کرکے انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کبھی صیغہ تمریض کا استعمال و اطلاق صحیح حدیث پر بھی ہوتا ہے، اور صیغہ تمریض کے استعمال سے یا تو اختصار کو ملحوظ رکھنا مقصود ہوتا ہے یا روایت بالمعنی جیساکہ آگے آئیگا۔ انشاءاللہ۔

اہل فن نے تعلیق التمریض کو پانچ انواع پر تقسیم کیا ہے (۱) صحیح علی شرطہ (۲) صحیح علی غیر شرطہ (۳) ضعیف غیر منجبر (۴) ضعیف منجبر (۵) حسن، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کی متعدد امثلہ ہیں، لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ہر ایک کی ایک مثال ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱) صحیح علی شرطہ کی مثال، کتاب الطب میں باب الرقی بالقرآن کے تحت فرماتے ہیں

"ویذکر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

امام صاحب نے یہاں اسے صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن اس کے معاً بعد "باب الرقی بالفاتحہ میں اس روایت کو متصل ذکر فرمایا ہے۔

(۲) صحیح علی غیر شرطہ کی مثال کتاب" الصلاۃ میں ہے۔

"ویذکر عن عبد اللہ بن السائب قال قرء النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمنون فی صلاۃ الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ وھارون علیہما الصلوۃ والسلام او ذکر عیسیٰ علیہ السلام اخذتہ سعلۃ فرکع الخ

Marfat.com

ظاہر ہے کہ روایت صیغہ تمریض سے مروی ہے حالانکہ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں "عباد بن جعفر و ابی سلمہ بن سفیان و عبداللہ بن عمرو القاری و عبداللہ بن المسیب عن عبداللہ بن السائب" کے طریق سے ذکر کیا ہے ، اس میں چونکہ بعض راوی امام صاحب کی شرط پر نہ تھے ، اس لئے آپ نے اسے صیغہ تمریض کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

(۳) ضعیف غیر منجبر کی مثال "کتاب الصلوٰۃ" میں ہے۔

"ویذکر عن ابی ھریرۃ رض لا یتطوع الامام فی مکانہ" یہ روایت امام ابوداؤد نے سنن میں بواسطہ لیث بن ابی سلیم عن الحجاج عن عبید عن ابراھیم عن اسمٰعیل عن ابی ھریرۃ رض بیان فرمائی ہے۔

لیث متکلم فیہ ہے ، ابراہیم منفرد ہونے کے ساتھ مجہول بھی ہے اور پھر ان کی متابعت بھی منقول نہیں ہے تاکہ اس کا جبر ہو سکے۔

(۴) ضعیف منجبر کی مثال "کتاب الوصایا" میں ہے۔

"ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قضی بالدین قبل الوصیۃ" امام ترمذی نے (ص ۱۹۰ ج ۲ مع التحفہ) اسے بطریق الحارث الاعور عن علی ذکر کیا ہے۔

الحارث اگرچہ سخت ضعیف ہیں تاہم اجماع امت کے سبب اس کا جبران ہو جاتا ہے۔

امام ترمذی اس روایت کے بعد فرماتے ہیں :-

"والعمل علی ھذا عند عامۃ اھل العلم" اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں "لم یختلف العلماء فی الدین یقدم علی الوصیۃ"

(۵) حسن کی مثال "کتاب البیوع" میں ہے "ویذکر عن عثمان بن عفان رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ اذا بعت فکل واذا ابتعت فاکتل"

یہ روایت مسند احمد ، بزار اور ابن ماجہ میں بواسطہ ابن لہیعہ مذکور ہے۔ جو کہ ضعیف ہیں ، لیکن ان کی متابعت سنن دار قطنی ص ۲۹۲ میں یحیی بن ایوب المصری عن عبداللہ بن المغیرہ عن منقذ مولی ابن سراقہ کے واسطے سے مذکور ہے۔ منقذ اگرچہ مستور الحال ہے لیکن اس کی متابعت بھی عطاء عن عثمان الخ کے واسطہ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے جس کی وجہ سے یہ روایت درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

تنبیہ :- علامہ نووی التقریب میں فرماتے ہیں۔ کہ صیغہ تمریض سے جو تعلیقات مذکور ہیں

Marfat.com

انہیں اگرچہ صحیح نہیں کہا جا سکتا تاہم انہیں ساقط الاعتبار بھی قرار نہیں دیا جا سکتا، اور یہی قول حافظ ابن الصلاح کا ہے، فرماتے ہیں :-

" ومع ذالك فایراده فی اثناء الصحیح بصحة اصله اشعارًا یؤنس به ویرکن الیه والله اعلم۔

لیکن حافظ ابن الصلاح اور علامہ نووی کے اس بیان سے ہم اتفاق نہیں کر سکتے، ضعیف غیر منجبر کو بہر حال اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا، خصوصاً جب کہ امام بخاری رح خود اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں مثلاً "کتاب الھبة" میں ہے :-

"ویذکر عن ابن عباس ان جلساءه شرکاءه ولم یصح" الصحیح ص۳۵۵

لہذا جب امام صاحب نے خود ہی اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ تو پھر بھی یہ کہنا کہ " ایراده له فی اثناء الصحیح مشعر بصحته "

چہ معنی دارد - ابن جوزی نے ابن عباس رض کی اس روایت کو موضوعات میں داخل کیا ہے تو علامہ سیوطی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ اس کی متابعت حسن بن علی سے ثابت ہے، لیکن اس متابعت کا وزن تب ہوتا جب کہ یہ صحیح ہوتی۔ حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری ص۱۲۴ ج۵ میں اسے ضعیف کہا ہے، پھر ابن جوزی منفرد نہیں، امام حاکم نے بھی اس کے رفع کو منکر کہا ہے، اور مصنف عبد الرزاق میں محمد بن مسلم الطائفی کے واسطہ سے موقوف ہی مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں :-

"ھو اصح الروایتین عنه" لہذا اس روایت کا مرفوع ہونا درست نہیں، اسی وجہ سے امام صاحب نے لایصح سے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور علامہ سیوطی کے تعاقب میں نظر ہے، جس طرح تعلیق ممرض کو اہل فن نے پانچ انواع میں تقسیم کیا ہے، اسی طرح تعلیق جازم کو بھی چند انواع میں تقسیم کیا ہے :-

(۱) صحیح علی شرطہ - (۲) صحیح علی شرط غیرہ (۳) حسن لغیرہ -

(۱) صحیح علی شرطہ سے مراد ایسی تعلیق ہے جو امام صاحب کی شرط پر ہو، لیکن الصحیح میں دوسری جگہ موصولاً بھی مذکور ہو۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ ص۱۴۹ میں باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء کے تحت فرماتے ہیں :-

"وقال ابراھیم بن طھمان عن الحسین المعلم عن یحیی بن

Marfat.com

ابی کثیر عن عکرمہ عن ابن عباسؓ قال کان رسول اللہؐ

یہ روایت اگرچہ یہاں معلق ہے لیکن امام بیہقی نے اپنی سنن میں بواسطہ احمد بن حفص عن ابیہ عن ابراہیم الخ اسے متصل ذکر کیا ہے، احمد بن حفص رجال صحیح سے ہیں، بنا بریں یہ روایت اُن کی شرط پر محمول ہوگی۔

(۲) صحیح علی شرط غیرہ۔ اس کی مثال ابواب الغسل کے اٹھارھویں باب میں ہے:۔
"قال بھز عن ابیہ عن جدہ اللہ احق ان یستحیی منہ من الناس"

یہ روایت سنن اربعہ میں منقول ہے بھز عن ابیہ عن جدہ کی سند اگرچہ مختلف فیہ ہے۔ تاہم جمہور ائمہ نقادین سے بعض نے اسے صحیح کہا ہے، اور بعض نے ضعیف بھی۔

(۳) حسن کی مثال کتاب الطہارت میں ہے" قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر علی کل احیانہ" اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں خالد بن مسلمہ عن عبداللہ البھی عن عروۃ عن عائشۃ کے واسطہ سے ذکر کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں اسے غریب کہا ہے، خالد بن مسلمہ اس میں منفرد ہیں، اور وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق بھی نہیں۔

(۴) تعلیق جازم کی ایک نوع یہ بھی ہے کہ وہ من حیث الاسناد تو صحیح ہو، لیکن انقطاع وغیرہ کے سبب درجہ صحت سے ساقط ہو جائے مثلاً کتاب الزکوٰۃ میں ہے ص۱۹۴
قال طاؤس قال معاذ لاھل الیمن ایتونی بعرض ثیاب خمیص اولبیس فی الصدقۃ۔

یہ روایت کتاب الخراج یحیی بن آدم میں بسند صحیح مذکور ہے، لیکن طاؤس کا حضرت معاذؓ سے سماع ثابت نہیں، جیسا کہ امام ابو حاتم اور ابن المدینی نے صراحت کی ہے (کتاب المراسیل ص۳۶ لابن ابی حاتم) جس کی وجہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو اسے امام بخاری نے صیغہ جزم کے ساتھ کیوں بیان کیا ہے اس کا جواب اسماعیلی نے یہ دیا ہے کہ قد یصنع البخاری ذالک لانہ سمعہ ممن لیس من شرط الکتاب فنبہ علی ذالک الحدیث بتسمیہ من حدثہ بہ لا علی التحدیث بہ عنہ (التدریب)

فائدہ:۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے تعلیقات پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس

Marfat.com

کا نام "التوفیق" ہے۔ اس میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے، جنہیں امام صاحب نے موصولاً ذکر نہیں کیا جن کی تعداد (۱۶۰) ہے۔ اور ایک کتاب تعلیق التعلیق کے نام سے مرتب کی ہے، جو جمیع تعلیقات کی جامع اور قابل قدر کتاب ہے، اس میں متابعات اور موقوف روایات کو بھی ذکر کیا گیا ہے، علامہ قسطلانی مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

"وھو کتاب حافل عظیم فی بابہ لم یسبقہ الیہ احد فیما اعلم

پھر ان کی اسناد کو حذف کر کے صرف متن پر اکتفاء کرتے ہیں، اور ایک مختصر مجموعہ مرتب کیا جس کا نام "التوشیق الی وصل المھم من التعلیق" رکھا۔ (التدریب)

اس طرح مقدمہ فتح الباری میں ان روایات کو حروف تہجی کے مطابق جمع کیا۔ جن سے امام بخاری نے معلق روایات لی ہیں۔

عود الی المقصود:۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح اور علامہ نووی نے "الجامع الصحیح" کی جملہ تعلیقات کو صحیح کہا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ جمہور اہل فن کی رائے اس کے خلاف ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

"واذا قال الراوی المعلق مثلاً جمیع من احذفہ ثقات لا یقبل حتی یسمی"

تو جب جمہور نے معلق کی اس صراحت کو قبول نہیں کیا تو ملتزم بالصحت کی بات بالاولی قبول نہیں ہونی چاہیئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ مصنف کے نزدیک وہ صحیح ہو گی، لیکن جمہور کا یہ قاعدہ ان معلق روایات کے متعلق ہے، جو صحیحین کے علاوہ ہیں، کیونکہ جب انہوں نے اسے صیغہ جزم کے ساتھ بیان کیا ہے، تو وہ ان کتابوں کے تلقی بالقبول ہونے کے سبب صحیح کہلائیں گی۔

انہیں بھی تلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے صحت کا درجہ دیا جائے گا، البتہ وہ تعلیقات جو صیغہ تمریض کے ساتھ ہوں اور دیگر کتب حدیث میں مل جاتی ہوں تو ان کے بارے حافظ شرح نخبہ میں رقمطراز ہیں:۔

"وقد یحکم بالصحۃ ان عرف المحذوف بالعدالۃ والضبط بان یجیئ مسمی من وجہ اخر الخ۔

Marfat.com

اس کے برعکس حافظ ابن حزم مطلقاً تعلیقات کو درست قرار نہیں دیتے۔ بلکہ فرماتے ہیں :-

" لم یقبل شیئًا من تعلیقات الصحیح وتراجمہ "

حافظ ابن حزم کا یہ قول اگرچہ اصول کے مطابق ہے، لیکن تعلیقات کی جملہ انواع پر یہ حکم لگانا درست نہیں ہے، خصوصًا ایسی تعلیقات جو امام صاحب کی شرط پر ہیں یا جنہیں مؤلف نے خود ہی دوسری جگہ پر موصولاً ذکر کر دیا ہے، زیادہ سے زیادہ ان کے اس قول کو تتبع پر محمول کر سکتے ہیں، لیکن بالصحت ثابت ہو جائے، تو اس کے قبول کرنے سے کوئی علت مانع نہ ہوگی، بعینہٖ یہی حکم آثار کے متعلق ہوگا کہ اگر وہ بالجزم مذکور ہوں تو انہیں صحیح کہا جائے گا ورنہ ضعیف، واللہ اعلم۔

فنی حیثیت :- صحیح بخاری اپنی جملہ خوبیوں کے ساتھ ممتاز ہے، جن میں ایک خوبی اس کا فنی حیثیت سے مزین و آراستہ ہونا ہے، اصول فقہ و حدیث پر سب سے پہلے امام شافعی رحؒ نے "الرسالہ" کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی، امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں احادیث سے انہی اصول کو مستحکم کیا ہے، جیسا کہ ہم ذیل میں امثلہ سے نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱) محدثین خصوصًا اہل کوفہ میں یہ اختلاف رہا ہے کہ کیا نابالغ کا سماع معتبر ہے؟ ان کا خیال ہے کہ جب تک بچہ بالغ نہ ہو اسے مکتب نہیں بھیجنا چاہیئے، امام بخاری اس نزاع کو " باب متی یصلح سماع الصغیر " سے حل فرماتے ہیں، کہ حضرت محمود بن الربیع رضؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اپنی صغر سنی میں دیگر صحابہ سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، معلوم ہوا کہ بالغ ہونے کی قید درست نہیں ہے اس کے ساتھ ہی " باب الفہم فی العلم " ذکر کرتے ہوئے گویا اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ صغر سنی میں فہم بھی شرط ہے اگر فہم نہیں تو سماع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(۲) محدثین خصوصًا متاخرین روایت بیان کرنے میں لفظ حدثنا و اخبرنا وغیرہ صیغ استعمال کرتے ہیں اور تمیز کرتے ہیں کہ شیخ سے اگر راوی اکیلا سنے تو حدثنی کہے، اور اگر شاگرد متعدد ہوں تو اخبرنا کہے، لیکن امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ تفریق سلف میں رائج نہیں تھی، چنانچہ الصحیح میں باب قول المحدث حدثنا و اخبرنا و انبانا، اپنے اس مدعا کو پہلے تو صحابہ

Marfat.com

اور تابعین و تبع تابعین سے ثابت کرتے ہیں، پھر حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت لائے ہیں :-

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشجر شجرۃ لایسقط ورقھا وانھا لمثل المسلم۔ اس روایت کو امام بخاری کتاب التفسیر میں بلفظ اخبرونی اور باب الحیاء فی العلم میں حدثونی ماھی وقالوا اخبرنا بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لائے ہیں۔ اور اسمٰعیل نے اسی روایت کو انبؤنی کے الفاظ سے بیان کیا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مابین بھی حدثنا، اخبرنا، انبأنا کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا۔

(۳) محدثین اور فقہاء اہل الرائے میں یہ اختلاف رہا ہے کہ کیا قیاس جلی سے خبر واحد کو رد کیا جا سکتا ہے یا نہیں، اہل الرائے اس کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ وہ تو خبر واحد سے قرآن مجید میں مطلق آیت کی تقیید کو زیادۃ علی القرآن سے تعبیر کرتے ہیں، برعکس محدثین کے کہ وہ خبر واحد کو حجت مانتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں قیاس جلی یا خفی کو مردود قرار دیتے ہیں، اور اس سے قرآن کی مطلق کی تقیید کے بھی قائل ہیں، چنانچہ امام صاحب نے اپنی صحیح میں متعدد ابواب باندھ کر اس نزاع کو دور کیا ہے، اور محدثین کی تائید کی ہے :-

مثلاً باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزبیر، باب لاتدخلوا بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یؤذن لکم، باب اذا اذن لہ جاز، باب ما کان یبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الامراء وارسل واحداً بعد واحد" باب الخبرۃ المرءۃ الواحدۃ اسی طرح ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوٰۃ والصوم والفرائض والاحکام میں خبر واحد کی قبولیت پر کثرت سے واقعات واستشہاد پیش کئے ہیں۔

غرض اس قسم کے متعدد مسائل ہیں جو اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، اصول حدیث کی کتب میں صحیح بخاری پر کافی مواد جمع کیا جا سکتا ہے۔

فقہ البخاری :- امام بخاری اگرچہ ائمہ اربعہ کے بعد اس جہاں کی زینت بنے ہیں، لیکن مسائل کے استنباط کے اعتبار سے ان سے پیچھے نہیں

Marfat.com

رہے۔ اور امام موصوف کی اس قابلیت کا اعتراف تو آپ کے اساتذہ کو بھی تھا کہ آپ فقہ و اجتہاد میں بہت بالا ہیں، آپ کے استاد محمد بن بشار رح فرماتے ہیں۔

" ھو افقہ اھل زماننا "

اور انہی کا قول حافظ ابن حجر رح نے "التہذیب" میں یوں نقل کیا ہے کہ جب امام بخاری بصرہ تشریف لائے تو محمد بن بشار نے فرمایا :۔

" دخل الیوم سید الفقہاء " تہذیب الاسماء" ھدی الساری "

امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں :۔

" ھو الامام الفقیہ المحدث "

شیخ الاسلام ہدی الساری میں امام دارمی سے نقل کرتے ہیں :۔

" انی رأیت العلماء بالحرمین والحجاز والشام والعراق فما رأیت فیھم اجمع من محمد ابن اسماعیل ھو اعلمنا وافقھنا واکثرنا طلباً "

بعینہٖ اسی طرح حافظ سلیم بن مجاہد رح فرماتے ہیں :۔

" ما رأیت بعینی ستین سنۃ افقہ ولا اورع ولا ازھد من محمد بن اسماعیل ۔ "

ان جملہ اقوال سے قطع نظر اگر آج بھی اس علمی دور میں صحیح بخاری کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو اس حقیقت کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ امام بخاری کی فقہ و اجتہاد ایک معیاری حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً آپ صحیح بخاری ص۱۷۳ "باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولہ" کے تحت حضرت ابن ابی وقاص رض سے روایت لاتے ہیں :۔

" کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعود نی عام حجۃ الوداع من وجع اشتد بی ۔۔ لکن البائس سعد بن خولۃ یرثی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مات بمکۃ ۔

ترجمۃ الباب کے تحت حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت سعد کے فوت ہو جانے پر اظہار افسوس فرمایا، امام بخاریؒ نے اس ایک حدیث سے نو مسائل کا استنباط کیا ہے دیکھئے ص۱۳ و ص۳۸۲ و ص۳۸۴، ص۸۰۵، ص۸۴۵، ص۸۴۶، ص۹۲۳، ص۹۷۰ صحیح بخاری" اسی طرح "باب عظۃ النساء" میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ

Marfat.com

کے واسطہ سے یوں نقل کی ہے :-

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج و معہ بلال فظن انہ لم یسمع النساء فوعظھن و امرھن بالصدقۃ فجعل المرأۃ تلقی القرط والخاتم و بلال رض یاخذ فی طرف ثوبہ"

اس روایت سے امام صاحب نے کم و بیش چودہ مقامات پر علیحدہ علیحدہ مسائل کا استنباط کیا ہے، ملاحظہ ہوں :- باب وضوء الصبیان، ومتی یجب علیھم الغسل والطھور وحضورھم الجماعۃ والعیدین والجنائز ص۱۱۶، باب الخطبۃ بعد العید ص۱۳۱ وباب العلم بالمصلی ص۱۳۴ وباب موعظۃ الامام النساء یوم العید ۱۳۳ وباب الصلوۃ قبل العید وبعدھا ص۱۳۵ وباب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا ص۱۹۴ وباب العرض فی الزکوۃ ص۱۹۵ وباب الذین لم یبلغوا الحلم ص۸۹ وباب الخاتم للنساء ص۸۷۳ وباب القلائد والسخاب للنساء ص۸۷۵ وباب القرط للنساء ص۸۷۴ وباب ص۱۰۷۹ باب خروج الصبیان الی المصلی ص۱۳۳۱ -

اسی طرح الجامع الصحیح میں تمام ابواب استنباط مسائل کی منہ بولتی دلیل ہیں، جیسا کہ علماء کا مشہور مقولہ ہے "فقہ البخاری فی تراجمہ" اس کے پیش نظر علامہ نووی رح فرماتے ہیں :- "ان البخاری کانت لہ الغایۃ المرھیۃ المتمکن فی انواع علوم الحدیث واستنباط اللطائف فلا یکاد احد یقاربہ فیھا وقد شھد لہ اعلام المحدثین من شیوخہ وغیرھم واذا نظرت فی کتابہ جزمت بذالک لاشک لیس مقصودہ الاقتصار علی الحدیث فیکثر المتون بل مرادہ الاستنباط منھا -"

(البخاری محدثا و فقیہا ص۱۰۰)

فقہ اہل حدیث اور فقہ اہل الرائے میں بنیادی فرق یہی ہے کہ فقہاء محدثین قرآن حکیم اور احادیث رسول کے پیش نظر مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور فقہاء اہل الرائے زیادہ تر اپنے مشائخ کے اقوال کو سامنے رکھ کر استنباط کرتے ہیں، جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں اس موضوع پر مفصل لکھا ہے :-

خدا غارت کرے مذہبی تعصب کو جس کے ہاتھوں امام بخاری کی فقاہت کو کوسا

Marfat.com

گیا اور اس قسم کے الزام دیئے گئے جو محض تعصب کا شاخسانہ ہیں ۔ مثلاً کسی نے یہ کہا کہ امام بخاری کے نزدیک اگر دو بچے ایک بکری کا دودھ پی لیں تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے ، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا کسی مورخ یا تذکرہ نویسوں میں سے کسی نے اس کی طرف اشارہ تک بھی کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہمیں نفی میں ملتا ہے تو لازماً یہ کرم فرمائی ان ہی بزرگوں کی ہوگی ، خصوصاً جبکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امام شافعی کے متعلق طرح طرح کی جھوٹی روایتیں گھڑ کر انہیں بدنام کرنا چاہا ، لہذا جب اس گھر کی حالت ہی یہ ہے تو پھر یہ بات کیونکر قبول کی جا سکتی ہے؟ اور جب مزید اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اہل الرائے میں سے صاحب العنایہ نے اس قصہ کا تذکرہ کیا ہے اور یہ وہی بزرگ ہیں ، جن کے متعلق ملا علی قاری رح اور علامہ عبدالحی لکھنوی رح نے جابجا صراحت کی ہے کہ ان کی نقل کردہ احادیث قطعاً معتبر نہیں ، چنانچہ اس واقعہ کی نسبت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ " قولہ مردود علی صاحبہ "

علامہ لکھنوی رح اس حکایت کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

وھی حکایة مشھورة فی کتب اصحابنا ذکرھا ایضاً صاحب العنایة وغیرہ من شراح الھدایہ لکنی استبعد وقوعھا بالنسبة الی جلالة قدر البخاری ودقة فھمه وسعة نظرہ وغائر فکرہ مما لا یخفی من انتفع الصحیحه وعلی تقدیر صحتھا فبشر یخطئ (الفوائد البھیہ ص۱۱۳)

ہمیں اس بات سے قطعاً بحث نہیں کہ آیا مجتہد غلطی کر سکتا ہے یا وہ معصوم ہے؟ لیکن وہ کون صاحب اجتہاد ایسے ہیں جن پر اعتراض نہیں ہو سکتا ، یا نہیں ہوا ۔ جیسے امام ابو حنیفہ رح کی فقاہت تو مذکور الصدر قول کہنے والے کو بھی مسلم ہے ۔ لیکن اس کے باوجود امام صاحب کے تلامذہ نے ضعف استدلال و اجتہاد میں غلطی کی بنا پر اپنے استاد سے دو تہائی مسائل میں اختلاف کیا ہے ۔ اگر اس سے مقام فقاہت پر حرف آتا ہے تو سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رح کو اس مقام سے معزول کر دینا چاہیئے ۔ العیاذ باللہ ، ہمارے سامنے اس وقت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی کی کتاب حدائق حنفیہ ہے ، اس میں امام بخاری پر جو رکیک حملے کئے گئے ہیں ، آیئے ذرا ان کا تجزیہ کریں کہ کس حد تک اخلاص اور صحت پر مبنی ہیں ، انہوں نے تو امام بخاری پر عدم فقاہت کا لیبل لگا دیا ہے ، ان کا شکوہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بعض ایسے مقام ہیں جہاں احادیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہے ، چند ایک بطور

137844

Marfat.com

مثال دیکھئے، صاحب حدائق لکھتے ہیں :-

کہ "باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان" کے تحت دو حدیثیں لائے ہیں :-

"عن ابن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندنا من شعر النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ... ناہ من قبل الن... او من قبل اھل

ال... نق... یکون عندی شعرۃ منہ احب الی من ... فیہا"

دوسری روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں :-

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما حلق رأسہ کان

ابو طلحۃ اول من اخذ من شعرہ "

ان دونوں احادیث کی ترجمۃ الباب سے کسی طرح بھی مناسبت نہیں، پھر اس کی تائید تیسیر القاری سے ذکر کی ہے (جو مولانا نور الحق بن مولانا عبد الحق حنفی دہلوی کی تالیف ہے) لیکن معترض نے کچھ جلد بازی سے کام لیا ہے حالانکہ مفہوم بالکل واضح ہے، امام بخاری اس باب میں پہلے حضرت عطاء بن ابی رباح (جو امام ابو حنیفہ کے ممدوح ہیں) کا اثر ذکر کر کے فرماتے ہیں :-

"انہ کان لا یری بہ باسًا ان یتخذ منہا الخیوط والحبال"

امام ابن اسحاق نے اخبار مکہ میں اس اثر کو بسند صحیح موصول ذکر کیا ہے الفاظ یہ ہیں

"انہ کان لا یری بأسًا بالانتفاع لشعور الناس التی تحلق (فتح الباری)

اس کے بعد مذکورہ بالا دو احادیث لائے ہیں، جن سے انسان کا رہے بالوں کا بلا کراہت اپنے پاس رکھنا ثابت ہوتا ہے، امام بخاری کا استدلال یوں ہے کہ اگر انسان کے بال پاک نہ ہوتے تو صحابہ کرام آنحضرت کے بال اپنے پاس محفوظ نہ رکھتے اور حضرت عطاء بالوں سے انتفاع کو جائز قرار نہ دیتے .. لہذا جب بال پاک ہیں تو اگر وہ پانی میں گر جائیں تو وہ پانی پلید نہیں ہوگا، کیونکہ پاک چیز کے گر جانے سے پانی پلید نہیں ہوتا، چنانچہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں :-

وجہ الدلالۃ منہ علی الترجمۃ ان الشعر طاھر والا لما حفظوہ ولا تمنی عبیدۃ ان یکون عندہ شعرۃ واحدۃ منہ واذا کان طاھرا فالماء الذی یغسل بہ طاھر (فتح ص۲۱۹ ج ۱)-

Marfat.com

اندازہ لگائیے کہ کس قدر صاف بات ہے جسے معترض نہیں سمجھ سکے اور امام بخاری کی فقاہت کو ہدف طعن بنا ڈالا۔" ولنعم ما قیل" ؏

"وعین السخط تبدی المساویا"

(۲) مولانا موصوف نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ "باب فضل صلوۃ الفجر فی الجماعۃ" کے تحت امام بخاریؒ نے حضرت ابوموسٰی سے روایت بیان کی ہے :- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعظم الناس اجرا فی الصلوٰۃ ابعدھم ممشی والذی ینتظر الصلوٰۃ حتی یصلیھا مع الامام اعظم اجرًا من الذی یصلی ثم ینام" الحدیث "

"اس حدیث میں صلوٰۃ الفجر کا ذکر نہیں، بلکہ بظاہر یہ حدیث صلوٰۃ عشاء کی فضیلت کے متعلق ہے" لیکن یہ اعتراض بھی ظاہر بینی اور نارسائی کی غمازی کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال بطریق اولویت کے کیا ہے کہ جب ثواب میں زیادتی کا سبب انتظار صلوٰۃ کی وجہ سے نیند کو چھوڑنا ہے، اور جاگنے کی مشقت برداشت کرنا ہے تو صبح کی نماز میں یہ سبب بدرجہ اولیٰ پایا جاتا ہے کیونکہ کچھ دیر کے لئے نیند کو مؤخر کرنا نسبتاً صبح کی نماز کے لئے بیدار ہونے کے زیادہ آسان ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ اس حدیث کی مطابقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" ومعلوم ان المشقۃ فی الجماعۃ فی الفجر ازید فیعلم ان اجرھا اوفر"۔ فللہ الحمد۔

ایک اعتراض موصوف کو "باب صلوٰۃ القاعد بالایماء الخ کے تحت کرنا پڑا کہ سید الفقہاء حضرت عمران کی حدیث" من صلی قاعدا فلہ اجر القائم ومن صلی نائما فلہ نصف اجر القاعد " لائے ہیں" لیکن حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں، جس سے کنایۃً بھی ترجمۃ الباب کی طرف ایماء ہوتا ہو، یعنی بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے اشارہ کا ذکر ہو اور طرفہ یہ ہے کہ مؤلف نے اسے باب صلوٰۃ القاعد میں بھی ذکر کیا ہے"۔

حالانکہ بات بالکل واضح ہے بہر حال بشری تقاضا ہے یہ لغزش نہ ہوتی اگر موصوف امام بخاری کے نسخہ کے الفاظ " نائما عندی مضطجعاً ھھنا دیکھ لیتے یہ تصریح نہ

Marfat.com

بھی ہوتی تو بھی سیاق کے مطابق نائما کا معنی یہاں مضطجعاً کا ہے۔ استدلال یوں ہے کہ جب لیٹ کر نماز پڑھے گا تو اشارہ کرے گا اس طرح اگر کوئی بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے لیکن رکوع و سجود سے قاصر ہے تو وہ بالاولیٰ اشارہ سے نماز ادا کر سکتا ہے واللہ الموفق۔

یہ ہیں وہ چند امثلہ جنہیں" فاضل مصنف" نے بڑے شد و مد سے یہ ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے کہ ان میں احادیث ترجمۃ الباب کے موافق نہیں، ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ ان کا یہ دعویٰ کہاں تک مبنی بر صداقت ہے، یہی نہیں بلکہ ہم نے جب ان جملہ ابواب پر غور کیا جن پر" موصوف" نے اپنی کوتاہ نظری کے سبب اعتراض کیا ہے تو ہمیں کوئی بھی ایسی مثال نہ مل سکی جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں، بلکہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر اور علامہ عینیؒ نے تو ابتدا ہی سے ان ابواب پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اگر کوئی انھیں کم ظرفی و کوتاہ بینی یا تعصب کی بنا پر اس کی طرف التفات نہ کرے تو یہ علیحدہ بات ہے مولانا موصوف کی امانت و دیانت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے ص۲۶ پر یہ کہا ہے۔

"کہ علامہ نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ کی چھٹی فصل میں صحیح مسلم کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے" کہ بخلاف بخاریؒ کے کہ انہوں نے ان وجوہ مختلفہ کو ابواب متفرقہ متباعدہ میں ذکر کیا ہے اور بہت سی باتیں غیر اس باب میں بیان کی ہیں جس میں ان کا بیان کرنا قریب الفہم اور اولیٰ تھا مقدمہ شرح مسلم ہمارے سامنے ہے اسکی عبارت نقل کر دینا ہی اس کی تردید کے لیے کافی ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"وبخلاف البخاری فانہ یذکر الوجوہ المختلفۃ فی ابواب المتفرقۃ فتباعدہ وکثیر منھا یذکرہ فی غیر بابہ الذی یسبق الیہ الفھم انہ اولی بہ وذالک لدقیقۃ یفھمھا البخاری منہ"

ہر صاحب عقل سلیم غیر متعصب بھی سمجھے گا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں سید الفقہاء امام بخاری کی دقت نظر بیان کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ بچارے

Marfat.com

فاضل اس سے کچھ اور ہی مطلب لے رہے .... انا للہ وانا الیہ راجعون ۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے ع

بات، تو بنائی تھی بہت خوب مگر تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہیں

بلکہ اس سے قبل ہم امام نووی کی وہ عبارت بھی لکھ آئے ہیں، جس میں انہوں نے امام بخاری کو ان کی دقت نظر کے پیش نظر نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے، کاش موصوف علامہ نووی کے ان الفاظ کو نظر انداز نہ کرتے ، " ذالک لدقیقۃ یفہمہا البخاری رحمہ اللہ الرافق ۔

کیا امام بخاری مقلد تھے ؟ :۔

بعض لوگوں کو امام بخاری کے ان مسائل کے پیش نظر جن میں امام صاحب کے مسلک [illegible] دوسری شخصیت کی رائے اور ان کے مسلک سے موافقت کی ہے یہ شبہ ہوا کہ امام بخاری مقلد ہیں، لیکن ایسا نہیں کسی عالم کا اپنے تفردات کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی رائے سے متفق ہونا اس کے اجتہاد کی نفی نہیں کرتا، اسی طرح سید الفقہاء امام بخاری کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود صاحب رائے رکھتے تھے اور متبع سنت تھے البتہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آپ متبع سنت تھے ۔ اور اپنی صواب دید کے مطابق استنباط فرمایا کرتے تھے، ان امور کے پیش نظر جبکہ ہم نقلی دلائل بھی ذیل میں درج کرتے ہیں آپ کو شافعی المسلک یا کسی اور امام صاحب کی طرف منسوب کرنا نہایت ناانصافی ہوگی بلکہ آپ مجتہد مطلق تھے ۔ جیسا کہ متاخرین نے جا بجا اس بات کی صراحت بھی کی ہے، چنانچہ مولانا محمد زکریا اللامع الدراری کے مقدمہ صـ۱۸ میں شیخ ابراہیم بن عبداللطیف السندی کی کتاب " سحق الاغبیاء من الطاعنین فی کمل الاولیاء والاتقیاء العلماء " سے نقل کرتے ہیں :۔

" قال سلیمان بن ابراھیم العلوی النجاری امام مجتھد براسہ کابی حنیفہ رح والشافعی والمالک واحمد وسفیان الثوری ومحمد بن الحسن

اس سے چند سطور پہلے مولانا موصوف فرماتے ہیں :

" والراجح عندی انہ مجتھد مستقل کما یظھر من امعان النظر فی الصحیح

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں :

" امام البخاری وان کان منتسبا الی الشافعی وموافق

Marfat.com

فی کثیر من الفقہ فقد خالفہ ایضاً فی کثیر" (الانصاف فی بیان سبب الاختلاف)

علامہ کاشمیری فیض الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :- "واعلم ان البخاری مجتہد لا ریب فیہ واما اشتہر انہ شافعی فلموافقۃ ایاہ فی المسائل المشہورۃ والا فموافقتہ للامام الاعظم لیس اقل مما وافق فیہ الشافعی

ہم انہیں اقوال پر اکتفاء کرتے ہیں، تلاش کرنے سے تو بہت مواد مل سکتا ہے۔ اس دعویٰ پر دلائل کی کمی نہیں، خوف طوالت سے استیعاب ترک کئے دیتے ہیں البتہ چند اعتراضات جو کیے جاتے ہیں ان کا جواب ضروری ہے، ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری رح اگر مجتہد تھے تو آپ کے مذہب کی اشاعت کیوں نہیں ہوئی اور امام ترمذیؒ (جو آپ کے خاص تلامذہ سے ہیں) نے اپنی جامع میں امام صاحب کے اجتہاد کو جگہ کیوں نہ دی، چنانچہ فرماتے ہیں :- لو کان البخاری عند الترمذی من ائمۃ الفقہ والاجتہاد لذکر مذھبہ فی کل باب"

لیکن صاحب ما تمس الیہ الحاجہ کے گمان کے مطابق امام ترمذی کو ہر ہر باب میں امام بخاری کا مذہب ذکر کرنے کی تب حاجت وضرورت پیش آتی جب وہ خود امام بخاری کے مقلد ہوتے۔ اگر یہی بات مجتہد ہونے کے لیے معیار ہے تو امام ابو حنیفہ رح جو بالاتفاق مجتہد ہیں، امام ترمذی کو کسی ایک باب میں ان کا مذہب ذکر کرنا چاہیئے تھا؟

کاش کہ معترض ذرا غور کرتے اور انصاف سے کام لیتے۔

علامہ چلپی رح فرماتے ہیں :-

"والامام البخاری عندی مجتہد برأسہ وھذا ایضاً من ملاحظۃ تراجمہ بدقۃ النظر من یعرف اختلاف الائمۃ واما عدم نقل مذھبہ کالائمۃ المجتہدین فلانہ لم یکن اماماً متبوعاً ولم یقلدہ احد مثل الائمۃ الاخرین ولذا لم یشع مذھبہ"

علامہ چلپی کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مجتہد ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اس کا مذہب بھی منقول ہو تو اس طرح سے سلف میں سے بہت بھاری اکثریت کو اجتہاد سے مستعفی قرار دینا پڑے گا!

Marfat.com

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ طبقات شافعیہ میں امام بخاری کا ترجمہ قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ شافعی تھے۔

یہ بات ایک طرف تو اصحاب طبقات کی اصطلاح سے ناواقف ہونے کی عکاسی کرتی ہے اور دوسری طرف سوال کی شکل اختیار کر کے اپنی موت آپ مرنے کی دعوت دیتی ہے، امام صاحب نے چونکہ امام شافعی رح کے شاگرد امام حمیدی سے تعلیم حاصل کی، اس لئے علامہ سبکی رح نے آپ کو طبقات شافعیہ میں لکھ دیا ہے۔

علامہ کاشمیری نے امام حمیدی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کو شافعی نسبت سے یاد کیا ہے تو وہ امام اسحاق کے شاگرد بھی ہیں جو حنفی تھے۔

ایسا اقرار کرنے سے موت کے منہ میں کون آئے، اپنا تو یہ حال ہے کہ حدیث کی مخالفت پر اٹے پڑے ہیں، اگر امام بخاری کو حنفی کہہ دیا تو الزامی طور پر ہی حدیث سے محبت کرنی پڑے گی۔

فراءؒ نے طبقات حنابلہ (ص۲۷۱ ج۱) میں اور قاضی عیاض رح نے "ترتیب المدارک" میں امام کے تراجم بیان کئے ہیں تو کیا آپ کو مالکی یا حنبلی کہا جائے گا؟

حالانکہ بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی لکھا ہے:۔

"وکان اصحاب الحدیث ایضا قد ینسب الی احد المذاھب لکثرۃ موافقتہ"

آج بھی "صحیح بخاری" ہمارے سامنے ہے غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری کی بات کہیں تو حنفیہ کے موافق ہے، اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے مخالف ہے، اور حنابلہ و شوافع اور مالکیہ کی موافقت بھی کی ہے اور مخالفت بھی تو گویا ایک وقت میں اگر شافعی میں تو پھر حنفی، مالکی اور حنبلی کیوں نہیں ہو سکتے، اور اگر کہیں مذاہب اربعہ کی مخالفت کی ہے تو ظاہری طور پر غیر مقلد ہو گئے گویا امام بخاری رح کا نہ کوئی ذہن ہے اور نہ پایہ تحقیق کہ رات دن اپنا مسلک بدلتے رہتے ہیں، خدا سمجھ دے کہ بعض لوگ محض تعصب کی بناء پر امام بخاری کے مجتہد ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری قرآن و سنت اور آثار صحابہ و تابعین کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی صواب دید کے مطابق کسی بھی مسئلہ میں فیصلہ صادر فرماتے ہیں

Marfat.com

خواہ کسی کی تردید ہو یا موافقت ہو نیز اپنی صواب دید پر باب قائم کرتے ہیں، اب ہم چند ابواب کی طرف نشان دہی پر ہی اکتفا کریں گے

الجامع الصحیح کے صفحہ ۳۸ پر ایک باب یوں ذکر کیا ہے کہ "باب لا یجوز الوضوء بالنبیذ" اس کے بعد امام حسن اور ابوالعالیہ کا قول نقل کیا ہے۔ پھر حضرت عطاء کا یہ اثر ذکر کیا ہے کہ نبیذ یا دودھ سے وضو کرنے سے تیمم کرنا بہتر ہے، اس کے بعد مرفوع حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ نے یہاں اہل کوفہ کی مخالفت کی ہے۔

اسی طرح (صفحہ ۱۲۲) پر "باب السترۃ بمکۃ وغیرھا" میں امام احمد رح کے مسلک کی مخالفت کی ہے کہ کعبہ میں ہوتے ہوئے بھی سترہ ضروری ہے۔ لیکن امام احمد رح اس کے قائل نہیں ہیں، جیسا کہ ابن قدامہ رح نے المغنی میں تصریح کی ہے۔

نیز (صفحہ ۱۷۷) پر "باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد" میں امام مالک کے مسلک کی مخالفت کی ہے، امام مالک ان جملہ احادیث کا جن سے مسجد میں جنازہ پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اجماع اہل مدینہ کے خلاف ہے، لیکن ایک دوسرے مقام پر یعنی "باب سؤر الکلب" میں آپ امام مالک کی موافقت کرتے ہیں کہ کتا نجس نہیں اور نہ ہی اس کا جوٹھا ناپاک ہے، اور برتن کا دھونا امر تعبدی ہے حالانکہ یہ مسلک جمہور کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں صفحہ ۵۳ "باب ما یذکر فی الفخذ" کے تحت حضرت ابن عباس، جرھد اور محمد بن جحش کی روایت "الفخذ عورۃ" کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت انسؓ کی روایت کی تقویت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حدیث انس اسند وحدیث جرھد احوط حتی نخرج من اختلافھم"

امام صاحب کی یہ عبارت کس قدر صاف ہے جیسے یہاں انہوں نے امام شافعی رح اور امام ابوحنیفہ رح کی مخالفت کی ہے، وہاں امام احمد و امام مالک کی بھی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ایک علیحدہ رائے قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت انسؓ کی روایت سنداً اصح ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ جرھد کی حدیث کو ملحوظ رکھا جائے۔

یہی نہیں بلکہ اور بھی متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں انہوں نے اپنی انفرادی

Marfat.com

رائے کا اظہار کیا ہے، چنانچہ اسی طرح "باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوٰۃ" میں جہاں امام ابوحنیفہ رح کے مسلک کی مخالفت کی ہے، اور بظاہر ایک پہلو میں امام شافعی کی موافقت کی ہے تو دوسری طرف حضرت ابن عمرؓ کا اثر لاکر یہ واضح کر دیا ہے کہ جب اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور بعد میں پانی مل گیا تو نماز دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

اس قسم کے متعدد ابواب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امام صاحب نے کسی ایک مسلک کی پابندی نہیں کی، بلکہ جا بجا دیگر ائمہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے مسلک کو اجاگر کیا ہے جو آپ کے مجتہد مطلق ہونے کی ایک بہت بڑی بیّن دلیل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراجم الصحیح پر ایک نظر:۔ امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" کے ابواب میں احادیث کو جس انداز سے مرتب کیا ہے؛ اس کا اندازہ سابقہ اوراق سے لگایا جا سکتا ہے، جن سے وہی شخص استفادہ کر سکتا ہے۔ جسے اللہ کریم کی طرف سے عقل سلیم اور فہم ثاقب کا وافر حصہ ملا ہو۔ گویا تراجم الابواب قائم کر کے فقہ اسلامی اور استنباط مسائل کے اصول قائم کر دیئے ہیں، چنانچہ علامہ ابن خلدون اسی تاثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کہیں تو حدیث سے استنباط میں عبارۃ النص سے کام لیتے ہیں اور کہیں اشارۃ النص سے اور کہیں دلالت النص سے بلکہ آپ نے مصالح عباد کو بھی نظر انداز نہیں کیا تاکہ کوئی گوشہ بھی چھوٹنے نہ پائے۔

یہاں ان جملہ ابواب پر تو بحث نہیں کی جا سکتی، البتہ چند ایک ابواب کی نشاندہی ضروری ہے۔

(۱) کبھی ایک حدیث عام ذکر کرتے ہیں، اور اس پر خاص باب مرتب کرتے ہیں جیسے "باب التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع" اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت لائے ہیں۔

"لو احدکم اتی اھلہ قال بسم اللہ" الحدیث

حدیث کی باب کے دوسرے حصہ سے تو مطابقت ظاہر ہے، اور پہلے حصہ

Marfat.com

کے لئے اسی خاص حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جب جماع کے لئے بسم اللہ مشروع ہے تو وضوء وغیرہ جیسے اعمال کے لئے بالاولی مشروع ہوگی۔

(۲) کبھی باب میں حدیث کے معنی بیان کرتے ہیں مثلاً "باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ" میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت لائے ہیں:-

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنتین"

اس میں مقصود اس امر کی وضاحت ہے کہ حسد سے مراد اغتباط ہے جو حسد سے مختلف ہے۔

(۳) کبھی کبھی صرف لفظ باب پر اکتفاء کرتے ہیں جو عموماً دو طریق پر محمول کیا جاتا ہے یا تو یہ بمنزلہ ح ای بھذا الاسناد ہوتا ہے یا تشحیذ اذہان کے قبیل سے ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ماقبل حدیث سے بھی ہے، لیکن طالب علموں میں قوتِ اجتہاد کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے صرف باب پر اس لئے اکتفاء کرتے ہیں کہ وہ خود اس پر ترجمہ قائم کریں کہ اس سے کیا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴) اور کبھی حدیث کے ایک حصہ کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے متعلقہ مسئلہ پر باب ذکر کرتے ہیں، مثلاً "باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ" میں حضرت ابومسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے:-

"اذا انفق الرجل علی اھلہ یحتسبھا فھی لہ صدقۃ"

یہاں اعمال کا دارومدار نیت پر ثابت کرنے کے لئے اس حدیث کے اس جملہ پر اکتفاء کی ہے اور پھر اسی روایت کو (ص ۱۷۳) پر مفصل لائے ہیں، اور اس پر "باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن خولۃ" قائم کیا ہے، اس طرح کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں۔

نیز ایک حدیث سے جب متعدد مسائل ثابت ہوں تو اس پر علیحدہ علیحدہ باب ذکر کرتے ہیں۔

(۵) کبھی باب استفہام کے طریق پر ذکر کرتے ہیں، جس میں اختلاف کی نوعیت کا بیان ہوتا ہے کہ کیا اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ یا اس میں ایک وجہ اظہر ہوتی ہے، لیکن اس میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوتا ہے اس لئے صرف استفہام

Marfat.com

سے باب ذکر کرتے ہیں، مثلاً :-

"ھل یدخل الجنب یدہ فی الاناء قبل ان یغسلھا"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ تراجم ابواب میں اور مولانا عبدالسلام صاحب مبارک پوری نے سیرۃ البخاری میں تفصیل سے اس پر بحث کی ہے اور اصول فقہ کی طرح باندھتے ہوئے ابواب کی بھی نشان دہی کی ہے۔

صحیح بخاری کے نسخے :- امام بخاری سے ان کے نوے ہزار تلامذہ نے "الصحیح" کا سماع کیا ہے، لیکن ان میں سے چار تلامذہ ایسے ہیں جنہوں نے "الجامع الصحیح" کو روایت کیا ہے، جن کا تذکرہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

(۱) ابراہیم بن معقل بن حجاج نسفی رح۔ المتوفی سنہ ۲۹۴ھ۔

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں :-

"قال الخلیلی ھو حافظ ثقۃ وقال المستغفری کان فقیھا حافظا بصیرا باختلاف العلماء عفیفا سمع قتیبۃ بن سعید وجبارۃ بن المغلس و ھشام بن عمارۃ وطبقتھم وحدث بصحیح البخاری عنہ۔"

لیکن حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ "الصحیح" کی روایت سے چند اوراق کا سماع نہیں کر سکے، بلکہ ان احادیث کو انہوں نے امام صاحب سے اجازۃً لیا ہے۔

العبر ص۱۰۰ ج۲۔ الشذرات ص۲۱۵ ج۲۔

علامہ ابن العماد نے ان کی وفات سنہ ۲۹۰ھ میں ذکر کی ہے واللہ اعلم۔

(۲) ابو محمد حماد بن شاکر الوراق النسفی رح، حافظ ابن حجر رح نے النسوی لکھا ہے حافظ صاحب ان کی وفات کے متعلق فرماتے ہیں اظنہ مات فی حدود التسعین "ای سنہ ۲۹۰ھ"

علامہ زبیدی رح نے تاج العروس فصل السین من باب الواؤ والیاء میں الفسوی لکھا ہے، لیکن صحیح النسفی ہے، اور ان کی وفات سنہ ۳۱۱ھ میں ہوئی ہے، جیسا کہ حافظ ابن نقطہ نے "التقیید" میں ذکر کیا ہے۔

(۳) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی البزدوی رح المتوفی سنہ ۳۲۹ھ۔

Marfat.com

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں :-

"ھو اخر من حدث عن البخاری رح بصحیحہ کما جزم بہ ابو نصر بن ماکولا وغیرہ مقدمہ قسطلانی ص۳۳"

(۴) ابو عبداللہ محمد یوسف الفربری رح، موصوف کو روایت کے اعتبار سے بخاری رح کا حامل لواء کہا جاتا ہے، مشہور ہے کہ انہوں نے مؤلف سے "الصحیح" کا دو مرتبہ سماع کیا، پہلی مرتبہ ۲۴۸ھ میں اور دوسری مرتبہ ۲۵۲ھ میں۔

امام نووی "المنہاج" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ فربری رح کی روایت نہایت مشہور اور متواتر ہے، اور ان سے بے شمار لوگوں نے الصحیح کا سماع کیا ہے، جن کی روایت "الصحیح" کے محفوظ نسخوں سے مروی ہے۔ شارحین نے ان کی تعداد بارہ بتائی ہے اور پھر حسب تفصیل ذیل ان بارہ سے ان کے رواۃ کے اسماء ذکر کئے ہیں، جن کے واسطے سے شارحین کی سند الصحیح کے مؤلف تک پہنچتی ہے۔ حافظ ابن حجر رح اور قسطلانی رح نے ان رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ "قطف الثمر" اور "الیانع الجنی" میں اور شاہ ولی اللہ صاحب کی المسلسلات میں ان اسانید کا ذکر ملتا ہے۔

نیز شاہ صاحب نے اپنے رسالہ "الارشاد الی مھمات الاسناد" میں بھی بعض اسانید کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن العماد رح شذرات میں فرماتے ہیں :- قد سمع من علی بن خشرم لما رابط بفربر دکان ثقة وربما رحل الیہ الناس وسمعوا منہ صحیح البخاری وھو احسن من روی الحدیث عن البخاری و"فربر" بفتح الفاء والراء وسکون الباء الموحدة وفی الخرہ راء ثانیہ وھی بلیلدہ علی طرف جیحون مما یلی البخاری .. انتھی (الشذرات ص۲۸۶ ج ۲-)

اب ہم فربری رح کے ان دس تلامذہ کا ذکر کرتے ہیں، جن سے سلسلہ سند امام بخاری تک پہنچتا ہے۔

(۱) ابن السکن ابو علی سعید بن عثمان السکن المتوفی ۳۵۲ھ
موصوف ۲۹۴ھ میں پیدا ہوئے التذکرہ ص۱۲/۳ میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں :-

"سمع ابا القاسم البغوی وسعید بن عبد العزیز الحبلی و

Marfat.com

محمد بن محمد بن بدر الباهلی وابا عروبۃ الحرانی ومحمد بن یوسف الفریابی

(۲) المستملی ابو اسحاق ابراہیم بن محمد المتوفی سنۃ ۳۷۶ھ۔

علامہ کرمانی رحہ اور قسطلانی رحہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے علامہ ابن العماد فرماتے ہیں:-

حدث بصحیح البخاری مرات عن الفربری وکان ثقۃ صاحب حدیث" الشذرات ص۸۶ ج ۳ والعبر ص۱ ج ۳)

ان سے الصحیح کی روایت عبدالرحمٰن بن عبداللہ والہمدانی اور ابوذر الھروی نے کی ہے۔

تنبیہ:- حافظ ابن حجر رحہ نے المستملی کے نسخہ کو اصح ترین نسخہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"المستملی احفظ من جمیع نساخ البخاری" باب اذا لم یتم السجود"

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اختلاف نسخ کے موقعہ پر المستملی کے نسخہ کو ہی ترجیح دی جائے گی، بلکہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ حافظ نے بھی وہاں مستملی کی بجائے دوسروں کے نسخہ کو معتبر قرار دیا ہے چنانچہ:-

"باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیہ ویتخذ مکانہا مساجد"

میں حضرت انس رضہ نے قدوم مدینہ کے سلسلہ میں جو روایت ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"فاقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہم اربعا وعشرین لیلۃ

یہ نسخہ المستملی اور الحموی کا ہے، لیکن اس کے باوجود ترجیح اربع عشر کو دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"کذا للمستملی والحموی وللباقین اربع وعشرۃ وھو الصواب الخ فتح الباری ۱۷۱ - ج ۱

تتبع کرنے سے اس قسم کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۳) الاخیکثی ابو نصر احمد بن محمد المتوفی ۳۷۶ھ ان سے الصحیح کا نسخہ اسمٰعیل بن اسحٰق الصفار الزاہد نے روایت کیا ہے۔

(۴) ابو زید المروزی الفقیہ محمد بن احمد المتوفی ۳۷۱ھ۔

Marfat.com

آپ جلیل القدر ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، بغداد میں حافظ ابوالحسن الدارقطنی اور حمد بن احمد نے ان سے سماع کیا ہے۔ خطیبؒ فرماتے ہیں :۔

" ابو زید رجل ممن روی هذا الکتاب "

نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں :۔

" روی الصحیح عن الفربری " (العبر ۳۶ ج ۲ الشذرات ۷۶/۳)

ان سے الصحیح کی روایت تین مشہور ائمہ نے کی ہے۔

(۱) ابوالحسن علی بن محمد القابسی المعافری المالکی المتوفی ۴۰۳ھ ۔ حضرت النواب التاج میں فرماتے ہیں :۔

" وحج ۳۵۲ھ وسمع کتاب البخاری بمکۃ من ابی زید "

ملاحظہ ہو طبقات الشافعیہ ۱۲۵/۲، التاج المکلل ۶۵، الشذرات ۷۶/۳۔

(۲) حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ شافعی المذہب تھے۔ حلیۃ الاولیاء آپ کی مایہ ناز کتاب ہے، آپ کے حالات المیزان ۵۲، لسان ۲۰۱/۱، الشذرات ۲۴۵/۳، البدایہ ۴۵/۱۲، طبقات الشافعیہ ۷/۳، الروض المسطور ۲۵، بیان کذب المفتری ۲۴۶، المستطرفہ ۲۶ اور اتحاف النبلاء میں مذکور ہیں۔

(۳) ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم الاصیلی ۳۹۲ھ مالکی مذہب کے حافظ تھے، اپنے دور میں سخن، فقہ سلف اور حدیث میں راتیں کاٹ دیتے تھے، امام دارقطنیؒ کے مشائخ میں سے ہیں حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں :۔

" الحافظ الثبت ۔۔ اخذ الصحیح عن ابی زید المروزی "

(۴) ابوعلی محمد بن عمر بن شبویہ الشبولی ۔ یہ فربری سے الصحیح کے راوی ہیں، اور ان سے سعید بن ابی سعید الصوفی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۵) ابواحمد محمد بن محمد الجرجانی ۔ آپ سے القابسی مذکور اور حافظ ابونعیم مذکور نے بھی الصحیح کا سماع کیا ہے، الشذرات ۸۲/۳ میں ہے :۔

" حدث بصحیح البخاری عن الفربری ومات ۳۷۳ "

علامہ ذہبیؒ نے " العبر " میں الصحیح کا استاد البغوی بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں : حدث بصحیح البخاری عن البغوی العبر ۳۶۶/۲

Marfat.com

(۶) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی الحموی المولود ۲۹۲ھ المتوفی ۳۸۱ھ علامہ نووی نے ان کا سماع ۳۱۶ھ میں فربر میں لکھا ہے حموی اور سرخسی ایک ہی شخص ہے دو نہیں، جیسا کہ مولانا سہارنپوری نے سمجھا ہے، علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔

وفیہ مات مسند خراسان ابو محمد بن عبد اللہ بن احمد حمویۃ السرخسی راوی صحیح البخاری (التذکرہ ص ۱۷۳ ج ۳)

علامہ کرمانی رح نے تفصیل سے آپ کے حالات بیان کئے ہیں نیز ملاحظہ ہو الانساب ص ۲۹۵-۲۹۶ ج ۷۔

(۷) ابو الھیثم محمد بن مکی الکشمیہنی المتوفی ۳۸۹ھ کشمیہنہ مرو میں، ایک قصبہ کا نام ہے، اور اس کی طرف نسبت میں کشی ہنی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت النوابؒ نے التاج میں لکھا ہے کہ یہ بستی اب برباد ہوگئی ہے۔ "واشتہر بروایۃ البخاری عن الفربری" ان سے الصحیح کا سماع ابو سھل محمد بن محمد المتوفی ۴۴۶ھ ام الکرام کریمہ بنت احمد المروزیہ اور ابو زرعہ عبد الرحیم بن احمد الھروی نے کیا ہے۔

(۸) اسماعیل بن ابی نصر محمد بن احمد الکشانی المتوفی ۳۹۱ھ، الکشانیہ سمرقند سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے حافظ صاحب لکھتے ہیں:۔

"وھو اخر من حدث عن الفربری رح" (التاج معجم البلدان)

ان کا ذکر قسطلانی نے الارشاد کے مقدمہ میں کیا ہے۔

(۹) ابو سعید احمد بن محمد۔

(۱۰) محمد بن احمد بن صامت۔ آپ کا ذکر علامہ نووی رح نے کیا ہے۔

(۱۱) ابو لقمان یحییٰ بن عمار الختلانی: آپ ابدال میں سے تھے، صاحب قطف الثمر اور الیافع الجنی نے آپ کا تذکرہ کیا ہے، ان سے الصحیح کی روایت الشیخ المعمر محمد بن شاذ بخت الفرغانی نے کی ہے۔ یہ سلسلہ سند بواسطہ احمد بن عبداللہ الطاؤسی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک دس واسطوں سے پہنچتا ہے، جس کا ذکر انہوں نے المسلسلات میں یوں کیا ہے:۔ الشاہ ولی اللہ عن ابی الطاھر الکردی عن الشیخ ابراھیم الکردی عن معمر الصوفی عبد اللہ ملا سعد اللہ الاھوری عن الشیخ قطب النھروانی عن الشیخ علاؤ الدین الھندوانی

عن الحافظ ابی الفتح نور الدین عن الشیخ المعمر ابی یوسف الھروی عن الشیخ المعمر محمد بن شاذ بخت الفرغانی عن ابی لقمان یحیی بن عمار الختلانی عن الفربری رح عن الامام الھمام شیخ الاسلام البخاری رح۔

وذکروا ایضا ان الشیخ قطب النہروانی روی الصحیح عن الحافظ نور الدین ابی الفتح فعلی ھذا لم تبق الوسائط الا تسعۃ

یاد رہے کہ حافظ نور الدین ابو الفتح احمد عبد اللہ الطاؤسی چونکہ خراسانی ہیں جو رجال ثامنہ سے ہیں، اس بناء پر حافظ ابن حجر رح اور علامہ سیوطی رح کو یہ طریق نہیں پہنچ سکا۔

(۱۲) ابن عساکر المولود ۴۹۹ھ والمتوفی ۵۷۱ھ وھو الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمہ ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبد اللہ بن الحسین الدمشقی الشافعی صاحب تاریخ دمشق

موصوف متعدد کتب کے مؤلف ہیں، جن کا ذکر علامہ ذہبی رح نے التذکرہ میں، اور دیگر اہل سیر نے بھی کیا ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں۔

التذکرہ ص ۱۱ ج ۴، طبقات الشافعیہ ص ۲۷۳ ج ۴، الشذرات ص ۲۳۹ ج ۴، التاج ص ۲۰۶، البدایہ ص ۲۹۴ ج ۱۲۔

(۱۳) ابوذر المتوفی ۴۳۵ھ والصواب اربع قالہ الذہبی رح وھو الامام الحافظ عبد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عفیر الانصاری المالکی ابن السماک سمع من ابی اسحق المستملی ببلخ وابی الھیثم الکشمھینی بھرو اور ابن العماد لکھتے ہیں:۔

"روی الصحیح عن ثلاثۃ من اصحاب الفربری" "الشذرات" اور وہ تین المستملی الکشمھینی اور السرخسی ہیں (کذا فی مقدمۃ الارشاد)

علامہ ذہبی رح نے آپ کا مفصل تذکرہ کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

التذکرہ ص ۲۸۳ ج ۳، الشذرات ص ۲۵۴ ج ۳، البدایہ ص ۵۰ ج ۱۲۔

(۱۴) ابو الوقت المتوفی ۵۵۳ھ وھو عبد الاول بن عیسی بن شعیب بن اسحاق السجزی ثم الھروی ... ابن العماد فرماتے ہیں

Marfat.com

"سمع الصحیح ومسند الدارمی وعبد بن حمید من جمال الاسلام الداؤدی فی سنۃ خمسین وستین واربع مائۃ"

علامہ ابن العماد نے آپ کا تذکرہ شذرات ص ۱۶۶ ج ۴ میں کیا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو التاج ص ۴۳۔

حضرت النواب فرماتے ہیں "السجزی نسبۃ الی سجستان و ھی من شواذ النسب"

حافظ ابن کثیر رح البدایہ میں فرماتے ہیں:۔

"دوی البخاری ومسند الدارمی والمنتخب من مسند عبد بن حمید"

مؤخر الذکر تین نسخوں کا ذکر علامہ قسطلانی رح نے علیحدہ کیا ہے۔ ان کا سماع اگرچہ اصحاب اربعہ کے شاگردوں سے ہے، تاہم ان کے یہ نسخے خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ علامہ موصوف نے مقدمہ ارشاد الساری میں ان کا کافی تعارف کرایا ہے اسی مناسبت سے ان کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

عدد مرویات:۔ آخر میں ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ صحیح بخاری کی جملہ روایات بھی نقل کر دی جائیں، علماء شرق اور شارحین کا اس میں اختلاف رہا ہے، علامہ الجزائری نے اس اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد جو تعداد ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری ایک سو سے زائد کتب اور تین ہزار چار سو سے پچاس ابواب پر مشتمل ہے، یہ کل روایات ۹۰۸۲ ہیں۔ جن سے صحابہ کے آثار اور تابعین کے اقوال خارج ہیں جن میں معلق روایتیں ۱۳۴۱، احادیث ۷۳۹۷، اور وہ روایات جو متابعات یا تنبیہ کے طور پر لائے ہیں ۳۴۴ ہیں۔ (توجیہ النظر ص ۹۴)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۶ھ ۲۶۱

نام ونسب:- آپ کا نام مسلم اور باپ کا نام حجاج ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری، النیساپوری آپ کی کنیت ابوالحسین اور لقب عساکرالدین ہے[1]

ولادت:- آپ کے سن پیدائش میں اختلاف ہے۔ علامہ نووی رح اور ابن خلکان نے ۲۰۶ھ بتلایا ہے[2]۔ لیکن حافظ ابن کثیر، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رح نے ۲۰۴ھ ذکر کیا ہے[3]۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح نے بستان میں ۲۰۲ھ لکھا ہے۔ تاہم صحیح یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی پیدائش ۲۰۶ھ کی ہے۔ کیونکہ متاخرین میں سے ابن اثیر سے جامع الاصول کے مقدمہ میں اس کی تائید ملتی ہے۔ اور محدث مبارک پوری رح کا بھی یہی رجحان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیوخ:- امام صاحب رح کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی تھی۔ جو اس وقت علم وعرفان کا گہوارہ اور محدثین کا پایہ تخت تھا۔ اس لحاظ سے آپ نے بچپن ہی سے علم حدیث کی سماعت شروع کی ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی رح لکھتے ہیں:-

"واول سماعہ ثمانی عشرۃ ومائتین[4]"

لیکن مورخین اور تذکرہ نگاروں سے آپ کے بچپن کے حالات سر اسر نہیں ملتے تا آنکہ آپ کی تلمیذ کی حیثیت سے پہلی نشست اور شیخ کی تعیین ہو سکے، البتہ آپ نے خراسان میں امام اسحاق اور امام ذہلی سے سماعت کے علاوہ دیگر علمی مراکز کو بھی اپنے شرف ورود سے نوازا ہے، چنانچہ رے کے محدثین میں سے محمد بن مہران جمال اور ابوغسان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عراق میں امام احمد رح اور ابوعبداللہ القعنبی حجاز میں سعید بن

---

[1] بستان مترجم ص۱۸۵، [2] تہذیب الاسماء ص۹۲ ج۲ ابن خلکان ص۲۷۵ ج۲ [3] البدایہ ص۳۲ ج۱۱ تذکرۃ ص۱۵۰ ج۲
[4] تذکرۃ الحفاظ ص ایضاً۔

Marfat.com

منصور اور ابو مصعب مصر میں عمرو بن سواد اور حرملہ بن یحیی سے جو امام شافعیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ مستفیض ہوئے[1] بغداد میں تو اپنے اسفار کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا چنانچہ ۲۵۹ھ میں بغداد کا سفر آپ کا آخری سفر تھا[2] ان کے علاوہ احمد بن یونس یربوعی، اسماعیل بن اویس، عون بن سلام، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن یحییٰ، قتیبہ بن سعید، علی بن جعد، ابن ابی شیبہ، امام بخاریؒ اور دیگر اصحاب الحدیث سے استفادہ کیا۔

(تلامذہ) آپ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا اور اپنے شیخ کی طرح حشم وجلالت علم میں امامت کے درجہ کو پایا، امام ترمذی صاحب الجامع، محمد بن اسحق بن خزیمہ، محمد بن مخلد یحییٰ بن صاعد، ابو عوانہ، یعقوب بن اسحق الاسفرائینی، ابو العباس، محمد بن اسحق بن السراج اور ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الزاہد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

امام ترمذی رح نے اپنی جامع میں امام مسلم رح سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جو بواسطہ یحیی بن یحیی عن ابی معاویہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں :- احصوا ھلال شعبان لرمضان۔

امام مسلمؒ کا علمی مذاق :-

امام مسلمؒ کی صحیح ہی آپ کے علمی وفنی کمالات و مذاق کے لئے ایک دلیل ہے، اس سے مستزاد مورخین نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ سے ایک مجلس مذاکرہ میں حدیث دریافت کی گئی آپ اس وقت نہ پہچان سکے تو اپنے گھر تشریف لے گئے، اپنی کتابوں میں تلاش شروع کی، کھجور کا ایک ٹوکرا آپ کے پاس دھرا پڑا تھا، آپ ساتھ ساتھ ایک، ایک کھجور کھاتے جاتے۔ انہماک واستغراق کا یہ عالم تھا کہ تمام کی تمام کھجوریں تناول فرما گئے، آخر یہی کھجوریں آپ کی جان لیوا ثابت ہوئیں اور جان جان آفریں کے سپرد کر گئے۔

اپنے معاصرین کی نظر میں :-

آپ کے اپنے شیوخ آپ کے بارے میں آپ کو علمی قابلیت پر جس فراخدلی سے داد و

---

[1] مقدمہ شرح صحیح مسلم از نووی ص ۵ [2] تاریخ بغداد ص ۱۰۱ ج ۱۳ طبع جدید [3] تہذیب الاسماء ص ۹۰ ج ۲ + ۱۲ [4] تاریخ بغداد ص ۱۰۳ ج ۱۳، البدایہ ص ۳۳ ج ۱۱، التہذیب ص ۱۲۷ ج ۱۰ وغیرہ +

Marfat.com

تحسین سے نوازتے ہیں، اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں:۔

"ای رجل یکون ھذا"[1]

احمد بن سلمہ کا بیان ہے۔ "رأیت اباذرعہ واباحاتم یقدمان مسلم بن الحجاج فی معرفۃ الصحیح علی مشائخ عصرھما"[2]

حافظ ابو قریش رقمطراز ہیں:۔

"حافظ الدنیا اربعۃ فذکرمنھم مسلما" (التہذیب ص۱۲۷ مقدمہ تحفہ ص۱۶۱ التذکرہ ج۲ ص۱۵۱)

امام اسحاق بن منصور امام مسلم سے مخاطب ہیں:۔

"لن نعدم الخیر ما ابقاک اللہ للمسلمین"

ابن الآخر:۔ گویا ہیں "انما اخرجت مدینتنا ھذہ من رجال الحدیث ثلاثۃ محمد بن یحیی وابراھیم بن ابی طالب ومسلما"

تصانیف:۔ امام مسلمؒ کی علمی یادگار مندرجہ ذیل کتب ہیں

(۱) صحیح مسلم، (۲) المسند الکبیر، (۳) کتاب الاسماء والکنی، (۴) کتاب العلل، (۵) کتاب التمییز (۶) کتاب المنفردات والوحدان طبع ہند اور اس کا قلمی نسخہ محترم ومکرم مولانا ارشاد الحق صاحب، زید مجدہٗ کے پاس موجود ہے۔ (۷) کتاب الاقران (۸) کتاب سوالات احمد بن حنبل (۹) کتاب مشائخ الثوری (۱۰) کتاب حدیث عمرو بن شعیب، (۱۱) کتاب الانتفاع باھب السباع، (۱۲) کتاب مشائخ شعبہ (۱۳) کتاب المخضرمین (۱۴) کتاب من لیس لہ الاراو واحد، (۱۵) کتاب الطبقات، (۱۶) کتاب اولاد الصحابہ (۱۷) کتاب افراد الشامیین (۱۸) کتاب اوھام المحدثین (۱۹) کتاب الجامع علی الابواب (۲۰) کتاب الافراد[3] (۲۱) مشائخ مالکؒ، (۲۲) کتاب الاخوۃ (۲۳) رواۃ الاعتبار (۲۴) الرباعیات وغیرہا کتاب العلل امام مسلم کی تصنیف ہے لیکن اسکے بعض مقامات محل نظر ہیں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:۔ "قل ما یوجد لہ غلط فی العلل لانہ کتب المسانید ولم یکتب المقاطیع والا المراسیل"

یہی وجہ ہے کہ العلل میں جو مقام امام بخاریؒ کو حاصل ہے، امام مسلم کو نہیں ملا، العلل میں جب اختلاف واقع ہو تو امام بخاریؒ ہی کا قول راجح ہوگا، علامہ یوسف بنوری اپنے شیخ

[1] التذکرہ ج۲ ص۱۵۱ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۱۰۲ [2] تاریخ بغداد ج۱۳ ص۱۰۱ تذکرہ ج۲ ص۱۵۵ [3] تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۵۱ [4] التذکرہ ۱۰۰

Marfat.com

علامہ شاہ انور کاشمیریؒ سے نقل کرتے ہیں :-

قول احمد بن حنبل والبخاری اولی بالاتباع من قول مسلم لانہما اعرف بالعلل منہ (معارف السنن ج۱ ص۱۰۱) اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ سورہ احد کی تفسیر میں فرماتے ہیں

فانہ ای البخاری کان اعرف بالحدیث وعللہ وافقہ فی معانیہ من مسلم ونحوہ تفسیر سورۃ احد ص۱۱۲

تنبیہ :- علامہ ذہبی نے گو کتاب الوحدان اور کتاب من لیس لہ الا راو واحد کو دو علیحدہ کتابیں قرار دیا ہے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ مطبوعہ نسخہ سے واضح ہوتا ہے، البتہ ممکن ہے کہ کتاب الوحدان کے ص۸ پر تسمیہ "من تفرد عنہ" کے عنوان سے جن راویوں کا ذکر کیا ہے انہیں علامہ ذہبی نے علیحدہ رسالہ قرار دیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

صحیح مسلم کا سبب تالیف :- امام مسلمؒ اپنی "الصحیح" کا سبب اپنے تلامذہ کا استفسار رقم فرماتے ہیں - میرے بعض تلامذہ نے مجھے متعدد روایات کو بلا تکرار جمع کرنے کو کہا، چنانچہ میں نے یہ مجموعہ تیار کیا، جسے میں نے تین لاکھ مسموع روایات سے منتخب کیا ہے - التذکرہ ج۲ ص۱۵۱

"قال الحاکم سمعت عن ابی علی الحسین بن محمد الماس حسبی یقول سمعت مسلم بن الحجاج القشیری یقول صنفت ھذا المسند یعنی صحیحہ من ثلاث مائۃ الف حدیث مسموعۃ انتہی (تذکرہ ج۲ ص۱۵۶ ج۱۳ ص۱۵ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۱۰۲)

اور اس میں آپ نے اپنی ذاتی تحقیق کے علاوہ مزید احتیاط کے پیش نظر دیگر مشائخ وقت کی تصحیح کو صحت کا معیار ٹھہرایا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں :-

"لیس کل شی عندی صحیح وضعتہ ھھنا انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ" (صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ)

اس مقولے پر آئندہ ان شاء اللہ بالتفصیل بحث آ رہی ہے -

صحیح مسلم اور اس کی مقبولیت :- صحیح مسلم کو جس محنت شاقہ کے بعد امام صاحبؒ نے مرتب فرمایا تھا تو اس کا صحیح اندازہ تو صحیح مسلم کو دیکھنے سے ہی ہو جاتا ہے، بلکہ خود امام مسلم کو بھی اپنے اس مجموعہ پر بجا طور پر ناز تھا چنانچہ فرماتے ہیں :-

"ولو ان اھل الحدیث یکتبون مائتی سنۃ الحدیث فمدارھم علی ھذا المسند یعنی صحیحہ (مقدمہ شرح مسلم از نوویؒ)

Marfat.com

حافظ ابن مندہ بیان فرماتے ہیں :-

سمعت ابا علی النیسابوری یقول ما رأیت تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم،

حافظ ابن کثیر رح نے یہی قول اہل مغرب سے بھی نقل کیا ہے۔ حافظ مسلم بن قاسم لکھتے ہیں :- " لم یضع احد فی الاسلام مثلہ" (مقدمہ شرح مسلم)

اور قاضی عیاض رح نے الالماع میں ابو مروان طبنی سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے۔ اور یہی قول حافظ ابن حزم سے بھی منقول ہے۔ علامہ خطیب بغدادی نے ابو سعید بن یعقوب سے نقل کیا ہے۔

ما رأیت فیما یری النائم کان ابا علی الزغوری یمشی فی شارع الحیرة و بیدہ جزء من کتاب مسلم یعنی ابن الحجاج فقلت لہ ما فعل اللہ بک فقال نجوت بھذا و اشار الی ذالک الجزء" تاریخ بغداد ص۱۰۱ ج ۱۳ ابستان ص۱۸۱

ابو حاتم رازی نے خواب میں امام مسلم رح کو دیکھا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے اپنی جنت میرے لئے مباح کر دی ہے، جہاں جی چاہے رہتا ہوں۔ علامہ نووی شارح صحیح مسلم اظہار خیال فرماتے ہیں :-

"ان احوالہ رضی اللہ عنہ و مناقبہ و مناقب کتابہ لا تستقصی لبعدھا عن ان تحصی (تھذیب الاسماء ص۶۲ ج ۲

صحیح مسلم اور اس کے راوی :-

امام مسلم بن حجاج کی تخریج الروایت تواتر کے ساتھ منقول ہے، لیکن الصحیح کی روایت کا سلسلہ دو بزرگوں کے دم سے قائم ہے۔

(۱) شیخ ابراہیم بن محمد بن سفیان نیسابوری المتوفی ۳۰۸ھ

علامہ نووی تہذیب الاسماء (ج ۲ ص ۹۰) پر لکھتے ہیں : ھو راوی صحیح مسلم"

اور شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :- اما من حیث الروایۃ المتصلۃ بالاسناد المتصل فقد انحصرت طریقتہ فی ھذہ البلدان والازمان فی روایۃ ابی اسحاق ابراھیم بن محمد بن سفیان عن مسلم

ابراہیم بن سفیان کو امام مسلم رح سے خاص ربط تھا، اکثر ان کی خدمت میں رہتے۔

دوسرے راوی ابو محمد احمد بن علی قلانسی ہیں، لیکن ان کا سلسلہ صرف مغرب کی حدود

Marfat.com

تک محدود ہے اور جو قبولیت ابراہیم کی روایت کو بلبسر ہوئی وہ قلانسی کی روایت کو نہیں ہوسکی، بلکہ ابو محمد قلانسی نے صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تقریباً تین اجزاء کے قریب ہے یعنی حدیث افک سے آخر کتاب تک۔ امام مسلم سے نہیں سنا، البتہ ابراہیم کے شاگرد ابو احمد جلودی سے ابن ماہان روایت کیا کرتے تھے۔

ابراہیم بن سفیان سے ایک جماعت نے صحیح مسلم کو روایت کیا ہے، جن میں سب سے زیادہ شہرت جلودی کے نسخہ کو حاصل ہوئی ہے، حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:۔

ابراہیم بن سفیان کے نسخہ میں فوات ہیں، جن کو کہ اخبرنا ابراہیم عن مسلم کے الفاظ سے روایت کرنا چاہیئے اور یہ فوات "اصول معتمدہ" میں تین مواضع میں محقق طور پر ثابت ہیں۔ (۱) کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر "من حدیث ابن عمر رحم اللہ المحلقین (ج ۱، ص ۴۲۰) سے لے کر حدیث ابن عمر انہ صلی اللہ کان اذا استوای علی بعیرہ تک یعنی حدیث ابن عباس ومعہا ذو محرم ج ۱ ص ۴۳۴ تک

چنانچہ "باب الحلق والتقصیر" میں حضرت ابن عمر کی روایت مذکور پر یہ الفاظ ہیں:۔
من ھھنا قرأۃ علی ابی احمد حدثکم ابراھیم عن مسلم اور ص۴۳۴ پر یہ الفاظ ہیں۔ الی ھھنا قرأت علیہ یعنی علی الجلودی عن مسلم پھر اس کے بعد حدیث مسلم ہے، دوسرا مقام ادا وصایا (ج ۲ ص ۳۸) حدیث ابن عمر ماحق امرئ تا (ج ۲ ص ۵۶) حدثنی اسحاق بن منصور ہے تیسرا فوات از حدثنی زھیر۔

صحیح مسلم اور اس کی خصوصیات:۔

صحیح مسلم کو جو خصوصیات دیگر مصنفہ کتب حدیث سے ممتاز کرتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) حسن ترتیب (۲) امام مسلم رح نے حدثنا اور اخبرنا، کے فرق کو بھی ملحوظ رکھا ہے، اور یہی مسلک جمہور محدثین کا ہے۔ بخلاف امام بخاری رح کے جیسا کہ ہم ان کے ترجمہ میں ذکر کرآئے ہیں۔ (۳) ایک ہی مفہوم کی حدیث اگر دو مختلف راویوں سے اختلاف الفاظ ذکر کرتے ہوئے صرف ایک سند پر بھی اکتفا کرتے ہیں۔ اور وہاں واللفظ لفلان کے الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں۔ لبسا اوقات اس سے بھی آسان طریق اختیار کرتے مثلاً حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ وابو سعید الاشج کلاھما عن ابی خالد قال ابوبکر۔ حدثنا ابو خالد الاحمش وساق الحدیث یہاں ابوبکر کے اعادہ سے اشارہ فرماتے ہیں کہ الفاظ کے

Marfat.com

الفاظ ایک ہیں۔ گو بعض مواضع پر واللفظ لہ اونحوہ فرما دیتے ہیں۔ گویا ترک تطویل سے کام لیتے ہیں۔ لیکن یہ چیز صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ چنانچہ ابن الصلاح النوع السادس والعشرون میں لکھتے ہیں :- "وذالک فیما عیب علی البخاری"

(۴) صحیفہ ھمام بن منبہ میں امام مسلم رح نے سب سے الگ راہ اختیار کی ہے۔ وہ یہ کہ حدثنا سے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری سند بیان کر دینے کے بعد کہہ دیتے ہیں فذکر احادیث منہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر امام بخاریؒ نے ایک دوسرا طریق اختیار کیا ہے کہ صحیفہ کی پہلی حدیث کا اشارہ فرما کر اس پر مقصود حدیث کا عطف ڈالتے ہیں۔ مثلاً کتاب الطہارت میں حضرت ابوہریرہ رض سے حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :- "انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول نحن الاخرون السابقون وباسنادہ قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم مگر علماء فن لکھتے ہیں :-

طریق مسلم اوضح ولذا قل من اطلع علی مقصد البخاری فی ذالک ؟

(۵) اور جب کبھی کسی نام یا کنیت کا ذکر کرتے ہیں، تو اس کی توضیح کبھی تو یعنی فلاں یا وہو فلاں سے کرتے ہیں۔ مثلاً حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ حدثنا سلیمان یعنی ابن بلال عن یحیی وھو ابن سعید الخ جس سے امام صاحب کی حسن صداقت کے ساتھ حسن ذوق اور معرفت تامہ کا ثبوت ملتا ہے۔

(۶) امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں خود رواۃ کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے :-

(۱) وہ حدیثیں جو بالکل صحیح اور ان کے رواۃ عموماً متقن، حافظ، ضابط اور ثقہ تسلیم کئے گئے ہیں۔

(۲) وہ احادیث جن کے رواۃ باعتبار ثقاہت اور حفظ، اتقان کے پہلے درجہ کی نسبت کم ہیں۔

(۳) وہ حدیثیں جن کے رواۃ کو عموماً یا اکثر محدثین نے مردود قرار دیا ہے اور متہم بالکذب ہوں، ان طبقات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں پہلی قسم کی حدیثوں کے بعد دوسری قسم کی احادیث درج کروں گا، لیکن مجھے تیسری قسم کی احادیث سے کوئی سروکار نہیں (مقدمہ صحیح) علامہ نووی مقدمہ شرح مسلم میں مزید فرماتے ہیں۔ کہ امام مسلم کے اس قول میں محدثین کی دو مختلف رائیں ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابو عبد اللہ حاکم اور حافظ بیہقی کا خیال ہے، کہ امام مسلم رح کو موت نے دوسرے طبقے کی حدیثوں کی تخریج کا موقعہ نہیں دیا۔ لیکن قاضی عیاض کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح مسلم میں دونوں طبقوں کی حدیثیں موجود ہیں (مقدمہ شرح نووی)۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دوسرے طبقے کی روایات بطور شواہد یا متابعت مذکور ہیں۔ جن کو بعض محدثین نے معتبر اور بعض نے غیر معتبر قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں موازنہ :- جمہور محدثین اور ائمہ اصول نے صحیح بخاری کو اصح الکتب گردانا ہے۔ اس کے برعکس بعض اہل مغرب نے صحیح مسلم کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے، چنانچہ امام ابو علی النیسابوری صحیح مسلم کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم"

اور یہی قول ابن حزم رحمۃ اللہ کا ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ فنی اعتبار سے تو صحیح بخاری کا درجہ بلند ہے اور حسن ترتیب میں مسلم کو فوقیت حاصل ہے۔ جس طرح اگلے صفحات پر ہم ذکر کریں گے۔ تاہم کلّی طور پر ان دونوں میں سے کسی کو بھی ایک دوسری پر فوقیت حاصل نہیں ہے، البتہ کچھ وجوہ کی بنا پر جو نسبتاً صحیح مسلم کے تفوق میں زیادہ ہیں، صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دینا لازمی ہو جاتا ہے، ذیل میں ان وجوہات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) صحیح بخاری کے رواۃ پر صحیح مسلم کے رواۃ کی نسبت تنقید کم ہے۔

(۲) صحیح بخاری کے جن رواۃ پر جرح کی ہے، ان سے امام بخاری رح نے بہت کم روایت کی ہے۔ برعکس صحیح مسلم کے کہ اس میں ان کی مرویات بکثرت ہیں۔

(۳) صحیحین میں مجروحین زیادہ تر وہ لوگ ہیں۔ جن کا شمار امام بخاری رح کے شیوخ میں ہوتا ہے۔ اور مؤلف کو چونکہ ان کی مرویات کے متعلق مکمل انشراح حاصل تھا بنابریں وہ ان سے روایت لائے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم میں ایسے رواۃ تبع تابعین وغیرہ سے ہیں۔ جن کو صحیح طور پر جانچنا مشکل ہے۔

(۴) امام بخاری رح نے اصالۃ طبقہ اولی سے روایت کا التزام کیا ہے۔ اور پھر استشہاداً طبقہ ثانیہ سے روایت لائے ہیں۔ مگر امام مسلم رح اس دوسرے طبقے سے بھی اصالۃ

Marfat.com

روایت لے آتے ہیں۔

(۵) امام مسلم رح معنعن روایت میں اتصال کے لئے صرف معاصرت کافی سمجھتے ہیں، مگر امام بخاری رح معاصرت کے ساتھ لقاء کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔

(۶) ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ جلالت قدر میں امام بخاری کا مرتبہ امام مسلم رح سے بہت بلند ہے؛ اس پہ مستزاد یہ کہ آپ امام مسلم رح کے استاذ ہیں اور صناعت حدیث میں زیادہ ماہر ہیں جیسے کہ بعض نے کہا ہے:۔

"وان مسلما تلمیذہ ..... ولم یزل یستفید منہ ویتبع آثارہ حتی قال الدارقطنی لولا البخاری ما راح مسلم ولا جاء" ان وجوہ کی بنا پر صحیح بخاری کو جمہور نے اصح کہا ہے۔ رہا امام حاکم کا قول تو اس کا جواب علامہ سیوطی رح نے تدریب الراوی میں متعدد انواع سے ذکر فرمایا ہے۔ وہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح سے نقل فرماتے ہیں، کہ امام حاکم کے قول میں احتمال ہے، کہ اس میں اگر مساوات مراد ہو جیسا کہ حدیث میں ہے۔ "ما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لہجۃ من ابی ذر" تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات پر دال نہیں کہ وہ جمیع صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق سے بھی زیادہ اصدق تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے یہ تھی کہ ابوذر رض سے اصدق کوئی نہیں، یعنی مساوات بیان کرنا مقصود تھا برعکس امام نووی کے قول کے وہ فرماتے ہیں:۔

"والبخاری اصحھما واکثرھما فوائد وقیل مسلم والصواب الاول" (التقریب مع التدریب)

اور آگے چل کر ایک جواب یہ دیا ہے کہ امام حاکم رح کا مقصود وہ نہیں جس کے ہم درپے ہیں۔ بلکہ صحیح مسلم کو بایں وجہ ترجیح ہے کہ

انہ کان یتحرز فی الالفاظ ویتحری فی السیاق بخلاف البخاری فربما کتب الحدیث من حفظہ ولم یمیز الفاظ روایۃ وربما یعرض لہ الشک وقد صح عنہ انہ قال رب حدیث سمعتہ بالبصرۃ فکتبتہ بالشام ولم یتصد مسلم لما تصدی لہ البخاری من استنباط الاحکام وتقطیع الاحادیث ولم یخرج الموقوفات (التدریب)

Marfat.com

علاوہ ازیں ہم صحیح مسلم کی خصوصیات میں بھی اس پہلو پر کچھ روشنی ڈال آئے ہیں۔ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ صحیح مسلم کو ان وجوہ کی بنا پر ترجیح دی گئی ہے۔ پھر امام مسلم رح حدیث کے مختلف طرق و اسانید کی تحویل کو نہایت ایجاز سے ادا کرتے ہیں۔

الغرض صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر صرف حسن وضع اور جودت ترتیب کے اعتبار سے ہی فوقیت حاصل نہیں بلکہ بعض دیگر فنی وجوہ کے اعتبار سے بھی امتیاز حاصل ہے۔ ہاں صحیح بخاری اپنے دیگر امتیازات کے ساتھ ساتھ اصحیت اور دیگر علمی و فنی خوبیوں کا ناقابل بیاں ذخیرہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جو ایک یاص کی مانند ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ تراجم ابواب ایک منہ بولتی شرح ہے۔ تو کیوں نہ صحیح بخاری کو ذخیرہ کتب حدیث میں گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہو، وللہ الحمد والمنۃ "واللہ اعلم بالصواب"

معنی قولہ "انما وضعت ههنا ما اجمعوا علیہ" امام مسلم کے یہ الفاظ "باب التشہد" میں ہیں جو دراصل ایک استفسار کا جواب ہیں، اور وہ یہ کہ راوی کتاب نے امام مسلم رح سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک جب حضرت ابوہریرہ کی روایت "واذا قرأ فانصتوا" صحیح ہے؟ تو اسے اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کرتے چنانچہ امام مسلم رح نے فرمایا!! "لیس کل شئ صحیح عندی وضعتہ الخ"

لیکن محققین نے امام رح مسلم سے اتفاق نہیں کیا اس لئے علامہ نووی رح رقمطراز ہیں ا۔

"مع هذا فقد اشتمل کتابہ علی احادیث اختلفوا فی متنها او اسنادها وفی ذالک ذهول عنہ عن هذا الشرط" (التدریب)

حافظ ابن الصلاح نے اس کی تاویل ان الفاظ سے کی ہے ا۔

"وان لم یظهر اجتماعها فی بعضها عند بعض"

علامہ عراقی اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بات امام مسلم کے اس قول سے مفہوم نہیں ہوئی بلکہ اس کا تقاضی تو یہ ہے کہ :-

"ان جمیع احادیث کتابہ مجمع علی اجماع شرائط الصحیح فیها الخ"

پس امام مسلم رح کے اس قول کی توضیح میں کہا جائے گا۔

"ای ما وجد عندہ فیہ شرائط الصحیح المجمع علیہ بحسب نظرہ واطلاعہ وان خالفہ البعض فی بعضها"

Marfat.com

حافظ ابن الصلاح نے دوسری تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد نفس حدیث میں اختلاف نہ ہوتا ہے۔ نہ کہ حدیث کے بعض راویوں کا مختلف فیہ ہونا بہرحال تاویل جو بھی کی جائے، اس میں بحسب نظرہ کی شرط ملحوظ رہے گی۔

پھر یاد رہے کہ ابن الصلاح نے اگرچہ اس اجماع سے اجماع عام لیا ہے۔ لیکن دیگر اہل فن نے اسے اس دور کا خاص اجماع قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی فرماتے ہیں:

"اراد مسلم اجماع اربعة احمد بن حنبل وابن معین وعثمان بن ابی شیبہ وسعید بن منصور الخ اساقی" (التدریب)

بعینہ اس قسم کا اجماع وہ ہے، جس کا ذکر امام اسحٰق کرتے ہیں۔ کہ میں جب عراق گیا تو امام احمد، ابن معین اور دیگر اصحاب کے ساتھ نشست و برخاست رہی۔ احادیث کا ذکر چھڑ جاتا اور محدثین ایک ایک حدیث کی دو دو، تین تین سندیں پیش کرتے جاتے، پھر سب کے بیچ میں امام یحییٰ فرماتے۔ اور یہ سند بھی تو ہے! جب اسانید و طرق کا مرحلہ طے ہو پاتا تو میں کہتا!۔

"الیس قد صح هذا باجماع منا" (ترجمہ امام احمد۔ تاریخ الاسلام للذھبی دار المعارف ص۱۵ ط)

بہرحال اگر اجماع سے اجماع عام مراد لیں تو اس میں "بحسب نظرہ" کی شرط ملحوظ ہو گی، اور اگر اجماع خاص مراد لیں تو کوئی اشکال نہیں رہتا واللہ اعلم۔

صحیح مسلم اور اس کے ناقدین:-

جیساکہ ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امام مسلم نے رواۃ کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ میں تیسرے طبقے سے روایت نہیں لاؤں گا، لیکن علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں کہ جب کہیں طبقہ اولیٰ و ثانیہ سے حدیث نہیں ملی تو تیسرے طبقے سے بھی حدیث لائے ہیں۔ بایں وجہ حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:-

"وقد عیب علی مسلم روایته فی صحیحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الذین لیسوا من شرط الصحیح"

مگر اس کے جواب بچند وجوہ دیے گئے ہیں:-

(۱) "ان ذالك واقع فی المتابعات والشواهد کما لا فی الاصول"

(۲) جس راوی کو ضعیف کہا گیا ہے۔ تو اس میں موجب ضعف بعد میں پیدا ہوا۔ امام

Marfat.com

مسلم اس سے بری ہیں۔ مثلاً احمد بن عبدالرحمٰن بن اخی عبداللہ بن وہب ہیں کہ امام مسلم کے ۲۰۵ھ میں مصر کے خروج کے بعد ان کے حافظہ میں اختلاط سے قبل ان سے روایت لے چکے ہیں۔ (اعلام المحدثین)

(۳) یا محض علو سند کے اظہار کے لئے ضعیف راوی سے سند لے آئے ہیں، حالانکہ وہی روایت نزول کے ساتھ دوسرے ثقات سے بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ امام مسلم رح نے سعید بن عمرو کے استفسار کے جواب میں فرمایا تھا۔ "تاریخ بغداد" ص ۲۷۴

(۴) اور اگرچہ ایک جماعت نے اس کے بعض راویوں کو ضعیف کہا ہے، لیکن امام مسلم رح کے نزدیک ان کی ثقاہت متحقق ہے۔ وغیر ذلک "

لیکن ان جوابات میں بعض تو ایسے ہیں جو محل نظر ہیں۔ جنہیں ہم یہاں ذکر نہیں کرتے البتہ ان روایات کی نشاندہی کرتے ہیں، جن پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

(۱) علامہ ابن الجوزی جو کہ حدیث کو موضوع کہنے میں متشدد ہیں، انہوں نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کو بھی موضوع کہا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

" عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان طالت بک مدۃ اوشک ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون فی لعنتہ فی ایدیھم مثل اذناب البقر "

حافظ ابن حجر القول المسدد میں فرماتے ہیں

" لم اقف علی شئی فی کتاب الموضوعات حکم علیہ بالوضع وھو فی احد الصحیحین غیر ھذا الحدیث وانھا لغفلۃ شدیدۃ منہ " القول المسدد ص ۳۲

ابن الجوزی اس روایت کے موضوع ہونے کی علت یہ ذکر کرتے ہیں، کہ ابن حبان نے اسے باطل کہا ہے۔ اور افلح ثقات سے موضوع روایتیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں :-

قال ابن حبان باطل وافلح یروی الموضوعات عن الثقات

لیکن حقائق اس کے خلاف ہیں۔ افلح ثقہ ہیں، متقدمین میں سے کسی ایک نے بھی اسے مجروح قرار نہیں دیا، حافظ ابن حجر رح نے القول المسدد میں اس پر مفصل بحث کی ہے فرماتے ہیں :-

افلح المذکور ثقۃ مشھور وثقہ ابن حبان وابن سعد والنسائی

Marfat.com

وابوحاتم وروی عنه ابن المبارک وطبقته واخرج له مسلم فی صحیحه ولم ار للمتقدمین فیه کلاما الا ان العقیلی قال لم یرو عنه ابن مهدی وهذا لیس بجرح وقد اخطأ ابن الجوزی فی تقلیده ابن حبان فی هذه الموضع خطأ شدیدا وغلط ابن حبان فی افلح فضعفه بهذا الحدیث وتعقب الذهبی فی المیزان کلام ابن حبان فقال حدیث افلح صحیح غریب وابن حبان ربما جرح الثقة حتے کانه لایدری ما یخرج من رأسه وقد تابعه سهیل عن ابیه عن ابی هریرة اخرجه احمد والحاکم والبیهقی فی الدلائل و ابن حبان فی صحیحه قال ولقد اساء ابن الجوزی لذکره فی الموضوعات حدیثا فی صحیح مسلم وهذا من عجائبه انتهی القول المسدد واللآلی المصنوعة ص۱۸۳ ج ۱، ص۱۸۴ ج ۲ دوسری روایت حضرت ابن عباس سے مروی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں،

قال کان المسلمون لا ینظرون الی ابی سفیان ولا یقاعدونه، فقال للنبی صلی الله علیه وسلم یا نبی الله ثلاث اعطنیهن قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله حبیبة بنت ابی سفیان ازوجکها قال نعم

اس روایت پر بھی محدثین نے بڑی سختی سے کلام کی ہے۔ اور کہا ہے کہ تاریخی اعتبار سے بھی یہ روایت غلط ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ام حبیبہؓ کا نکاح فتح مکہ سے قبل ہو چکا تھا، حافظ ابن حزمؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

هذا الحدیث وضعه عکرمة بن عمار وهذا القول منه لا یتابع علیه (البدایه ص۔ ج ۴، جلاء الافهام۔ شرح مسلم ص۳۴ ج ۲ الهدی ص۲۵)

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں وفی صحیح مسلم قد ساق له اصلا منکرا عن سماک الحنفی عن ابن عباس فی الثلاثة التی طلبها ابو سفیان الخ" (میزان ترجمہ عکرمہ)

حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:۔

وما وقع عند مسلم ان ابا سفیان لما اسلم طلب منه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یزوجه ایاها فاجابه الی ذالک وهو وهم من بعض الرواة (الاصابه ص۸۵ ج ۸)

Marfat.com

اور علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :۔

وما رواہ مسلم بن الحجاج فی صحیحہ ان اباسفیان لما اسلم طلب منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتزوجہا ناجابہ الی ذالک وھو وھم من بعض الرواۃ " (اسد الغابہ ص۴۴۱ ج ۴)

حافظ ابن قیم رح نے جلاء الافہام میں اس حدیث پر بسط سے کلام کی ہے، مکمل بحث کے لئے اصل کی طرف رجوع کریں، البتہ ان کا فیصلہ ملاحظہ کرتے جائیں، فرماتے ہیں :۔

فالصواب ان الحدیث غیر محفوظ بل وقع فیہ تخلیط "[1] اور اس کے بعد جس قدر اس کے جوابات دیے ہیں ان کا ایک ایک کرکے جواب دیا ہے۔ ایک مقام پر لکھا ہے۔ کہ اگر کہا جائے کہ عکرمہ کی متابعت اسمٰعیل بن مرسال نے کی ہے۔ جسے طبرانی نے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے۔ تو وہ متابعت قابل اعتماد نہیں کیونکہ

" ان ھولاء مجاھیل لا یعرفون بنقل العلم "

تاہم ہمارے مذکورہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اس روایت کے ذکر کرنے میں بعض رواۃ کا وہم ہے۔ البتہ اس کے جواب متعدد دئے گئے ہیں۔ علامہ نووی ابن حزم کی کلام نقل کرکے اسے بہت بڑی جسارت قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں :۔

قال ابو عمر ویحتمل انہ سالہ تجدید عقد النکاح تطییبا لقلبہ الخ لیکن حدیث کے الفاظ اس پر دلالت نہیں کرتے حافظ ابن قیم رح کی جلاء الافہام میں کردہ بحث جو ایک پختہ جواب کی حامل ہے کیطرف رجوع فرمائیں علامہ نووی ؒ بھی اس جواب سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں، چنانچہ رقمطراز ہیں :۔

لیس فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جدد العقد قال ابی سفیان انہ یحتاج الی تجدید فلعلہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بقولہ نعم ان مقصودک یحصل وان لم یکن بحقیقۃ العقد (شرح مسلم للنووی ص۳۰۴ ج ۲)

حافظ ابن کثیر نے ایک جواب یہ دیا ہے :۔

" والاحسن فی ھذا انہ اراد ان یزوجہ ابنتہ الاخریٰ عزۃ لما رأی فی ذالک من الشرف واستعان باختہا ام حبیبۃ کما

---

[1] جلاء الافہام ص۱۷۹ تا ص۱۹۲ الھدی ص۲۷ ط ہند علی حاشیۃ ابن ہشام)

فی الصحیحین وانما ھم الراوی فی تسمیۃ ام حبیبہ فقد اورد تالک الک خبراً مفردا
لیکن حافظ ابن کثیرؒ کا اسے احسن کہنا قطعاً درست نہیں کیونکہ (العیاذ باللہ)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ تھا کہ دو بہنوں کا عقد جائز نہیں حافظ ابن قیمؒ
فرماتے ہیں :۔

ولا یبعد اخفاء التحریم للجمع علیہ فقد خفی ذالک علی ابنتہ وھی
افقہ منہ واعلم حین قالت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ھل لک فی اختی بنت سفیان الخ۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

ھذا الجواب حسن لولا قالہ فی الحدیث فاعطاہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما سأل فیقال حینئذ ھذہ
اللفظۃ وھو من الراوی فانہ اعطاہ بعض ما سأل ولفظھا ۔

بہرحال ام حبیبہؓ کے نام میں یا فاعطاہ ماسئل کے لفظ میں وہم ماننے کے
بغیر کوئی چارہ جوئی نہیں ہے، حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حزم نے اسے عکرمہ کا وہم بتایا
ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے مطلق رکھا ہے اور اس نام کی تعیین میں اجتناب
سے کام لیا ہے کما مر انفاً واللہ اعلم

(۳) تیسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے :۔

" اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فقال خلق
اللہ التربۃ یوم السبت وخلق فیھا الجبال یوم الاحد الحدیث۔

ظاہر ہے کہ یہ روایت قرآن پاک کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں " خلق
اللہ سبع سمٰوات والارض فی ستۃ ایام " ہے اور یہاں زمین کا ذکر آنحضرت
ساتویں دن فرما رہے ہیں، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :۔

" وکذالک فی صحیح مسلم فیہ الفاظ قلیلۃ غلط وفی نفس
الاحادیث الصحیحۃ مع القرآن ما یبین غلطھا مثل
ما روی ان خلق التربۃ یوم السبت وجعل خلق المخلوقات
فی الایام السبعۃ وان ھذا الحدیث قد بین الائمۃ کیحیی بن

Marfat.com

معین وعبد الرحمن بن مهدی والبخاری وغیرهم انه غلط وانه لیس فی کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل صرح البخاری فی تاریخہ الکبیر انہ من کلام کعب الاحبار کما قد بسط فی موضعہ والقران یدل علی غلط ھذا (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح)

اسی طرح ان کے تلمیذ حافظ ابن قیم رح رقمطراز ہیں :۔

" اما حدیث ابی ھریرۃ الذی رواہ مسلم فی صحیحہ خلق التربۃ یوم السبت فقد ذکرہ البخاری فی تاریخہ انہ حدیث معلول وان الصحیح انہ قول کعب الاحبار وھو کما ذکرلانہ یتضمن ان ایام الخلق سبعۃ والقران (البدائع والفوائد ص ۱ ج ۱)

اور حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں :۔

فقد رواہ مسلم والنسائی فی کتابیھما من حدیث ابن جریج وھو من غرائب الصحیح وقد عللہ البخاری فی التاریخ و قال رواہ بعضھم عن ابی ھریرۃ عن کعب الاحبار وھو اصح (تفسیر ابن کثیر ص ۹۳ ج ۱)

امام بخاری رح نے یہ قول ایوب بن خالد بن ابی ایوب کے ترجمہ میں نقل کیا ہے (التاریخ الکبیر)

علامہ سیوطی نے بھی الشماریخ فی علم التاریخ میں یہی بات نقل کی ہے الشماریخ ص ۳ طبع ہند

الغرض اس روایت کو بھی محدثین متقدمین و متاخرین نے شک وشبہ کی نظر سے دیکھا ہے ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل یہ روایت کعب الاحبار سے بواسطہ ابوہریرہ منقول ہے ۔ لیکن بعض راویوں سے اس میں تصرف یہ ہوا ہے کہ انہوں نے اسے مرفوع ذکر کر دیا ہے ۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ابن عمرو بن العاص سے مروی ہے :۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم بعث اللہ جبریل الی ادم و حواء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناہ ادم ثم امر بالطواف بہ وقیل لہ انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس الحدیث حافظ ابن کثیر رح نے اسے ان اول بیت وضع للناس کے تحت ذکر کیا ہے ۔ (ص ۳۸۳ ج ۱) لیکن اس کے مابعد ذکر فرماتے ہیں :۔

انہ کما تری من مفردات ابن لھیعۃ وھو ضعیف والاشبہ واللہ

اعلم ان یکون ھذا موقوفاً علی عبد اللہ بن عمرو ویکون من الزاملتین التین اصابھما الیرموک من کلام اھل الکتاب "

تو اسی طرح یہ روایت دراصل حضرت ابوہریرہ نے حضرت کعب الاحبار سے سنی تھی لیکن بعض راویوں نے اسے مرفوع ذکر کرنے میں غلطی کی ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ ہیں وہ روایتیں جو سردست ہماری نظر سے گزری ہیں اور ان پر سلف وخلف سے علماء نے کلام کی ہے۔

عدد مرویات :- علامہ نووی رح صحیح مسلم کی روایات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وجملۃ ما فی صحیح مسلم باسقاط المکرر نحو اربعۃ الاف المتقدیت " لیکن حافظ ابو الفضل احمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ اس میں بارہ ہزار احادیث ہیں، اور حافظ میانجی کہتے ہیں کہ یہ آٹھ ہزار احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کے برعکس ہمارے محترم مولانا ابو الفضل محمد المدنی کے شمار کے مطابق کل ۹۰۸۲ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں، کہ چار ہزار احادیث اصول کی ہیں اور بارہ ہزار باعتبار ان احادیث کے احصاء کے ہے۔ جو اصل مسلم کی بیاض میں تھیں، لیکن مزید تحقیق وتنقیح سے ۹۰۸۲ رہ گئیں اور آٹھ ہزار کی تعداد اندازہ پر محمول ہوگی واللہ اعلم بالصواب "

کیا صحیح مسلم جامع ہے :- فن حدیث میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں، جس میں عقائد احکام، رقاق، اداب، تفسیر، تاریخ، فتن اور مناقب کے متعلق احادیث ہوں، صحیح مسلم کا تذکرہ کرنے والوں نے اسے جامع کہا ہے، مثلاً شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے جب صحیح مسلم کو تین دن میں ختم کیا تو اس پر چند شعر کہے ہیں فرماتے ہیں :-

قرأت بحمد اللہ جامع مسلم   بجوف دمشق الشام جوف الاسلام
علی ناصر الدین الامام ابن جھبل   بحضرت حفاظ مشاھیر اعلام
وتم بتوفیق الالہ وفضلہ   قراءۃ ضبط فی ثلاثۃ ایام

اسی طرح حاجی خلیفہ نے کشف میں اور ملا علی قاری نے مرقات المفاتیح اور نواب صدیق الحسن خاں صاحب نے اتحاف النبلاء میں مسلم کو جامع کے لفظ سے ذکر کیا ہے

Marfat.com

لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے عجالہ نافعہ میں اس کے جامع ہونے کا انکار کیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تفسیری احادیث انتہائی کم ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رح نے فتح الملہم صـ ۱۰۵/۱ میں اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے

> کہ امام بخاری رح کی الصحیح میں جو احادیث تفسیری مذکور ہیں وہ زیادہ تر وہ ہیں جو پہلے ابواب میں مذکور ہیں۔ اور ان میں انہوں نے آثار موقوفہ ولغوی اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

لیکن امام مسلم رح نے تکرار سے احتراز کرتے ہوئے ان کو دوبارہ لکھنے سے اجتناب کیا ہے۔ اسی وجہ سے تفسیر سے متعلق حدیثیں باب التفسیر میں نہایت کم ہیں، پھر اگر مانا جائے کہ اس میں واقعۃً کم احادیث ہیں اور اس کے جامع نہ ہونے کا اسی بات کو سبب ٹھہرایا جائے تو پھر جامع سفیان ثوری، جامع ابن عیینہ کو بھی جامع نہیں کہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں بھی احادیث تفسیر بہت کم ہیں۔ علامہ الکتانی نقل کرتے ہیں:۔

> ثم جامع سفیان الثوری وجامع سفیان بن عیینہ فی السنن والآثار وشی من التفسیر الخ (الرسالۃ المستطرفۃ)

الغرض جب ان کتابوں کو جامع کہا گیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ صحیح مسلم کو جامع نہ کہا جائے واللہ اعلم (فوائد جامع صـ ۱۵۷، ۱۵۸)۔

"مقدمہ صحیح مسلم" مذہب کی نگہبانی اگرچہ ایک قدرتی داعیہ ہے، لیکن امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کردار اس میں دکھلایا ہے وہ سابقہ امم میں یکسر مفقود ہے، اسی مذہب کی پاسبانی کے لئے انہوں نے نحو، ادب، صرف، فقہ، اصول فقہ والتفسیر اور دیگر علوم میں خاطر خواہ کمال پیدا کیا، یہ فنون مذہب کے لئے ایک اوزار کی حیثیت رکھتے ہیں یا بالواسطہ مذہبی علوم کے ساتھ متعلق ہیں اور مذہبی علوم میں خصوصاً حدیث چونکہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس بنا پر ان میں علم حدیث کے مقدس علم کا خصوصاً پرچار ہوا، اور ایسا ہونا بھی لازمی امر تھا کیونکہ دین کی اساس درحقیقت اسی علم پر موقوف ہے۔ لیکن اس علم کے حصول اور اخذ وادا کے سلسلے میں کچھ ایسے نااہل اور خود غرض افراد بھی نمودار ہوئے، جن کا نقطہ نظر صرف ناموری و شہرت حاصل کرنا تھا، اس بنا پر انہوں نے

Marfat.com

اسناد کی یکسر پرواہ نہ کی اور محض کثرت احادیث اور اپنی مرویات کی زیادتی کے چاؤ میں ایسی ایسی روایات بھی بیان کر ڈالیں جو ابتر اور بے اصل تھیں یعنی صحابہ وتابعین کرام سے ان کی کچھ اصل نہ ملتی تھی، امام مسلم رح اپنی الصحیح کے مقدمہ میں اس بات کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں ؛ چنانچہ رقمطراز ہیں :-

ولا احسب کثیرا ممن یعرج من الناس علی ما وصفنا من ھذہ الاحادیث الضعاف والاسانید المجھولۃ ویعتد بروایتھا بعد معرفتہ بما فیھا من التوھن والضعف الا ان الذی یحملہ علی روایتھا والاعتداد بھا ارادۃ التکثیر بذلک العوام ولان یقال ما اکثر ما جمع فلان من الحدیث والف من العدد ومن ذھب فی العلم ھذا المذھب وسلک ھذا الطریق فلا نصیب لہ فیہ وکان بان یسمی جاھلا اولی من ان ینسب الی العلم - (مقدمہ صنہ صحیح مسلم)

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں محض شہرت کی بنا پر ہر قسم کی رطب ویاس احادیث کو روایت کرنے کا مذاق بڑھ گیا تھا۔ جس سے دین محمدی کی صحیح آبیاری تو درکنار اس کے استحصال کی راہیں ہموار ہوئیں" اعاذنا اللہ من کل بدعۃ"

امام مسلم رح کی تصریح کے مطابق اس قسم کا دوسرا وہ طبقہ تھا جس نے ضعیف و موضوع روایات بیان کرنے کو اپنا کسب بنا لیا تھا یہ جاہل زاہدوں اور صوفیوں کا گروہ تھا اور محدثین نے اس سبب سے ان کی احادیث اخذ کرنے میں اعتناء تک نہیں کیا چنانچہ امام مسلم خود ہی اپنی سند سے سعید القطان سے نقل کرتے ہیں :-

" لم نری الصالحین فی شیٔ اکذب منھم فی الحدیث" مقدمہ صحیح مسلم صٓ۱۳

اس میں زیادہ دخل ان کے اپنے تساہل وغیرہ کو تھا نہ کہ وہ احادیث وضع کیا کرتے تھے امام مسلم رح رقمطراز ہیں :-

"یجری الکذب علی لسانھم ولا یتعمدون الکذب" مقدمہ صٓ۱۳

اس پر امام موصوف رح نے متعدد صالحین کی امثلہ بیان کی ہیں - فارجع الی الاصل اس سب کچھ کے علاوہ ایک اس تحریف وتوضیع کا سبب مذہبی حمیت بھی تھی، اس لئے

Marfat.com

اس دور میں فرق ضالہ و مبتدعہ بکثرت سر اٹھائے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی سچائی اور صفائی کے لئے احادیث وضع کرنا شروع کر دیں۔ امام صاحب اس پر ایک مثال رقم فرماتے ہیں :۔

"ان عمرو بن عبید حدثنا عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمل علینا السلاح فلیس منا قال کذب عمرو ولکنہ اراد ان یحوزها الی قول الخبیث"
(مقدمہ صحیح ص ۱۷)

یہ روایت دوسرے طرق سے بے شک صحیح ثابت ہے لیکن عمرو بن عبید نے اسے غلط طور پر حسن بصریؒ کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے عوف بن جمیلہ نے اسے مردود کہا ہے اور وجہ یہ تھی کہ عمرو معتزلی تھا اور اس روایت سے اسے اپنی تائید حاصل کرنا مقصود تھی پھر یہی عمرو حدیث میں تخفیف کے ساتھ تبدیلی اور تغیر سے بھی کام لیا کرتا تھا۔ جس کا ذکر امام مسلمؒ یوں فرماتے ہیں :۔

"ان عمرو بن عبید روی عن الحسن قال لا یجلد السکران من النبیذ فقال کذب انما سمعت من الحسن یقول" الخ
(مقدمہ ص ۱۷)

اسی طرح دیگر مبتدعہ فرقے بھی اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کیا کرتے تھے جن میں روافض سر فہرست ہیں اور محدثین اکثر انہی سے نالاں رہے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے امام مسلمؒ فرماتے ہیں :۔

"قال قبیصۃ واخوہ انہما سمعا الجراح بن ملیح یقول سمعت جابر بن یزید یقول عندی سبعون الف حدیث عن ابی جعفر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (مقدمہ ص ۱۵)

فرق مبتدعہ کی ان خصال کے سبب امام مسلمؒ نے ایک عام قانون متعین فرما دیا ہے کہ اہل بدعت کی روایات نہ لی جائیں، چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیؤخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یؤخذ حدیثھم" (مقدمہ ص ۱۱)

Marfat.com

اہلِ بدعت سے روایت نہ لینے کو امام مسلمؒ نے اگرچہ عام قرار دیا ہے لیکن دیگر ائمہ اصول اس کے خلاف ہیں۔ علامہ نوویؒ نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اہلِ بدعت سے مُراد وہ بدعتی گروہ ہے جن کے قول ذکر دار سے کفر ثابت ہوتا ہے، ان سے روایت لینا بالاتفاق ممنوع ہے۔ رہے دوسرے تو ان میں اختلاف ہے۔ جمہور اہلِ اُصول اور ائمہ کا خیال ہے کہ اگر وہ داعی الی البدعت ہو اور اس کی اس بیان کردہ روایت سے اس کے مذہب کی تقویت ہوتی ہے تو پھر اس سے روایت لینا جائز نہیں والا فیجوز (مقدمہ مع شرح نوویؒ ص۶)

امام مسلمؒ نے جہاں فرق ضالہ کا ذکر کیا ہے وہاں کثرت مرویات پر بھی خامہ فرسائی فرمائی ہے اور اس مرض کے اصل سبب کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ امام صاحب کا اس سے یہ مقصد ہے کہ جس کو روایات کے صحت و سقم میں تمیز نہ ہو، اس کے لئے کثرت روایات سے اجتناب بہتر ہے۔ بلکہ وہ اس کو ایک حد تک عام رکھتے ہوئے امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں:-

اعلم انہ لیس یسلم رجل حدث بکل ما سمع ولا یکون اماماً ابداً وھو یحدث بکل ما سمع" ص۹

مقصد یہ ہے کہ جب ہر مسموع روایت کو وہ بیان کرنے لگے تو اس میں لبا اوقات غلطی کا اندیشہ ہے، اس وجہ سے محدثین کا اعتماد اس پر سے ختم ہو جائے گا اور وہ اس سے روایت لینا بند کر دیں گے، ان امور کے بعد امام صاحبؒ نے معنعن روایت کی بحث شروع کی ہے اور امام صاحب کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ صحتِ روایت کے لئے راوی اور مروی عنہ کی معاصرت اور امکانِ لقاء ہی کافی ہے۔ لہذا انھوں نے اس مقام پر نہایت سختی سے کام لیتے ہوئے اس مسئلہ میں اپنے مخالف محدثین کے مذہب کو باطل قرار دیا اور انہیں " لبعض منتحلی الحدیث من اھل عصرنا" کے الفاظ سے یاد کیا ہے پھر اس پر مستزاد یہ کہ اپنے مدعی پر اجماع کا دعوی بھی کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی صورت میں ارسال کا احتمال باقی رہتا ہے۔ برعکس جبکہ راوی ثقہ اور غیر مدلس ہو اور لقاء بھی ثابت ہو تو اس صورت میں اغلب گمان یہی ہو گا کہ اس نے یہ روایت بلاواسطہ سُنی ہے لیکن عدم لقاء کی صورت میں اس قسم کا غلبۂ ظن حاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ جمہور اہل اصول نے امام مسلمؒ کے مسلک کو ترجیح نہیں دی ہے۔

Marfat.com

صحیح مسلم کی شروح :- صحیح مسلم کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی شروح بکثرت لکھی گئی ہیں، بلکہ بعض نے صرف مقدمہ مسلم کی بھی شروح لکھی ہیں۔ شروحِ مسلم کی فہرست درج ذیل ہے :-

(۱) المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج :- یہ امام محی الدین نوویؒ کی شرح ہے۔ اس کے ابتداء میں ایک قیمتی مقدمہ بھی ہے۔ یہ نہایت مفید شرح ہے، اور کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔ علماء و طلبہ کے درمیان متداول ہے۔

(۲) مختصر شرح نوویؒ : یہ مختصر شمس الدین محمد بن یوسف القونوی الحنفی المتوفی ۷۸۸ھ کی ہے۔

(۳) اکمال المعلم فی شرح مسلم :- یہ شرح مشہور امام قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ کی ہے۔ اور امام نوویؒ کی شرح کا در اصل یہی ماخذ ہے۔

(۴) المعلم بفوائد کتاب مسلم : یہ شرح ابو عبداللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی ہے۔ قاضی عیاضؒ نے اس کی تکمیل اکمال المعلم کے نام سے کی ہے۔

(۵) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم : یہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ کی شرح ہے۔ اس میں آپ نے صحیح مسلم کی تلخیص و ابواب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

(۶) اکمال المعلم : یہ امام ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ الوشتانی المالکی المتوفی ۸۲۷ھ کی شرح ہے جس میں آپ نے قاضی عیاضؒ، امام نوویؒ، امام قرطبیؒ اور امام مازری کی شرح سے مدد لی ہے اور مفید اضافے بھی کئے ہیں۔

(۷) المفہم فی شرح غریب مسلم : صحیح مسلم کے الفاظ غریبہ کی شرح ہے، جو امام عبدالفاخر بن اسماعیل المتوفی ۵۲۹ھ کی طرف منسوب ہے۔

(۸) شرح مسلم :

یہ عماد الدین عبدالرحمان بن عبدالعلی المصری کی شرح ہے۔

(۹) شرح مسلم :

یہ شمس الدین ابو المظفر یوسف بن مراد علی سبط ابن الجوزی المتوفی ۵۴۴ھ کی شرح ہے۔

Marfat.com

(۱۰) " شرح مسلم " یہ علامہ ابوالفرج عیسیٰ بن مسعود م ۷۴۴ھ کی شرح ہے۔

(۱۱) " الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج " علامہ سیوطی م ۹۱۱ھ کی نہایت عمدہ شرح کا نام ہے۔

(۱۲) " وشی الدیباج " علامہ سیوطی کی شرح کا اختصار ہے، علامہ بجموعی م ۱۲۹۸ھ نے اسے مرتب کیا ہے۔

(۱۳) شرح صحیح مسلم " یہ شرح امام القاسم اسماعیل بن محمد الانصاری م ۵۳۵ھ کی ہے۔

(۱۴) شرح صحیح مسلم " اسے شیخ تقی الدین ابوبکر محمد الحصنی الدمشقی م ۸۲۹ھ نے مرتب کیا ہے۔

(۱۵) منہاج الابتہاج " یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی الشافعی م ۹۲۳ھ کی شرح ہے جو صرف نصف تک پہنچ سکی ہے، اور ۸ اجزاء میں ہے

(۱۶) شرح صحیح مسلم " ملا علی قاری کی شرح ہے جو کہ چار جلدوں میں ہے۔

(۱۷) شرح صحیح مسلم " علامہ عفیف الدین الکازرونی م ۷۵۸ھ کی ہے

(۱۸) بغیتہ المسلم " شیخ سلیمان آفندی کی شرح ہے۔

(۱۹) مختصر صحیح مسلم " ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن عبداللہ المرسی م ۶۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۲۰) مختصر زوائد مسلم علی البخاری چار جلدوں میں ہے، حافظ ابن الملقن م ۸۰۴ھ نے اسے مرتب کیا ہے۔

(۲۱) مختصر صحیح مسلم " علامہ منذری م ۶۵۶ھ کا اختصار ہے، آپ نے اس میں ابواب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

(۲۲) شرح مختصر صحیح مسلم " یہ علامہ منذری کے ملخص کی شرح ہے جسے عثمان بن عبدالملک الکردی م ۷۳۸ھ نے مرتب کیا ہے۔

(۲۳) شرح مختصر صحیح مسلم " علامہ منذری کے مختصر کی دوسری شرح ہے۔ محمد بن احمد الاسنوی م ۷۶۳ھ کی تالیف ہے۔

(۲۴) اسماء الرجال " ابوبکر احمد بن علی الاصبھانی متوفی ۴۲۸ھ کی مرتب کردہ ہے

Marfat.com

(۲۵) السراج الوھاج " یہ بھی علامہ منذری کے مختصر کی شرح ہے، اسے حضرت النواب صدیق الحسن خاںؒ نے مرتب فرمایا ہے۔

(۲۶) المخرج علی صحیح مسلم، لابی الولید حسان بن محمد القرشی الشافعی م ۳۴۹ھ

(۲۷) عنایۃ الملک المنعم " یہ شرح شیخ ابو عبداللہ محمد المدعو بیوسف آفندی کی ہے

(۲۸) المطر الثجاج " مولوی ولی اللہ فرخ آبادی کی تالیف ہے، حضرت النواب لکھتے ہیں:- لا یخلو عن فائدۃ "

(۲۹) شرح مسلم " شیخ عبدالحق رح کے کسی ایک فرزند نے فارسی میں مرتب فرمائی ہے۔

(۳۰) ترجمہ اردو " یہ ترجمہ مشہور مترجم علامہ وحید الزمان صاحبؒ کا ہے۔

(۳۱) فتح الملہم " یہ شرح مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رح دیوبندی کی تالیف ہے ابتداء میں ایک مفید مقدمہ ہے، اور اکثر مباحث شرح نووی رح اور فتح الباری سے ماخوذ ہیں!۔

(۳۲) شرح صحیح مسلم " یہ علامہ سندھی رح کی شرح ہے جو علیحدہ مطبوع ہے۔

(۳۳) تخریج صحیح مسلم " یہ ابو جعفر احمد بن حمدان بن علی النیسابوری م ۳۱۱ھ کی تخریج ہے۔

(۳۴) مسند الصحیح ابو بکر بن محمد بن محمد رجا رنیسابوری الاسفرائنی م ۲۸۶ھ کی تخریج علی الصحیح۔

(۳۵) تخریج صحیح مسلم " ابو النصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی م ۳۴۴ھ کی تخریج ہے۔

(۳۶) مختصر المسند الصحیح علی مسلم " یہ حافظ ابو عوانہ الاسفرائنی م ۳۱۶ھ کی تالیف ہے

(۳۷) تخریج علی الصحیح " ابو حامد احمد بن محمد اشاذکونی الشافعی م ۳۰۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳۸) مسند الصحیح " یہ سند حافظ ابو بکر محمد بن عبد الجوزقی النیساپوری م ۳۸۸ھ کی مرتب کردہ ہے۔

(۳۹) المسند المستخرج " یہ تخریج حافظ ابو نعیم الاصبہانی م ۴۳۰ھ کی ہے (مقدمہ ص، نووی)

(۴۰) تخریج صحیح مسلم " حافظ ابو علی حسین بن محمد الماسرجسی النیسابوری م ۳۶۵ھ کی (تذکرۃ الحفاظ)۔

(تنبیہ) حاجی خلیفہ رحمہ نے کشف میں صحیح مسلم کی دس مختصرات کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

امام ابو عبد الرحمٰن نسائی

سنہ ۲۱۴ھ، سنہ ۲۱۵ھ .... متوفی ۳۰۳ھ

نام و نسب:- آپ کا نام احمد اور ابو عبد الرحمٰن کنیت تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے، احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار بن نسائی الخراسانی[1]۔ لیکن بعض نے احمد بن علی بن شعیب نام ذکر کیا ہے[2] یہ درست نہیں اس کے برعکس صحیح وہی ہے جسے اکثر اصحاب الطبقات اور مورخین نے نقل کیا ہے۔

پیدائش:- اصحاب الطبقات اور مورخین نے آپ کے سن پیدائش میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے سنہ ۲۱۴ھ اور بعض نے سنہ ۲۱۵ھ بیان کیا ہے[3]۔ اور بعض نے سنہ ۲۲۵ھ بھی ذکر کیا ہے[4]۔ جیسا کہ مولانا ضیاء الدین صاحب نے شذرات اور حسن المحاضرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن شذرات کا حوالہ دینا درست نہیں، کیونکہ علامہ ابن العماد نے امام نسائی رح کی وفات سنہ ۳۰۳ھ ذکر کرتے ہوئے کہا ہے " ولہ ثمان وثمانون سنۃ "[5] اس لحاظ سے ان پیدائش سنہ ۲۲۵ھ میں کسی صورت میں بھی نہیں بنتی۔

محدث مبارکپوری رح نے امام نسائی رح سے نقل کیا ہے:-

" یشبہ ان یکون مولدی فی سنہ ۲۱۵ھ "[6]

جس سے سنہ ۲۱۴ھ یا سنہ ۲۱۵ھ کا تردد بھی ختم ہو جاتا ہے، غالباً لفظ یشبہ ہی سے بعض نے ان کی پیدائش سنہ ۲۱۴ھ میں بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

وطن:- امام نسائی رح نے اگرچہ بعد میں مستقل سکونت مصر ہی میں اختیار کر لی تھی، لیکن آپ کی پیدائش خراسان کے مشہور شہر "نساء" میں ہوئی۔ جو حرف نون

---

[1] التذکرہ ص ۲۴۱/ ج ۲ طبقات الشافعیہ ص ۸۳/ ج ۲ بستان ص ۱۹۷ وغیرہ [2] البدایہ ص ۱۲۳ وفیات الاعیان ۱۲ [3] بستان البدایہ، التذکرہ - التہذیب، طبقات شافعیہ وغیرہ [4] تذکرۃ المحدثین ص ۲۷۲ - [5] الشذرات ص ۲۳۹/ ج ۲ [6] مقدمہ تحفہ ص ۶۵ -

Marfat.com

اور سین کی فتح کے ساتھ اور ہمزہ مقصورہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور کبھی عرب لوگ اس ہمزہ کو واؤ بدل کر نسبت کرتے وقت "نسوی" بھی کہا کرتے ہیں۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے۔ لیکن مشہور نسائی ہے۔ (بستان)

رحلت وسفر:- امام نسائی رح کی ابتدائی تعلیم کا پتہ نہیں چل سکا، صرف آپ کے طلب حدیث کے لئے دور دراز کے اسفار کے تذکرے ملتے ہیں۔ جن میں حجاز، عراق، شام، جزائر اور خراسان شامل ہیں، آپ کا پہلا سفر خراسان کی طرف تھا، وہاں کے مشائخ سے استفادہ کے بعد بغداد کو شرف ورود بخشا، وہاں امام قتیبہ کے پاس ایک سال دو ماہ رہے۔ لیکن اس رحلت کے سن میں اختلاف ہے، محدث مبارکپوری امام نسائی رح سے نقل فرماتے ہیں:-

ان رحلتی الاولی الی قتیبہ کانت فی سنۃ خمس[1] وثلاثین

علامہ سبکی طبقات شافعیہ میں لکھتے ہیں:-

رحل الی قتیبہ وھو ابن خمسہ عشرہ سنۃ[2]

حافظ ابن کثیر آپ کی رحلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- (البدایہ ص ۱۲۳)

"رحل الی الآفاق واشتغل بسماع الحدیث والاجتماع بالائمۃ الحذاق" البدایہ ص ۱۲۳ ج ۱۱۔

اساتذہ کے اوطان سے اسفار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اور ان کے طبقات سے کچھ ترتیب بھی قائم کی جا سکتی ہے۔

شیوخ:- امام نسائی کو جن مشائخ سے استفادہ کا موقعہ میسر ہوا ہے، ان میں امام محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام ابوداؤد، امام احمد وابنہ عبداللہ، الحارث بن مسکین، محمد بن عبدالاعلی، علی بن خشرم، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، احمد بن بکار، عمرو بن زرارہ، محمد بن بشار، عمرو بن الفلاس، یعقوب بن ابراہیم الدورقی، عبداللہ بن سعید الکندی عباس بن عبدالعظیم العنبری، محمد بن المثنیٰ، زیاد بن یحیی الحسانی، اسحٰق بن راہویہ، قتیبہ بن سعید، علی بن حجر، ہشام بن عمار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ:- امام نسائی کے حلقہ درس میں شریک ہونے والے اصحاب کو "امامت" کے

---

[1] مقدمہ تحفہ ص ۶۶ ومقدمہ نسائی ص ۲۱ [2] طبقات الشافعیہ ص ۸۴ التذکرہ ص ۲۶۹ ج ۲

Marfat.com

سے ممتاز لقب کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں (۱) ابوالقاسم طبرانی، (۲) حافظ ابوعوانہ (۳) امام ابوجعفر طحاوی (۴) امام ابو بشر الدولابی (۵) امام ابوجعفر عقیلی (۶) امام ابراہیم بن محمد بن صالح (۷) ابو علی حسین بن محمد نیشاپوری (۸) حمزہ بن محمد الکنانی (۹) محمد بن عبداللہ بن حیویہ (۱۰) حسن بن الخضر السیوطی (۱۱) ابوبکر السنی، (۱۲) ابوبکر الحداد الفقیہ وغیرہم خاص نمایاں ہیں۔

مؤخر الذکر ابوبکر ابن الحداد المصری ایسے شخص ہیں، جنہوں نے امام نسائی رح کے علاوہ کسی اور سے روایت نہیں کی امام دارقطنی رح فرماتے ہیں۔

کان ابن الحداد کثیر الحدیث و لم یحدث عن غیر النسائی وقال جعلتہ حجۃ بینی و بین اللہ تعالیٰ " (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۱۳ التذکرہ ص ۲۲۳ البدایہ ص ۲۲۳)

علامہ سبکی رح نے ۲ صفحات میں ابن الحداد کا ترجمہ پھیلایا ہے۔

حفظ و اتقان:- قدرت نے امام نسائی رح کو غیر معمولی قوت حفظ سے نوازا تھا۔ یہاں تک کہ علامہ ذہبی رح نے انہیں امام مسلم رح سے احفظ کہا ہے۔ علامہ سبکی لکھتے ہیں:-

" سألت شیخنا ابا عبداللہ الذہبی الحافظ و سألتہ ایھما احفظ مسلم بن الحجاج صاحب الصحیح او النسائی فقال النسائی " (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۸۴)

علامہ سیوطی رح نے آپ کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا ہے۔

الحافظ احد الحفاظ المتقنین " حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۴۹) تذکرۃ المحدثین ص ۲۷۰

ابن یونس فرماتے ہیں:-

کان النسائی اماما فی الحدیث ثقۃ ثبتا حافظا " (بدایہ ص ۱۲۳)

اصحاب علم و کمال نے آپ کے علم کا اعتراف کیا ہے۔ اور آپ کو مسلمانوں کا مقتدی و امام تسلیم کیا ہے۔ امام دارقطنی رقمطراز ہیں:-

ابو عبدالرحمٰن مقدم علی کل من یذکر بھذا العلم من اھل عصرہ۔ (التذکرہ، البدایہ، التہذیب، طبقات الشافعیۃ)

حافظ ابوعلی فرماتے ہیں:-

"ھو الامام فی الحدیث بلا مدافعۃ"

Marfat.com

امام حاکم ہامون مصری سے نقل کرتے ہیں :-

خرجنا مع ابی عبد الرحمن الی طرسوس سنة للغداء[1] فاجتمع جماعة من مشائخ الاسلام واجتمع من الحفاظ عبد الله بن احمد بن حنبل ومحمد بن ابراهيم مربع وابو الاذان وكيلجة وغيرهم فتشاوروا من ينتقى[2] لهم على الشيوخ فاجتمعوا على ابی عبد الرحمن النسائی وكتبوا كلهم بانتخابه (معرفت علوم الحدیث ص۸۲)

ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے منصور فقیہ اور احمد بن محمد طحاوی سے سنا کہ وہ مسلمانوں میں سے یکتا ہیں۔ الغرض امام موصوف کے کمال وفضل کا اعتراف جملہ محدثین اور اصحاب الطبقات کے ہاں مسلم ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

"وكذالك اثنى عليه غير واحد من الائمه وشهدوا له بالفضل والتقدم فى هذا الشان (البدایہ ص۱۲۳ ج ۱۱)۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں

هو احذق بالحديث وعلله ورجاله من مسلم والترمذی وابی داؤد وهو جار فى مضمار البخاری وابی زرعہ (توضیح الافکار از امیر یمانی ص۲۲۳ ج ۱)

امام نسائی شیعہ تھے؟ :- عام مورخین نے اس الزام کا ذکر نہیں کیا، البتہ ابن خلکان نے سب سے پہلے یہ لکھا ہے کہ جب شام میں امام نسائی رہے حضرت امیر معاویہ کے مناقب کا سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا :-

ما اعرف له فضيلة الا لا اشبع الله بطنه وكان يتشيع

مانذالوين فعوز حتى اخرجوا من المسجد۔ وفیات ص۳۵ شذرات الذہب ص۲۴۰

حافظ ابن کثیر رح نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے :-

وقد قيل عنه انه كان ينسب الى شئ من التشيع" (البدایہ ص۱۲۴ ج ۱۱)

ان کے علاوہ بھی مورخین نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سے آپ کو شیعہ سمجھنا دور کی بات ہی نہیں، ایک بہت بڑی جسارت بھی ہے۔ جب کہ اس کا کوئی بین ثبوت نہیں ملتا، یہی وجہ ہے کہ ابن کثیرؒ نے اس واقعہ کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور

ع[1] بالاصل "النداء" محرفاعن "الندا"ء ع[2] بالاصل "ينتق" كذا كما قال الاستاذ الدكتور السيد معظم حسين فی تعليقه على معرفة علوم الحديث ۱۲

Marfat.com

ابن خلکان کے الفاظ بھی "کان یتشیع" ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اپنے مفہوم کو شیعت کی طرف امام صاحب کے میلان یا اثر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ آپ شیعہ تھے۔ لیکن اگر اہل بیت خصوصاً حضرت علی کی محبت و عقیدت موجب تشیع ہے۔ تو یہ الزام کوئی انوکھا نہیں ہے۔ متعدد کبار محدثین بھی اس میں شامل ہیں، جن میں الاعمش، لقمان بن ثابت، شعبہ بن الحجاج، عبدالرزاق، عبیداللہ بن موسیٰ، عبدالرحمان بن ابی حاتم (میزان ترجمہ ابن ابی حاتم) ابراہیم النخعی (شذرات صہ ۱۱۱) وغیرہم سرفہرست ہیں، حالانکہ خود شیعہ حضرات نے ان کی شیعیت کا کوئی ذکر نہیں کیا، اس مقام پر امام شافعیؒ کا شعر موزوں رہے گا۔ فرماتے ہیں:-

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافض۔

درحقیقت بات یہ ہے کہ امام نسائی رحہ نے جب حضرت علی رض عنہ کے مناقب بیان کئے تو وہاں کے غالیوں نے نہ صرف انہیں مارا بلکہ ان پر تشیع کا الزام بھی لگایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بیان سے اس کی قطعی تائید ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھے ان کے مناقب میں سوائے حدیث "لا اشبع اللہ بطنہ" کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی، پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے، اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔

(بستان صہ ۱۹۸ مترجم)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس الزام کا آغاز بنوامیہ کے اس مرکز سے ہوا جو حضرت علی کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کے حامی تھے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔ رہی بات حضرت امیر معاویہ کے مناقب کی تو اس کی متعدد توجیہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) امام نسائی رحہ کے پاس امیر معاویہ کے مناقب میں بسند صحیح کوئی روایت نہ ہوگی لیکن لوگوں کے اصرار پر غصہ کی حالت میں یہ الفاظ نکل گئے ہوں گے، جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) امام نسائی کو چونکہ حضرت علی سے خاصی عقیدت تھی، اس لئے انہوں نے ان

Marfat.com

کے مناقب پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں عقیدت کا اظہار آخری حد تک معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ آپ کے اس قول سے مترشح ہوتا ہے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۳) چونکہ اہل شام حضرت معاویہؓ کی شان میں غلو کرتے تھے۔ بنا بریں جب امام نسائی نے دیکھا کہ اس کا اصل سبب فرط عقیدت ہے، تو آپ نے اسے کم کرنے کے لئے مذکورہ باتیں کہیں اور در اصل آپ کا ارادہ امیر معاویہ کی مذمت کرنا نہ تھا۔ بلکہ ان کے مقابلہ میں حضرت علی کے مناقب و فضائل کا اثبات کر کے اعتدال کی راہ اختیار کرنا مقصود تھا۔ واللہ اعلم۔

پھر اس الزام کی تردید اس بات سے بھی ہوتی ہے، آپ نے صرف حضرت علیؓ کے خصائص کو جمع کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے صحابہ کرام کے مناقب کو بھی علیحدہ علیحدہ جمع کیا ہے، البتہ حضرت علی کے خصائص بیان کرنے میں کچھ زیادہ حصہ لیا ہے، جس کا سبب وہ خود بیان فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ ذہبیؒ امام نسائیؒ کے شاگرد رشید محمد بن موسیٰ المامونی سے نقل کرتے ہیں:۔

سمعت قوما ینکرون علی ابی عبد الرحمن کتاب الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وترکہ تصنیف فضائل الشیخین فذکرت لہ ذالک وقال دخلت دمشق والمنحرف عن علی بہا کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یہدیہم اللہ ثم انہ صنف بعد ذالک فضائل الصحابہ

(التذکرہ ج ۲ ص ۲۴۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کتاب خصائص کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ان کتاب الخصائص یشتمل علی ضعاف الروایات بل موضوعاتہا فان عرضہ کان الجمع فقط (المنتقی علیہا ر المنہاج ص ۱۱۹، ج ۴ ص ۱۹۴)۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تشیع کا لفظ متقدمین کے ہاں حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دینے اور بعض حالات میں ان کو مصیب قرار دینے پر بولا جاتا ہے، اور متاخرین میں رفض پر جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے (التھذیب ص ۹۴) اور شیخ الاسلام نے (المنہاج ص ۱۹۹) میں تصریح کی ہے، بنا بریں امام نسائی پر کسی صورت میں بھی تشیع کا

Marfat.com

الزام درست نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے یہ کہیں منقول نہیں کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل تھے۔ مزید یہ کہ روافض تو شیخین سے خدا واسطے کا بیر رکھتے ہیں، لیکن امام نسائی رح ہیں کہ اپنی سنن میں شیخین کے اقوال کو جا بجا محبت سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ "باب بیع السلم فی الطعام" دیکھئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ابوبکر و عمر رض نے یہ فیصلہ کیا اور اس کے ساتھ ہی آئندہ صفحہ پر فرماتے ہیں، ابوبکر و عمر و عثمان نے یہ فیصلہ کیا (تذکرۃ المحدثین صفحہ ۲۸۰)

پھر باب امامۃ اہل العلم والفضل میں تو اس کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے، جس میں آپ حضرت ابوبکر صدیق رض کی امامت کی مشہور روایت نقل کرتے ہیں، جس کے آخری لفظ ہیں کہ ہم ابوبکر پر اپنے کو ترجیح دینے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، تو کیا ایسے صریح و صحیح استشہاد کے ہوتے بھی آپ کی طرف تشیع کی نسبت کی جا سکتی ہے۔

ورع و تقویٰ:- امام نسائی رح کی عملی زندگی کا اندازہ محمد بن المظفر کے اس قول سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جسے علامہ ذہبی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"سمعت شائخنا بمصر یصفون اجتهاد النسائی فی العبادۃ باللیل والنهار وانه خرج الی الغزو مع امیر مصر فوصف فی شهامته واقامته السنن المأثورة فی فداء المسلمین واحترازه عن مجالس السلطان الذی خرج معه (تذکرہ)

ابن اثیر جامع الاصول میں فرماتے ہیں کہ امام نسائی رح کے ورع و تقویٰ پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اپنے استاد حارث بن مسکین سے انہوں نے جس حالت میں سماع کیا اس کو اسی انداز "یعنی قرأۃ علیہ" "وانا اسمع" سے بیان کیا، دیگر مشائخ سے اخذ کردہ روایات کی طرح حدثنا و اخبرنا کے الفاظ استعمال نہیں کئے، اس کے بعد حافظ ابن اثیر نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں، کہ امام نسائی رح اور امام الحارث رح کے درمیان ناراضگی تھی، اور دوسری وجہ یہ کہ ان کو شبہ ہوا تھا کہ شاید یہ بادشاہ کا جاسوس ہے، کیونکہ ان کے سر پر بڑی ٹوپی اور بدن پر طویل جبہ تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے آپ کو اپنی مجلس میں نہ حاضر ہونے دیا۔ زبان زد عام اگرچہ یہی ہے، جو ابن اثیر نے نقل کیا ہے۔ اس سے گو ہمیں من وجہ اتفاق ہے تاہم یہ محل نظر ہے، کیونکہ الحارث

Marfat.com

بن مسکین سے ان لفظوں سے روایت کرنے میں صرف امام نسائی منفرد نہیں ہیں، بلکہ امام ابوداؤد بھی ان سے انہی الفاظ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ کتاب الطب کے آخری ابواب میں اور کتاب السنۃ کے باب (قرئی المشرکین) میں امام ابوداؤدؒ نے بھی قرئی علی الحارث بن مسکین کے الفاظ سے روایت کی ہے تو کیا انہیں بھی جاسوس قرار دینگے یا استاد و شاگرد میں منافرت کا سبب قرار دیں گے؟

چنانچہ صحیح وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی مجلس میں پڑھنے والا ان کا ایک ہی شاگرد ہوتا تھا۔ بنابریں دیگر تلامذہ قرئ علی الحارث بن مسکین کے الفاظ سے روایت بیان کرتے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عادات وازواج واولاد :- امام صاحب کی چار بیویاں اور ۲ لونڈیاں تھیں، لیکن افسوس مؤرخین نے ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے آپ کے تلامذہ میں آپ کے بیٹے عبدالکریم نامی کا ذکر کیا ہے۔ آپ بڑے خوش پوش اور اعلیٰ خوراک کے دلدادہ تھے، تذکرہ نویسوں نے بیان کیا ہے کہ آپ روزانہ ایک مرغ کھاتے اور اس کے بعد نبیذ پیتے۔ جس سے آپ کی معاشی ومعاشرتی زندگی کا نمایاں ہونا واضح ہوتا ہے۔ ابن العماد کے بیان کے مطابق وہ نہایت شریف، رئیس، اور عظیم المرتبت شخصیت کے حامل تھے (ص۷)

تصانیف :- امام صاحب کی جن تصانیف کا ہمیں علم ہو سکا ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) خصائص علی[۱] (۲) فضائل صحابہ[۲] (۳) مسند علی[۳]
(۴) مسند مالک[۴] (۵) کتاب التمیز[۵] (۶) کتاب المدلسین[۶]
(۷) کتاب الضعفاء والمشرکین[۷] (۸) کتاب الاخوہ (۹) مسند منصور بن رازان

۱، ۲ التذکرہ وطبقات ۳ ۴،۳ کشف الظنون ۵ ۶،۵ مفتاح السنہ ص۱۵۲، ۳ ۷ مقدمہ طبع سلفیہ ۸ جامع الاصول ص۱۱۶ ۹ بستان ص۱۹۷ مترجم ۱۰ التذکرہ والبدایہ ج۱۱ ص۱۲۳ ” کتاب الضعفاء ۱۳۲۵ھ میں ہندوستان سے مطبع انوار احمد سے کتاب الضعفاء امام بخاری امام مسلم کی کتاب المنفردات اور ابن ابی حاتم کی مراسیل کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

Marfat.com

(۱۰) مشیخۃ النسائی (۱۱) ما اغرب شعبۃ علی سفیان و سفیان علی شعبہ
(۱۲) اسماء الرواۃ (۱۳) مناسک حج

اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ جزری لکھتے ہیں :۔

ولہ مناسک الفہا علی مذہب الشافعی (۱۴) کتاب الجرح والتعدیل
اس کا ذکر حافظ رحہ نے لسان میں متعدد مقامات پر کیا ہے ملاحظہ ہو ص ۴۷۳، ۲۱۵/۳، ۲۲۰/۴)
اور یہ کتاب کتاب الضعفاء سے علیحدہ ہے، چنانچہ موصوف غالب بن عبید اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔ قال النسائی فی الجرح والتعدیل لیس بثقۃ ولا یکذب وقال فی الضعفاء متروک الحدیث. (۱۵) السنن الکبری (۱۶) السنن الصغری المسمی بہ المجتبی۔

(المجتبی کی وجہ تسمیہ) امام صاحب کی جملہ تصانیف میں سب سے مشہور یہی المجتبی ہے۔ اصحاب شروح و حواشی جب کبھی اخرجہ النسائی کہتے ہیں تو یہی مراد ہوتی ہے اور اسے المجتبی بھی کہا جاتا ہے۔ جب امام صاحب سنن کبری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر رملہ نے دریافت کیا کہ آپ کی یہ تصنیف تمام تر صحیح ہے تو آپ نے فرمایا نہیں اس میں صحیح اور حسن دونوں قسمیں موجود ہیں۔ اس امیر نے عرض کی کہ ان تمام احادیث میں جو صحت کے اعلیٰ درجے تک پہنچتی ہیں ان کو علیحدہ ایک مجموعہ کی شکل میں میرے لئے منتخب فرما دیجئے تو آپ نے المجتبی جمع کی۔ (بستان ص۱۹۷ المترجم)

سنن کے رواۃ اور مرویات سنن :۔ سنن صغری المسمی بہ المجتبی جسے امام نسائی نے امیر رملہ کے کہنے پر مرتب کیا تھا۔ اس میں کل ۵۷۶۱ احادیث ہیں۔ اور اس سے سنن الکبری کی ضخامت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ سید جمال الدین فرماتے ہیں۔

وھو کتاب جلیل لم یکتب مثلہ فی جمع طرق الحدیث
وبیان مخرجہ وبعدہ اختصرہ الخ (مقدمہ تحفہ ص۴۲)

محدث مبارک پوری کی تصریح کے مطابق اس کا قلمی نسخہ جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ السنن الکبری کے راوی ابن الاحمر ابوبکر محمد بن معاویہ ۳۵۸ھ ہیں اور سنن صغری کے راوی ابن السنی ابوبکر احمد بن محمد ۳۶۴ھ حافظ ابن حجر رحہ نے ان دونوں کے علاوہ سنن کے رواۃ میں عبدالکریم ابن امام نسائی، ابو علی الحسن بن الخضر

Marfat.com

السیوطی ، الحسن بن رشیق العسکری ، ابو حمزہ بن محمد بن علی الحافظ ابو الحسن محمد بن عبداللہ بن ذکریا ابن جبوۃ ، محمد بن قاسم الاندلسی ، علی بن ابی جعفر الطحاوی ، ابو بکر احمد بن محمد بن المہندس کا بھی ذکر کیا ہے ۔ (التہذیب ص۳۷ ج۱) ۔

امام نسائیؒ کی تصنیف جو بروایت ابن السنی منقول ہے اس بابت تذکرہ نویسوں نے امیر رملہ کے واقعہ کو دلیل بنایا ہے ، لیکن علامہ ذہبی اس واقعہ کی تغلیط کے ساتھ اس کتاب کو ابن السنی کی تصنیف قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں :۔

ان ھذہ الروایۃ لم تصح بل المجتبیٰ اختصار ابن السنی تلمیذ النسائی (توضیح الافکار ص۲۲۲ ج۱)

سنن نسائی کی اہمیت :۔

کتب اصول میں جن کتب کو شمار کیا گیا ہے ، ان میں سنن نسائی بھی خاص اہمیت کی حامل ہے اس کو ابو داؤد اور ترمذی کے بعد بیان کیا جاتا ہے ۔ لیکن بعض مغاربہ نے اسے صحیح بخاری سے بھی اہمیت دی ہے ، چنانچہ علامہ سخاوی (فتح المغیث) میں رقمطراز ہیں :۔

(۱) صرح بعض المغاربۃ بتفضیل کتاب النسائی علی البخاری (ابن ماجہ اور علم حدیث ص۲۱۹)

اس پر مزید ابن الاحمر نے اپنے بعض کلی شیوخ سے نقل کیا ہے :۔

(۲) انہ اشرف المصنفات کلھا وما وضع فی الاسلام مثلہ ۔

علامہ سیوطیؒ اس کی صحت کے متعلق امام نسائی سے نقل کرتے ہیں :۔

(۳) قال النسائی کتاب السنن کلہ صحیح وبعضہ معلول الا انہ لم یبین علتہ والمنتخب المسمی بالمجتبیٰ صحیح کلہ " مقدمہ زہر الربی "

علامہ سیوطیؒ نے یہ قول ابن الاحمر کے واسطہ سے نقل کیا ہے ، اس کے علاوہ ابو علی النیساپوری ، ابن احمد ابن عدی ، ابو الحسن الدارقطنی ، ابو عبداللہ الحاکم ، ابن مندہ ، عبدالغنی بن سعید ، ابو یعلی الخلیلی ، ابو علی بن السکن ، ابو بکر الخطیب ، ابو بکر السنی ، ابو طاہر السلفی وغیرہم نے سنن پر صحت کا اطلاق کیا ہے (مقدمہ زہر الربی) ۔

اور یہ اطلاق باعتبار کثرت صحیح روایات کے ہے ، جیساکہ حافظ ابن کثیر (الباعث الحثیث) اور علامہ زرکشی (النکت علی ابن الصلاح) میں لکھتے :۔

" تسمیۃ الکتب الثلاثۃ صحاحا اما باعتبار الاغلب لان غالبھا الصحاح والحسان وھی ملحقۃ بالصحاح والضعیف منھا ربما التحق ۔

Marfat.com

المتحقق بالحسن فاطلاق الصحة عليها من باب التغليب انتهی (مقدمہ زہر الربی)

اسی طرح حافظ ابن سید الناس شرح ترمذی میں ابو طاہر سلفی کے اس بیان قد اتفق علی صحتها علماء الشرق پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"هذا محمول منه علی مالم یصرح بضعفه فیها مخرجه او غیره"

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں :۔

"هذا تساهل لان فیها ما صرحوا بکونه ضعیفا او منکرا او نحو ذالك من اوصاف الضعیف"۔

اسی طرح علامہ الجزائری فرماتے ہیں کہ السلفی کا یہ قول بایں وجہ صحیح ہے کہ اس میں دوسری کتابوں کی نسبت ضعیف احادیث کم ہیں :۔

لاسیما النسائی فانها اقلها بعد الصحیحین حدیثا ضعیفا (توجیہ النظر ص۱۵۳)

ان جملہ دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب پر صحت کا اطلاق باعتبار قلت ضعف کے ہوا ہے۔ اور اہل مغارب کی تفضیل باعتبار حسن ترتیب اور جامعیت کے ہے۔ ابن رشید رقمطراز ہیں :۔

"انه ابدع الکتب المصنفة فی السنن تصنیفا و احسنها ترصیفا وهو جامع بین طریقتی البخاری و مسلم مع حظ کثیر من بیان العلل

ابن رشید نے امام بخاری و مسلم کے جن طریقوں کی جامعیت کی طرف اشارہ کیا ہے گو اس بات کو علامہ سیوطی نے بیان نہیں کیا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ یہ جامعیت باعتبار فقیہانہ و محدثانہ انداز کے ہے جو کہ اول امام بخاری میں اور ثانی امام مسلم میں اکثرت موجود ہے، محدثانہ انداز تو احادیث کی تحویل اسناد سے اور استنباط کثرت ابواب سے واضح ہے۔ علامہ محمد منیر الدمشقی السلفی نموذج الاعمال الخیریہ میں فرماتے ہیں :۔

وقد امتازت هذه السنن عن غیرها بکثرة التبویب و دقة الاستنباط" (نموذج ص۶۳۶)

تنبیہ :۔ علامہ ذہبی کی طرف سے امیر ملی کے واقعہ کی تردید پہلے گزر چکی ہے۔ اس کی تائید سد باب النفع ص۱۹ ط سلفیہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے

Marfat.com

دقال الشیخ ابن السنی الحکم ھو ابن السفیان الثقفی"

اسی طرح باب صلوٰۃ الخوف ص۱۸۷ میں ہے :-

قال ابوبکر السنی الزھری سمع من ابن عمر حدیثین ولو لیسمع منہ

لیکن صاحب الیانع الجنی" فرماتے ہیں کہ صرف اس قسم کے احتمال سے جملہ اصحاب الطبقات والرجال کی تردید کیسے کی جاسکتی ہے جب کہ یہ امکان ہے کہ ابن السنی نے امام نسائی رح کی معاونت کی ہو، یا ان ہی کے حکم سے یہ اختصار کیا ہو۔ رہا سنن میں ابن السنی کا ذکر تو یہ بعید نہیں، صحیحین اور سنن ابن ماجہ میں نساخ سے اس قسم کا تصرف ملتا ہے تو اسے بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

مقام تعجب یہ ہے کہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے ابن ماجہ وعلم حدیث میں اولاً تو المجتبیٰ کو ابن السنی کا اختصار قرار دیا ہے ثانیاً امام نسائی رح سے یہ بھی نقل کیا ہے :-

"کتاب السنن صحیح کلہ" جب موصوف کے ہاں امام نسائی کا یہ قول مسلم ہے تو پھر اسے ابن السنی کا اختصار قرار دینا کیونکر درست ہوگا۔

خصوصیات :- خصوصیات سنن نسائی میں جو چیزیں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

(۱) حسن ترتیب، چنانچہ ابن رشید کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ یہ تصنیف و ترتیب کے لحاظ سے بہتر اور عمدہ ہے۔

(۲) متعدد مسائل کو ثابت کرنے کے لئے ایک روایت کو کئی جگہوں میں ذکر کرتے ہیں جیساکہ امام بخاری رح کا طریقہ ہے۔

(۳) احادیث کے طرق کی خوب وضاحت کرتے ہیں اور اختلاف الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہیں، جیساکہ امام مسلم کا انداز ہے۔

(۴) بسا اوقات علل حدیث پر بھی گفتگو فرماتے ہیں اور آپ کو علل حدیث میں غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، حافظ ذہبی رح نے آپ کو اس فن میں امام بخاری، امام ابوزرعہ کا ہمسر قرار دیا ہے۔

(۵) کبھی کبھی رواۃ کے اسماء والقاب اور کنیتوں کے ابہام کی وضاحت راویوں

Marfat.com

کے تفرد، اختلاف، متابعت وعدم متابعت کا بیان سماع وعدم سماع کا ذکر۔ حدیث کے مرسل، متصل، ضعیف ومنکر کی نشاندہی اور غریب الفاظ کی توضیح بھی بیان فرماتے ہیں، جن کی امثلہ بخوف طوالت سے بچنے کیلئے یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ البتہ ہم آگے چل کر ان مقامات کی نشاندہی ضرور کریں گے جن پر امام نسائی رح نے گفتگو کی ہے (ان شاء اللہ)۔

شرائط امام نسائی رح:- امام صاحب کی "السنن" کو شرائط کے اعتبار سے بھی اہمیت حاصل ہے، حافظ ابو الفضل بن طاہر مقدسی شروط الائمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے جب امام ابو القاسم سعد بن علی زنجانی سے مکہ میں ایک راوی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی تو میں نے عرض کیا کہ امام نسائی رح نے تو اس کی تضعیف کی ہے، اس پر موصوف فرمانے لگے۔

یا بنی ان لابی عبد الرحمن فی الرجال شرطا اشد من شرط البخاری

ومسلم (شروط الائمہ ص۱۸ ومقدمہ زہر الربی والنکت لابن حجر ص۱۲۳ قلمی التذکرہ وغیرہ)

لیکن یہ شرط اصحاب تراجم واصول نے کہیں ذکر نہیں کی البتہ شروط الائمہ الخمسہ للحازمی کے حاشیہ پر ابن رجب کی شرح ترمذی سے یہ منقول ہے کہ:-

ان النسائی شرطہ اشد ولا یکاد یخرج لمن یغلب علیہ الوہم ولا لمن یفحش الخطاء کثیرا (حاشیہ مقدمہ زہر الربی)

لیکن یہ کوئی انوکھی شرط نہیں، جس کا شیخین نے لحاظ نہ کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر (الباعث الحثیث) میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

انہ غیر مسلم فان فیہ رجالا مجہولین اما عینا او حالا وفیہم المجروح وفیہ احادیث ضعیفۃ ومعللۃ ومنکرۃ الخ (الباعث ص۳۲)

(۲) پھر مزید محل تعجب یہ ہے کہ جملہ اہل اصول نے محمد بن الباوردی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام نسائی کا یہ مذہب تھا کہ وہ ہر اس راوی سے روایت لیتے، جس کے ترک پر اجماع نہ ہوتا اور اس اجماع سے ان کی مراد یہ ہے کہ نقاد رجال کے ہر دور میں باعتبار متشدد ومتوسط ہونے کے دو طبقے رہے ہیں۔ پہلے طبقہ میں شعبہ اور سفیان ثوری، اور شعبہ ثوری سے متشدد تھے، دوسرا طبقہ یحیی القطان اور عبد الرحمن

Marfat.com

بن مہدی کا جن میں یحییٰ متشدد ہیں، تیسرا یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل کا اس میں ابن معین متشدد ہیں، اور چوتھا ابو حاتم اور امام بخاری کا اور اس میں ابو حاتم متشدد ہیں، امام نسائی رح فرماتے ہیں :۔

"لا یترک عندی حتی یجتمع الجمیع علی ترکہ"

لیکن حافظ ابن حجر النکت میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (علامہ عراقی کا) یہ کہنا کہ ان مذھب النسائی فی الرجال مذھب متسع لیس کذالک کیوں کہ بہت سے ایسے اشخاص ہیں جن سے ابو داؤد اور ترمذی نے روایتیں لی ہیں مگر امام نسائی رح نے ان سے روایات لینے سے اجتناب کیا ہے :۔

"بل تجنب النسائی اخراج حدیث جماعۃ من رجال الصحیحین" (فتح المغیث)

اب ایک طرف تو امام موصوف سے لا یترک عندی حتی یجتمع الجمیع علی ترکہ اور دوسری طرف بقول حافظ ابن حجر رح کے امام نسائی رح صحیحین کے متعدد راویوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ اور ان سے روایت لینے سے اجتناب کیا ہے، البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ شرط السنن الکبریٰ ہی تو ملحوظ رکھی ہے۔ لیکن المجتبیٰ میں اس کا خلاف کیا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رح نے کہا ہے، بعد میں جب مزید اس پر غور کریں تو ہمیں اپنے اس مدعا کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے فاضل مکرم و محترم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی دامت برکاتہم و زید مجدہم تعلیقات سنن نسائی کے سلسلے میں مقدمہ زہر الربیٰ میں رقمطراز ہیں :۔

ویمکن ان یکون اشدیۃ الشرط فی المجتبیٰ ومذھبہ المتسع فی الکبریٰ واللہ اعلم۔

(۳) حافظ ابو الفضل بن طاہر نے شروط الائمہ میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام ابو داؤد اور نسائی کی کتابوں میں تینوں قسموں کی روایات ہیں۔

(۱) وہ روایات جو صحیحین میں ہیں۔

(۲) وہ جو صحیحین کی شرط پر ہیں۔

(۳) وہ روایات جو متکلم فیہ ہیں۔ اور ان کی نشاندہی بھی انہوں نے کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ مذہب تھا کہ جب وہ کوئی اور صحیح روایت نہ پاتے تو ضعیف کو ہی نقل

Marfat.com

کر دیتے۔ لانہ اقوی عندھم من رأی الرجال (ملخصاً از مقدمہ زہر الربی)

شروح وتعلیقات:۔ صحت وترتیب کے لحاظ سے سنن نسائی کے ساتھ اس قدر اعتناء نہیں کیا گیا، جو اس کتاب کے شایان شان تھا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سنن کا انداز نہایت سہل اور اس کے تراجم بالکل واضح ہیں۔ جن میں کوئی اشکال نہیں۔ چنانچہ علامہ محمد منیر الدمشقی نموذج من الاعمال الخیریہ میں لکھتے ہیں:۔

ھذا الکتاب العظیم فی بابہ لم یتعرض العلماء او التعلیق علیہ لشرحہ الا القلیل اما لانہ سہل و منھم کثیرۃ تراجمہ ظاھرۃ معانیہ مبینۃ طرقہ او لان الجھابذۃ المحققین اکتفوا بشرح البخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و لان کتب ھولاء الاعلام اقدم من کتاب النسائی رحمھم اللہ تعالیٰ انتہی

(مقدمہ زہر الربی مع تعلیقات)

علامہ موصوف کی یہ رائے بالکل درست ہے، جیسا کہ سنن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے، تاہم جن اصحاب علم و فکر نے اس پر کام کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) الامعان فی شرح سنن النسائی ابی عبد الرحمٰن:۔ یہ شرح علامہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ الانصاری الاندلسی متوفی ۵۶۷ھ کی ہے۔ نیل الابتہاج بتطریز الدیباج صہ۲ میں ہے:۔

انہ صنف تالیف مفیدۃ جلیلۃ منھا الامعان فی شرح سنن النسائی لابی عبد الرحمن لم یتقدم احد لمثلہ بلغ فیھا الغایۃ احتفالا و اکثارا انتہی۔

اس سے اس شرح کی افادیت کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن محل تعجب ہے کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ نموذج میں علامہ دمشقی نے صراحت کی ہے۔ (مقدمہ تعلیقات سلفیہ صہ۲۱)

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے الدرر الکامنہ صہ۶۲ جہ۴ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ محمد بن علی

Marfat.com

الدمشقی م ۶۵۵ھ نے بھی نسائی کی شرح کا آغاز کیا تھا (مقدمہ زہر الربی)

(۳) شرح ابن الملقن: مشہور شارح علامہ ابن الملقن م ۸۰۴ھ نے زوائد نسائی کے نام سے نسائی کی شرح لکھی ہے۔

(۴) زہر الربی:۔ یہ علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ کی شرح ہے جو نہایت مشہور و متداول ہے۔

(۵) تعلیقات سندی: علامہ محمد بن عبد الہادی سندی م ۱۱۳۸ھ نے دیگر کتب صحاح کی طرح امام نسائی کی سنن کا بھی حاشیہ لکھا ہے، یہ حاشیہ علامہ سیوطی کی شرح سے جامع اور مفید معلومات پر مبنی ہے۔ یہ حاشیہ ۱۳۲۱ھ میں مطبع میمنہ سے طبع ہو چکا ہے۔

(۶) سنن نسائی کا ایک حاشیہ شیخ ابو عبد الرحمٰن محمد پنجابی کا ہے۔ جو کہ تفسیر محمدی کے مؤلف ہیں۔ یہ حاشیہ ۱۳۱۶ھ میں مطبع انصاریہ دہلی سے طبع ہوا ہے، کم یاب ہے اور صرف ثلث حصہ پر منحصر ہے۔

(۷) ایک حاشیہ علامہ ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوری کا ہے۔ جو دراصل شیخ ابو عبد الرحمٰن محمد پنجابی رح کے حاشیہ کا تکملہ ہے۔ (مقدمہ تعلیقات نسائی لعلامہ محمد حنیف بھوجیانی)

(۸) ایک نہایت لطیف تعلیقات پہ مبنی حاشیہ شیخ حسین بن محسن انصاری کا ہے جسے حضرت مولانا محمد حنیف صاحب بھوجیانی زید مجدہٗ نے تعلیقات سلفیہ میں ضم کر دیا ہے۔

(۹) علامہ ابو الطیب محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نسائی کے پیچیدہ مقامات پر علیحدہ مستقل کتاب لکھی ہے۔ (حاشیہ سیرت البخاری ص ۴۶۹ طنیو۔

(۱۰) التعلیقات السلفیہ: نہایت لطیف اور جامع تعلیقات کا حامل یہ حاشیہ ہمارے فاضل علامہ گل سرسبد حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی زیدہ مجدہ نے نہایت محنت و کاوش سے مرتب فرمایا ہے۔ اور یہ بے شمار خصوصیات کا حامل ہے۔ فاضل مکرم نے اس میں زہر الربی سیوطی، حاشیہ سندھی اور شیخ حسین بن محسن انصاری کے حواشی کا احاطہ فرمایا ہے۔ اور ساتھ احادیث کا شمار بھی کیا ہے۔ مسائل فقہیہ پر مختصر مگر جامع اور تسلی بخش نوٹ دے کر

Marfat.com

تعلیقات کو مزید حسن وزیبائش سے آراستہ کیا ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں اختصار سے کام لیتے ہیں تو اس کے متعلقہ مظان وموارد بقید حوالہ صفحات ذکر کر دیئے ہیں جو مسئلے کی تنقیح میں ایک معاون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مفید تعلیقات سنہ ۱۳۷۶ھ میں المکتبہ السلفیہ سے طبع ہو کر منصہ شہود پر آئی تھی۔

اس کی افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب طبع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اب پھر نایاب ہے۔

سنن نسائی اور تصحیف سنن کے موجودہ نسخوں میں تصحیف پائی جاتی ہے۔

اسانید اور اسناد میں جو غلطیاں پہلے سے چلی آ رہی تھیں، افسوس کہ ان کی طرف کسی محشی نے بھی توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

ذیل میں ہم ان مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں چنانچہ کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر میں باب الصلوٰۃ بمنی، کے تحت تیسری روایت میں سند ذکر کی گئی ہے:۔

حدثنا قتیبہ قال حدثنا اللیث عن کبیر عن محمد بن عبید اللہ بن ابی سلیمان عن انس"

موجودہ نسخوں میں اسی طرح محمد بن عبید اللہ بن ابی سلیمان ہے۔ لیکن التہذیب التقریب اور التاریخ الکبیر وغیرہ میں محمد بن عبید اللہ بن ابی سلیم ہے۔ خزرجی نے (الخلاصہ) میں گو محمد بن عبید اللہ بن ابی سلیمان ہی نقل کیا ہے، لیکن حاشیہ میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے اور تحفۃ الاشراف میں بھی یہ روایت بواسطہ ابی سلیم ہے ان قرائن کی بناء پر ابی سلیمان نام میں تصحیف کا شائبہ یقین کی حد تک معلوم ہوتا ہے۔

(۲) کتاب البیوع میں المزارعہ والوثائق کے عنوان میں تابعہ محمد بن الطائفی کے تحت ہے۔

اخبرنا عامر قال حدثنا شریح قال ثنا محمد بن مسلم الخ

اب قابل غور بات یہ ہے کہ سند میں یہ شریح نامی کون ہیں۔ علامہ مزی نے الاطراف میں انہیں ابن النعمان کہا ہے۔ اگر یہ نسبت درست ہے تو راوی شریح ہے۔

صحاح میں شریح بن نعمان صرف ایک راوی ہے جو طبقہ ثالثہ میں سے ہے ان کے

Marfat.com

اور اصحاب صحاح کے درمیان دور کا زمانہ ہے، بلکہ چار واسطے درمیان میں آتے ہیں اور سریح بن النعمان طبقہ عاشرہ کے راوی ہیں، جن سے اصحاب سنن نے بواسطہ احمد بن منیع و محمد بن عامر روایت لی ہے۔ اس سے صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سریح ہے شریح بن النعمان نہیں۔

(۳) سنن میں اسی روایت کے بعد دوسری روایت ا۔ اخبرنا عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن قال ثنا ابن المسور قال ثنا سفیان ابن عیینہ عن عمرو بن دینار الخ

ابن المسور سے مراد عبد الرحمٰن بن مسور لیں یا محمد بن عبد الرحمٰن بن المسور بہر حال یہ واسطہ درست نہیں، محمد بن عبد الرحمٰن تو رواۃ حدیث میں کہیں نظر نہیں آتا، رہے عبد الرحمٰن تو وہ طبقہ ثالثہ کے راوی ہیں۔ اور ان سے طبقہ عاشرہ کی روایت ناقابل تصور ہے۔ ہاں عین ممکن ہے کہ امام نسائی رح نے عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمان کی تعیین کے لئے ہو ابن المسور کہا ہو، اور ناسخ نے ہو کے بجائے قال ثنا کر دیا ہو، اور عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن بن المسور صغار العاشرہ سے ہیں، جن سے اصحاب سنن، اور مسلم نے روایت لی ہے واللہ اعلم +

ہم انہی چند اعلام پر اکتفاء کرتے ہیں، مقصود احاطہ نہیں، اور نہ ہی یہ مختصر اس کا متحمل ہے، تحفۃ الاشراف کو سامنے رکھ کر اگر سنن کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کی متعدد امثلہ مل جاتی ہیں۔

وہ مقامات جہاں امام نسائی رح نے فنی حیثیت سے کلام کیا ہے

رفیق محترم مولانا محمد صدیق صاحب عاجزہ کی تتبع کے مطابق (۷۷) ہیں پہلے بعض صفحات ان کی نشان دہی کی جاتی ہے، اور ثانیاً چند بحث طلب مقامات پیش کئے جاتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

"یاد رہے کہ یہ صفحات تعلیقات سلفیہ کے ہوں گے"

(۱) باب دلک الید بالارض ج۱ ص۱۰
(۲) الامر باراقۃ ما فی الاناء اذا ولغ فیہ الکلب ص۱۲
(۳) ترک التوقیت فی الماء ص۱۲
(۴) صب الخادم الماء علی الرجل ص۱۳

Marfat.com

(۳) ترک التوقیت فی الماء ص ۱۰ ج ۱ (۴) صب الخادم الماء علی الرجل ص ۱۳
(۵) عدد غسل الوجہ ص ۱۵ ج ۱ - (۶) باب وجوب الغسل ص ۲۵
(۷) باب الفرق بین دم الحیض ص ۲۸ - (۸) ذکر الاقراء ص ۲۷ (۹) باب
الفرق بین دم الحیض ایضاً ص ۲۸ (۱۰) باب ذکر الامر بذالک للحائض
ص ۳۰ (۱۱) باب البول مایوکل لحمہ ص ۳۶ (۱۲) ذکر الاقراء ص ۴۲ (۱۳)
باب الفرق بین دم الحیض والاستحاضہ ص ۴۲ - (۱۴) باب الفرق الخ ایضاً
(۱۵) باب الوضوء من مس الذکر ص ۵۰ (۱۶) باب الوضوء الخ ایضاً -
(۱۷) التسویب فی اذان الفجر ص ۷۵ (۱۸) باب الصلوٰۃ علی الحمار
(۱۹) موقف الامام اذا کانوا ثلاثہ ص ۹۲ (۲۰) من یلی الامام ثم
الذی یلیہ ص ۹۲ (۲۱) جامع ما جاء فی القرآن ص ۱۱۶ (۲۲) الفضل فی قرأۃ
قل ھو اللہ احد - (۲۳) باب رفع الیدین عن الارض قبل الرکعتین ص ۱۲۶
(۲۴) کیف التشھد الاول (۲۵) نوع اٰخر من التشھد ص ۱۵۰ (۲۶) باب
کیف الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۱ باب کیف الصلوٰۃ الخ
ایضاً (۲۸) نوع اٰخر ص ۱۵۱ (۲۹) باب السلام ص ۱۵۵ - (۳۰) باب الرخصۃ
فی ترک الغسل للجمعہ ص ۱۶۳ - (۳۱) باب کیفیۃ الخطبہ ص ۱۶۵ (۳۲) باب
حض الامام فی خطبتہ علی الغسل یوم الجمعہ ص ۱۶۶ (۳۳) الکلام و
القیام بعد النزول عن المنبر ص ۱۶۷ (۳۴) ذکر الساعۃ التی یستجاب فیھا
الدعاء ص ۱۶۱ - (۳۵) خروج الامام الی المصلی للاستسقاء ص ۱۷۹ (۳۶)
باب قیام اللیل ص ۱۹۱ (۳۷) ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسٰی کلیم اللہ ص ۱۹۵
(۳۸) باب کیف صلوٰۃ القاعد ص ۱۹۷ - (۳۹) باب تسویۃ القیام و
الرکوع والقیام بعد الرکوع والسجود والجلوس بین السجدتین
فی قیام اللیل ص ۱۹۸ (۴۰) باب کیف صلوٰۃ اللیل ایضاً (۴۱) باب نوع
اٰخر فی القرأۃ فی الوتر ص ۲۰۴ - (۴۲) التسبیح بعد الفراغ من الوتر ص ۲۰۵
(۴۳) المحافظۃ علی الرکعتین قبل الفجر ص ۲۰۶ (۴۴) باب وقت رکعتی
الفجر ص ۲۰۶ (۴۵) باب وقت رکعتی الفجر ص ۲۰۱ - (۴۶) باب من کان لہ صلوٰۃ

Marfat.com

باللیل فغلبه علیه النوم ص۲۰۸ (۴۷) ثواب من صلّی فی الیوم واللیلة اثنتی
عشرة رکعة ص۲۰۹ (۴۸) من الخ ایضاً تحت، لم یرفعه حین ص۲۰۹ (۴۹) ثواب
منزل الخ ص۲۱۰ (۵۰) ثواب من الخ ص۲۱۰ - (۵۱) کثرة ذکر الموت ص۲۱۰ ج۱ (۵۲)
کثرة ذکر الموت ص۲۱۰ ج۱ - (۵۲) باب النعی ص۲۱۶ (۵۳) مکان الماشی من
الجنازة ص۲۲۳ - (۵۴) المصفوف علی الجنازة ص۲۲۶ (۵۵) باب الفضل
والجود فی شهر رمضان ص۲۴۱ (۵۶) باب فضل شهر رمضان ص۲۴۳
(۵۷) باب فضل الخ ایضاً ص۲۴۲ (۵۸) الحث علی السجود ص۲۴۶ - (۵۹) کیف
الفجر ص۲۴۸ (۶۰) ثواب من قام رمضان و صامه ایماناً الخ ص۲۵۱ (۶۱) فضل
الصیام ص۲۵۱ - (۶۲) ما یکره فی الصیام فی السفر ص۲۵۵ (۶۳) الصیام
فی السفر ص۲۵۷ - (۶۴) النیة فی الصیام ص۲۶۱ (۶۵) النیة فی الصیام ایضاً
ص۲۶۲ - (۶۶) کیف یصوم ثلاثة ایام من کل شهر ص۲۶۹ (۶۷)
ایضاً ۲۶۹ - (۶۸) باب زکوٰة الحلی ص۲۸۰ - (۶۹) باب فرض صدقة الفطر
قبل نزول الزکوٰة ص۲۸۳ - (۷۰) مکیله زکوٰة الفطر ص۲۸۴ (۷۱) الجبة
فی الاحرام ص۷ ج۲ (۷۳) القرآن ص۱۱ ج۲ (۷۵) اذا اشار المحرم الی الصید
فقتله الحلال ص۲۲ ج۲ (۷۶) فضل الصلوٰة فی المسجد الحرام ص۲۸ ج۲
الخطبة قبل یوم الترویه ص۳۷ ج۲ - (۷۸) ماذکر فی یوم ص۳۸ - (۷۹)
المکان الذی یرمی منه جمرة العقبه ص۴۴ - (۸۰) باب وجوب الجهاد ص۴۶
(۸۱) فضل المجاهدین علی القاعدین ص۴۹ - (۸۲) من قاتل لیقال فلان
جری ص۵۱ - (۸۳) الحث علی النکاح ص۶۰ (۸۴) باب النهی عن التبتل ص۶۱
(۸۵) باب النهی عنه ایضاً - (۸۶) تزویج الزانیه ص۶۲ (۸۷) اذا استشار
رجل رجلاً فی المرأة هل یخبره بما یعلم ص۶۶ (۸۸) باب الشغار ص۶۶
(۸۹) اباحة التزویج بغیر صداق ص۶۹ - (۹۰) حب الرسل بعض نسائه
اکثر من بعض ص۸۵ - (۹۱) حب الرجل الخ ص۸۵ (۹۲) حب الرجل ایضاً ص۸۵
(۹۳) امرک بیدک ص۹۱ (۹۴) باب احلال المطلقه ثلاثاً والنکاح الذی
یحلها به ص۹۱ (۹۵) باب التوقیت فی الخیار ص۹۵ (۹۶) باب الظهار ص۹۶

Marfat.com

(۹۷) باب ما جاء فی الخلع ص ۹۷ - (۹۸) باب ما جاء فی الخلع ص ۹۸) باب الحاق
الولد بالفراش اذا لم ینفه صاحب الفراش ص ۱۰۱ (۱۰۰) باب الحاق الاخ اخاهم
سلمة ص ۱۰۲ (۱۰۱) الشکال فی الخیل ص ۱۱۱ (۱۰۲) الوفاء بالنذر ص ۱۳۶ ؛ ایضاً (۱۰۵)
ایضاً (۱۰۶) ایضاً ص ۱۴۰ (۱۰۷) کتابة المزارعة ص ۱۴۸ - (۱۰۸) تحریم الدم
ص ۱۵۳ (۱۰۹) تعظیم الدم ص ۱۵۴ (۱۱۰) ایضاً ص ۱۵۶ (۱۱۱) ایضاً ص ۱۵۶ (۱۱۲) ذکر
اعظم الذنب ص ۱۵۷ (۱۱۳) الحکم فی المرتد ص ۱۶۲ (۱۱۴) الحکم فی سب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۶۳ (۱۱۵) ایضاً ص ۱۶۴ (۱۱۶) ایضاً ص ۱۶۴ (۱۱۷) من قتل دون
ماله ص ۱۶۶ (۱۱۸) ایضاً ص ۱۶۶ (۱۱۹) من شهر سیفه ثم وضعه فی الناس ص ۱۶۸ .
(۱۲۰) التغلیظ فی من قاتل تحت رایة ص ۱۶۹ (۱۲۱) تحریم القتل ص ۱۶۹ (۱۲۲) کتاب
قسم الفیء ص ۱۷۲ (۱۲۳) کتاب الفرع والعتیرة ص ۱۸۱ (۱۲۵) ما یدبغ به جلود
المیتة (۱۲۶) الرخصة فی ثمن الکلب ص ۱۸۸ (۱۲۷) اخذ الورق من الذهب
والذهب من الورق ص ۲۱۷ (۱۲۸) باب بیع الکلب ص ۲۲۵ - کم دیة شبه العمد -
ص ۲۴۲ (۱۳۰) هل یؤخذ فی قاتل العمد ص ۲۴۲ (۱۳۱) باب دیة المرأة ص ۲۴۴ (۱۳۲)
باب عقل الاصابع ص ۲۴۷ (۱۳۳) ما یکون حرزاً وما لا یکون ص ۲۵۱ (۱۳۴) القدر
الذی اذا سرقه سارق ص ۲۵۴ (۱۳۵) القدر الذی ایضاً ص ۲۵۴ (۱۳۶) ایضاً
ص ۲۵۷ (۱۳۷) ایضاً ص ۲۵۷ (۱۳۸) ایضاً ص ۲۵۷ (۱۳۹) ایضاً ص ۲۵۸ (۱۴۰) ایضاً
ص ۲۵۸ (۱۴۱) ایضاً ص ۲۵۸ (۱۴۲) ایضاً ص ۲۵۸ (۱۴۳) باب قطع الیدین و
الرجلین فی السارق ص ۲۵۹ (۱۴۴) القطع فی السفر ص ۲۵۹ (۱۴۵) تعلیق ید
السارق فی عنقه ص ۲۵۹ (۱۴۶) ایضاً ص ۲۶۰ (۱۴۷) کتاب الزینة من السنن
ص ۲۷۰ (۱۴۸) الخضاب بالصفرة ص ۲۷۳ (۱۴۹) باب الکحل ص ۲۷۴ (۱۵۰) -
النهی للمرأة ان تشهد الصلوٰة الخ ص ۲۷۶ (۱۵۱) ایضاً ص ۲۷۷ (۱۵۲)
ایضاً ص ۲۷۷ - (۱۵۳) الکراهیة للنساء فی اظهار الحلی - صفحه ۲۷۸
(۱۵۴) تحریم الذهب علی الرجال ص ۲۷۸ (۱۵۵) ایضاً ص ۲۷۹ (۱۵۶)
ایضاً ص ۲۷۹ (۱۵۷) الرخصة فی خاتم الذهب للرجال ص ۲۸۰
(۱۵۸) ایضاً ص ۲۸۰ (۱۵۹) ایضاً ص ۲۸۲ (۱۶۰) ایضاً ص ۲۸۲

Marfat.com

(۱۶۱) ایضًا ص ۲۸۲ (۱۶۲) الحکم با التشبیه والتمثیل ص ۳۰۲
(۱۶۳) ایضًا ص ۳۰۲ (۱۶۴) الحکم باتفاق اهل العلم
ص ۳۰۳۔ (۱۶۵) الاستعاذۃ من الھرم ص ۳۱۱۔ (۱۶۶) الاستعاذۃ
من فتنة القبر۔ ص ۳۱۶۔ (۱۶۷) الاستعاذۃ من
حر النار ص ۳۱۷۔ (۱۶۸) الاستعاذۃ من دعاء لا یسمع
ص ۳۱۹۔ (۱۶۹) الترخیص فی انتباذ الخمر ص ۳۲۲ (۱۷۰)
انتباذ الزبیب وحدہ ص ۳۲۲ (۱۷۱) تحریم کل شراب
اسکر کثیرہ ص ۳۲۴۔ (۱۷۲) من اباح شراب
المسکر ص ۳۳۰۔

(۱۷۳) ایضًا ص ۳۳۰ (۱۷۴) ص ۳۳۱
(۱۷۵) ایضًا ص ۳۳۲ (۱۷۶) ایضًا ص ۳۳۴
(۱۷۷) باب الفرق بین
دم الحیض الخ۔ صفحہ ۱۲۰۲۸

ان مواضع میں امام نسائی رح نے اپنی سنن میں احادیث پر گفتگو کی ہے جنہیں دیکھنے سے چند امور سامنے آتے ہیں، جو ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) آپ بسا اوقات مشتبہ ناموں کی توضیح کرتے ہیں، چنانچہ آپ کتاب الحج میں ایک حدیث اس سند سے بیان کرتے ہیں:۔

اخبرنا ابو داؤد حدثنا مسلم بن ابراهیم قال ثنا اسمعیل بن مسلم قال ثنا محمد بن واسع الخ

اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، اسمٰعیل بن مسلم تین ہیں:۔

اسمعیل بن مسلم ثلثة هذا احدهم لا بأس به واسمیل بن مسلم شیخ یروی عن ابی طفیل لا بأس به واسماعیل بن مسلم یروی عن الزهری والحسن متروك الحدیث انتهٰی۔ اسی طرح نسائی ص ۱۸۱/۲ میں ابو علی حنفی سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں ابو علی الحنفی هم اربعة اخوة احدهم ابو بکر وبشر وشریك واخر انتهٰی۔" اس قسم کی امثلہ متعدد ہیں۔ ہم صرف دو

Marfat.com

ہی کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۲) کبھی کبھی حدیث کے مشکل الفاظ کی توضیح فرماتے ہیں، مثلاً حضرت ابوہریرہ کی حدیث جس کے الفاظ ہیں، انہ کرہ الشکال عن الخیل کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

الشکال من الخیل ان یکون ثلث قوائم محجلہ وواحدۃ مطلقہ اویکون الثلاثہ مطلقہ ورجل محجلہ ولیس یکون الشکال الا فی الرجل ولا یکون فی الیہ" ص ۱۱۳/۲۲

(۳) سنن میں سب سے اطول سند کتاب الصلوٰۃ میں ہے جسے

۱۔۲۔ الفضل فی قراۃ قل ھو اللہ احد کے تحت یوں نقل کیا ہے:۔

اخبرنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمن حدثنا زائدۃ عن منصور عن ھلال ابن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابن ابی لیلیٰ عن امراۃ عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الحدیث)

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔ لا اعلم اسناداً اطول من ھذا ص۱۲۰ ج۱

(۴) بسا اوقات ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے مرسل و متصل ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔ جس کی متعدد امثلہ مل جاتی ہیں، مثلاً باب تسویۃ القیام والرکوع والقیام بعد الرکوع۔ الخ میں حضرت حذیفہؓ کی روایت کے بعد لکھتے ہیں :۔

ھذا الحدیث عندی مرسل وطلحۃ بن یزید لا اعلمہ سمع من حذیفۃ شیئاً الخ لیکن یہ روایت منقطع ہے مرسل نہیں، جیسے کہ امام نسائیؒ فرما رہے ہیں۔ اس کے لئے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ بعض اصولیین تو مرسل و منقطع کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور بعض اسے ایک ہی معنی پر محمول کرتے ہیں، جیساکہ شیخ الاسلام اور علامہ سیوطیؒ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ علامہ الجزائری فرماتے ہیں :۔

وقد اطلق المرسل علی المنقطع من ائمۃ الحدیث۔ ابوزرعہ و ابوحاتم والدارقطنی (توجیہ النظر) ص۲۴۳

علامہ نوویؒ نے ان محدثین میں علامہ بیہقی کا بھی یہی مسلک بتایا ہے، جیساکہ مولانا محمد

Marfat.com

حسن صاحب ہزارویؒ نے شرح شرح نخبۃ الفکر صلاً میں ذکر کیا ہے۔ لہذا امام نسائیؒ کے اس طریق سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ بھی ان محدثین کے ساتھ ہی شامل ہیں جو مرسل و منقطع میں کچھ فرق نہیں مانتے اور اس کا ثبوت اور کئی مقامات پہ بھی ملتا ہے، چنانچہ "کتاب الصیام" میں ایک جگہ حمزہ بن عمرو رضؓ سے روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روایت مرسل ہے۔ (ص۲۵ ج۱)۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ سلمہ بن یسار کا حمزہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اور علامہ محمد عطاء اللہ صاحب حنیف اپنی تعلیقات میں رقمطراز ہیں :۔

"والمرسل ھٰھنا بمعنی المنقطع الخ"

اسی طرح ان کے چند صفحات آگے چل کر حضرت حفصہؓ کی روایت لا صیام لمن لم یجمع الصیام قبل الفجر کے بعد فرماتے ہیں : ارسلہ مالک بن انس حالانکہ وہ روایت جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے وہ منقطع ہے اور بواسطہ زہری عن عائشہ مروی ہے، گویا شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ امام نسائیؒ کے نزدیک مرسل و منقطع میں کوئی فرق نہیں ہے۔ واللہ اعلم وہو الموفق۔

(۵) کبھی کبھار حدیث کی صحت و سقم کی بھی وضاحت کرتے ہیں، مثلاً باب الحث علی السحور کے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں :۔

حدیث یحییٰ بن سعید ھذا اسنادہ حسن وھو منکر واخاف ان یکون الغلط من محمد بن فضیل۔ (ص۲۴۶ ج۱)

جس کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت "تسحروا فان فی السحور برکۃ" بواسطہ ابن ابی لیلیٰ عن عطاء عن ابی ہریرہ صحیح ہے، اور محمد بن فضیل نے اسے بواسطہ یحییٰ بن سعید عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔

اس مثال سے ایک اصولی مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ محدثین تفرد ثقہ پر بھی منکر کا اطلاق کرتے ہیں، اور پھر جملہ اہل اصول نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے پیش نظر صرف چند امثلہ پر ہم اکتفاء کرتے ہیں۔ حافظ ابن الصلاح رحؒ فرماتے ہیں :۔

واطلاق الحکم علی التفرد بالرد والنکارۃ او الشذوذ موجود فی کلام کثیر من اھل الحدیث (مقدمہ ص۲۰)

Marfat.com

اور شیخ الاسلام اسی پر بحث کرتے ہوئے اپنے النکت میں رقمطراز ہیں :-

نعم اطلق الامام احمد والنسائی وغیر واحد من النقاد لفظ المنکر علی مجرد التفرد الخ ص۲۱۶ قلمی

اور اسی طرح مقدمہ فتح میں فرماتے ہیں :-

قلت المنکر اطلقہ احمد بن حنبل رض وجماعۃ علی الحدیث الفرد الذی لا متابع لہ فیحمل ھذا علی ذالک (ترجمہ محمد بن ابراہیم)

متقدمین میں سے اصحاب صحاح کی کتب ابوداؤد، ترمذی، بیہقی سے اس کی امثلہ مل جاتی ہیں، نیز علامہ عبدالحی نے الرفع والتکمیل اور امیر علی نے التذہیب میں بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ امام نسائی نے اپنی سنن ص۲۰۷ باب وقت رکعتی الفجر اور باب بیع الکلب ص۲۲۵ میں بھی اس قسم کی احادیث پر منکر کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۶) امام نسائی رح نہ صرف محدث بلکہ بلند پایہ مجتہد اور فقیہ بھی تھے، اور آپ کی سنن دراصل اس کا مظہر اور نمونہ ہے، امام حاکم رح فرماتے ہیں :-

فاما کلام ابی عبد الرحمن علی فقہ الحدیث فاکثر من ان یذکر فی ھذا الموضع ومن نظر فی کتاب السنن لہ تحیر فی حسن کلامہ الخ

(معرفۃ علوم الحدیث)

امام حاکم رح کا یہ قول عین حقیقت ہے واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللہ خمسہ وللرسول (الآیۃ) کی تفسیر میں امام موصوف رح نے جن امور کا ذکر کیا ہے وہ قابل قدر ہیں۔ موجودہ دور میں استنام ~~لکھنے~~ کا جو طریقہ رائج ہے، اگر یہ کہا جائے کہ وہ امام نسائی رح کا رہین منت ہے تو بے جا نہ ہوگا، جیسے انہوں نے کتاب المزارعہ کے عنوان کے تحت ص۱۴۸ میں بیان کیا ہے، جب کہ اس پر ایک مثال بھی من وعن صادق آتی ہے، چنانچہ "تحریم کل شراب اسکر کثیرہ الخ" کے تحت حضرت ابوہریرہ کی روایت :-

علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم فتحینت فطرہ بنبیذ صنعتہ لہ فی دباء فجئتہ بہ فقال ادنہ فادنیتہ منہ فاذا ھو ینش فقال اضرب بھذا الحائط

Marfat.com

فان هذا شراب من لا یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ص۳۲۲)
نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

قال ابو عبدالرحمن و فی هذا دلیل علی تحریم المسکر قلیله وکثیره ولیس کما یقول المخادعون لانفسهم بتحریمهم اخر الشربة وتحلیلهم ما تقدمها الذی یشرب فی الفرق قبلها ولا خلاف بین اهل العلم ان السکر بکلیته لا یحدث علی الشربة الاٰخرة دون الاولی والثانیة بعدها وباللہ التوفیق

اندازہ کیجئے امام صاحبؒ کتنے زوردار الفاظ سے قلیل مقدار شراب کے حلال ہونے کے قائلین کی تردید کرتے ہیں، پھر آگے چل کر مزید وضاحت فرماتے ہیں، کہ اس متفقہ فیصلہ کو سب سے پہلے ابراہیم نخعی نے رد کیا ہے۔ چنانچہ ابن مبارک سے نقل کرتے ہیں :-

ما وجدت الرخصة فی المسکر عن احد صحیحًا الا عن ابراهیم

ایسی کئی امثلہ جو سنن میں موجود ہیں، امام صاحبؒ کے فقہ واجتہاد کی دلیل ہیں

(۷) المجتبیٰ میں امام صاحب نے السنن الکبریٰ کے خلاف کہا ہے، مثلاً "باب کیف صلوٰۃ اللیل" میں حضرت ابن عمر کی روایت "صلوٰۃ اللیل مثنیٰ" کے بعد لکھتے ہیں :- هذا الحدیث خطأ عندی واللہ اعلم

مگر السنن الکبریٰ میں اسی روایت کے متعلق فرماتے ہیں :- اسناده جید التلخیص ص۱۱۹ اسی طرح السنن صغریٰ میں تصحیف کے نمونے ملتے ہیں مثلاً تحریم کل شراب الخ کے تحت رقمطراز ہیں : "الذی یشرب فی الفرق" حالانکہ السنن الکبریٰ میں اصل عبارت یوں ہے :-

"الذی یسری فی العروق قبلها" قاله السندی

(۸) سنن اور دیگر کتب حدیث کے ساتھ موازنہ کی صورت میں ہمیں بعض ایسے مواضع بھی ملتے ہیں جن میں آپ نے دیگر محدثین سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً باب الفرق بین دم الحیض" میں فاطمہ بنت ابی حبیش کی روایت کے بعد فرماتے ہیں :-

لا اعلم احدا ذکر هذا الحدیث و توضئی غیر حماد بن زید وقد روی غیر واحد عن هشام ولم یذکر فیه وتوضئی السنن ص۲۸ ج۱ —

Marfat.com

حالانکہ حماد ان الفاظ کے بیان کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ان کی متابعت یحیی بن سلیم، ابومعاویہ ابوحمزہ السکری سے ثابت ہے۔ ابوحمزہ کی روایت بیہقی میں اور ابومعاویہ رض کی صحیح بخاری میں اور یحیی بن سلیم کی متابعت کا ذکر شیخ الاسلام نے کیا ہے، تفصیل کے لئے نصب الرایہ ص۶۲ تلخیص ص۶۲ الجوہر النقی ص۲۴۴ ج۲ ملاحظہ ہوں، ہم نے امام مسلم رح کے مقالہ میں قدرے بسط سے اس پر بحث کی ہے۔ اسی طرح باب کیف صلوٰۃ القاعد کے تحت حضرت صدیقہ رض کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

لا اعلم روی هذا الحدیث غیر ابی داؤد وهو ثقة ولا احسب هذا الحدیث الا خطاء والله تعالی اعلم ص۱۹۷ ج۱

حالانکہ ابوداؤد ان الفاظ کے روایت کرنے میں متفرد نہیں، بلکہ اس کی متابعت محمد بن سعید بن الاصبہانی سے ثابت ہے۔ جسے ابن خزیمہ اور بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ الغرض سنن میں ایسے کئی مقامات ہیں، جہاں امام صاحب رح نے دوسرے محققین سے اختلاف کیا ہے۔

(۹) بسا اوقات امام صاحب رح ایک راوی پر جرح کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ راوی مختلف فیہ ہوتا ہے، اس لئے اپنی تائید میں دیگر نقاد محدثین سے بھی جرح نقل کرتے ہیں مثلاً الخطبة قبل یوم التروية میں حضرت جابر رض کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

قال ابو عبد الرحمن ابن خثیم لیس بالقوی فی الحدیث وانما اخرجت هذا لئلا یجعل ابن جریج عن ابی الزبیر وما کتبناه الا عن اسحق بن راهویه ابن ابراهیم ویحیی بن سعید القطان لم یترک حدیث ابن خثیم ولا عبد الرحمن الا ان علی بن المدینی قال ابن خثیم منکر الحدیث وکان علی بن المدینی خلق للحدیث ص۳۷

(۱۰) طبقات رواۃ کے اعتبار سے کبھی ان کے مدارج و مراتب کو بھی واضح کرتے ہیں، مثلاً التسبیح بعد الفراغ عن الوتر کے بعد فرماتے ہیں :۔

قال ابو عبد الرحمن ابو نعیم اثبت عن محمد بن عبید ومن قاسم بن یزید واثبت اصحاب سفیان هنه والله اعلم۔ یحیی بن سعید القطان

Marfat.com

ثم عبد اللہ بن مبارک ثم وکیع بن الجراح ثم عبد الرحمٰن بن مہدی ثم ابو نعیم ثم الاسود الخ ص۲۰۵ ج ا

(۱۱) باوجود اس بات کے کہ امام نسائی کو امام المسلمین کے لقب سے نوازا گیا اور امام مسلمؒ سے کہ احفظ تسلیم کیا گیا۔ لیکن اس قدر منکسر المزاج تھے کہ جہاں کہیں کسی بات کا پتہ نہ چلتا اس کے متعلق صاف عدم علم کا اظہار فرمادیتے، چنانچہ "باب الحث علی النکاح" کے تحت حضرت عثمان کی روایت۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یعنی فتیۃ۔ (الحدیث)

ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں فلم افھم فتیۃ کما اردت" یعنی مجھے میری منشا کے مطابق فتیہ کا معنی معلوم نہیں ہوسکا، یہ عدم علم نہیں بلکہ لا ادری نصف العلم کے مطابق آپ کے تقویٰ و کمال علم پر ایک دلیل ہے۔

(۱۲) سنن کی کتب اور ابواب میں بعض مقامات پر کچھ تکرار ملتا ہے۔ جیسا کہ باب " ذکر الاقراء" سور الکلب، باب سور الھرۃ کا ذکر صفۃ الوضوء سے پہلے بھی ہے، اور پھر آگے چل کر کتاب المیاہ میں بھی ان کا ذکر آگیا ہے۔ اور اسی طرح کتاب الزینۃ کا ذکر بھی دو دفعہ آگیا ہے، اور غسل کے مسائل پہلے بھی مذکور ہوتے کے باوجود کتاب الغسل والتیمم میں بھی منقول ہیں۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ کتابوں اور ابواب کا یہ تکرار من حیث الصغری والکبری کے قبیل سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے ابواب و کتب کے متعلقات یا انھی کے تحت امام نسائیؒ نے من السنن الصغری والکبریٰ کی وضاحت کردی ہے، اس بنا پر یہ تکرار چنداں قباحت کا موجب نہیں ہے۔ البتہ بسا اوقات المجتبیٰ میں ابواب زیادہ ہوتے ہیں، اور بسا اوقات سنن الکبریٰ میں (واللہ الموفق)۔

کیا امام نسائیؒ شافعی تھے؟:-

طبقات شافعیہ میں علامہ السبکی کے امام نسائی کا ترجمہ قائم کرنے سے بعض نے آپ کو شافعی المسلک کہا ہے۔ اور اسی طرح آپ کے کتاب المناسک جو کہ امام شافعیؒ کے مسلک پر ہے، تحریر کرنے سے علامہ ابن اثیر جزری فرماتے ہیں کہ آپ کے شافعی المسلک ہونے کا شائبہ ہوتا ہے۔ لیکن ان دونوں بزرگوں کے اس طرح

Marfat.com

کے بیان سے آپ کو شافعی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ دوسری طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے آپ کو حنبلی ظاہر کیا ہے، جیسا کہ علامہ کاشمیری اپنی امالی میں فرماتے ہیں :-

(والنسائی وابو داؤد حنبلیان صرح به الحافظ ابن تیمیہ رح (فیض الباری)

تو کیا اس بیان پر آپ کو حنبلی کہا جائے گا؟ نہیں وہ تو خود مجتہد تھے، صرف بات یہ ہے کہ آپ کا اجتہاد کبھی تو امام شافعی رح کے مذہب کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی دوسرے فقہاء کے ساتھ چنانچہ علامہ الجزائری رقمطراز ہیں :-

" واما مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن خزیمه وابو یعلی والبزار ونحوهم فهم علی مذهب اهل الحدیث لیسوا مقلدین لواحد بعینه من العلماء ولا هو من الائمة المجتهدین علی الاطلاق بل یمیلون الی قول ائمة الحدیث" کالشافعی واحمد واسحق وابی عبید وامثالهم الخ توجیه النظر صـ۱۸۵

بلکہ حافظ ابن حزم نے تو یہاں تک صراحت کی ہے، کہ یہ ائمہ تو تقلید کے منکر اور لوگوں کو اس فعل شنیع سے ہمیشہ روکنے والے ہیں، چنانچہ حضرت النواب حافظ ابن حزم سے نقل فرماتے ہیں :-

ثم اتی بعد هؤلاء البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی ...

ما منهم احد اتی یا مام فاخذ بقوله فتقلد به بل کل

هؤلاء یحتج عن ذالك وانکره هدایة السائل صـ۵۳۴

شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی حجۃ اللہ میں اتفاق اجتہاد کو ہی ان کے شافعیت کی طرف منسوب ہونے کا سبب ٹھہرایا ہے۔

قطع نظر ان اقوال کے اگر بقول ابن اثیر کتاب المناسک لکھنے سے شافعی ہیں تو کیا انہوں نے کتب السنن میں دیگر ائمہ کی تائید نہیں کی، کتاب السنن کے ابتداء ہی میں کتاب الاقراء میں ہمیں یہ بات ملتی ہے آپ فاطمہ بنت ابی حبیش کی مشہور روایت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

هذا الدلیل علی ان الاقراء حیض "

اور یہی مسلک امام ابو حنیفہ رح کا ہے، کہ الاقراء سے مراد حیض ہے تو کیا امام نسائی

Marfat.com

کو اس موافقت کی بنا پر حنفی کہیں گے ؛ نہیں ہرگز نہیں بلکہ حقیقت وہی ہے ۔ جو شاہ ولی اللہ صاحب اور علامہ الجزائری نے بیان کی ہے کہ یہ مجتہد تھے ، اور جزئیات مسائل میں محدثین کی طرح احادیث کے مطابق عمل کرتے تھے اور جن ائمہ کے مسلک کو کتاب وسنت کے قریب تر پاتے ، اس کی تائید فرما دیتے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

Marfat.com

امام ابوداؤد سجستانی رح

متولد ۲۰۲ھ متوفی ۲۷۵ھ

نام ونسب :- سلیمان نام ابوداؤد کنیت اور نسب نامہ یہ ہے۔ سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی، آپ کے جداعلیٰ عمران کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ساتھ دیا تھا۔ اور اسی میں ان کی شہادت ہوئی۔ [۲]

ولادت وخاندان :- امام ابوداؤد رح کا خود بیان ہے کہ وہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے [۳] آپ کو نسبی تعلق مشہور قبیلہ "ازد" سے ہے۔ اس لئے ازدی کہلاتے ہیں۔

وطن :- امام صاحب کی مقامی نسبت سیستان (سجستان) کی طرف ہے، جو ایک مشہور ملک ہے، اور ہند کے پہلو میں سندھ وہرات کے مابین اور قندھار کے متصل واقع ہے۔ اور چشت جو بزرگان چشتیہ کا وطن ہے۔ وہ بھی اسی ملک میں واقع ہے۔ پہلے زمانہ میں "بست" اس ملک کا پایہ تخت تھا۔ عرب لوگ اس ملک کی نسبت میں کبھی آپ کو سجزی بھی کہہ دیتے ہیں۔

بعض لوگوں نے بصرہ کے ایک گاؤں سجستان یا سجستانہ کو آپ کا وطن بتایا ہے۔ جو درست نہیں، اسی طرح محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں :-

"میں نے محمد بن نصر قل ہو اللہ خاں سے سنا کہ امام ابوداؤد رح کا وطن بصرہ کا ایک گاؤں سجستان ہے۔ جو خراسان کے سجستان سے الگ ہے۔"

---

[۱] تاریخ بغداد (ص ۵۵ ج ۹) [۲] تہذیب التہذیب (ص ۱۶۹ ج ۴) نیز کتاب الانساب وغیرہ۔

[۳] تاریخ بغداد (ص ۵۶ ج ۹)۔

Marfat.com

اسی طرح کی ایک اور روایت بھی ہے، اور ابن نصر کا یہ بیان کہ انہوں نے جب بصرہ والوں سے اس کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہاں کے لوگ اس نام کے کسی گاؤں سے واقف نہیں، تو اس قسم کی سب روایات ناقابل اعتماد ہیں، درست وہی ہے جو ہم ابتداء میں ذکر کر آئے ہیں۔ اور یہی موقف شاہ عبدالعزیز رح کا ہے، چنانچہ ابن خلکان وغیرہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ابن خلکان کو انساب میں مہارت، اور تاریخ دانی میں کمال کے باوجود اس نسبت کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے، اور بقول صاحب طبقات علامہ تاج الدین سبکی یہ وہم ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت سیتان (سجستان) کی جانب ہے، جو ایک مشہور ملک اور سندھ و ہرات کے درمیان قندھار کے قریب واقع ہے۔[1]

علامہ ذہبی رح نے دونوں قسم کے اقوال پیش کئے ہیں[2] اور علامہ سمعانی رح کے بیان سے ہمارے مدعیٰ کی مزید تائید ہوتی ہے، جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"سجستانی سجستان کی طرف نسبت ہے جو کابل کے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔"[3]

ویسے جن لوگوں نے امام صاحب کی نسبت، بصرہ کی طرف کی ہے، انہیں اس وجہ سے غلط فہمی ہوئی کہ آپ نے آخری عمر میں بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، اس لئے انہوں نے امام صاحب رح کا وطن (بصرہ) کے قرب وجوار کے علاقہ ہی کو سمجھ لیا۔ واللہ اعلم۔

سماع حدیث کے لئے سفر:۔

امام ابوداؤد رح نے حدیث پاک کے جمع وحصول کے لئے بے شمار مقامات کے سفر کئے ہیں۔ مؤرخین نے آپ کے اسفار کا تذکرہ کرتے ہوئے بلاد اسلامیہ میں سے۔ مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ بصرہ وغیرہ کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد رح اپنی کتاب، "کتاب السنن" میں "مصر" کے سفر کا

---

[1] بستان المحدثین (ص ۱۱۸) والحطہ (ص ۱۲۵) [2] تاریخ ابن خلکان (ج ۱ ص ۲۸۳) تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۷۰) [3] کتاب الانساب سمعانی (ص ۲۹۲)

Marfat.com

تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"کہ میں نے مصر میں ایک بہت لمبی ککڑی دیکھی اس کو ناپا تو تیرہ[۱۳] بالشت کی ہوئی، اور میں نے ایک ترنج دیکھا، اسے کاٹ کر اونٹ پر لادا گیا تھا، اس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے"[۱]

اسی طرح آپ نے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق اسی سلسلہ میں اور بھی بہت سے مقامات کا سفر کیا۔ کئی بار بغداد تشریف لے گئے اور نیسا پور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا[۲]

شیوخ :- شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رح آپ کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"وشیوخہ فی السنن وغیرھا نحو من ثلاثمائۃ نفس[۳]"

کہ امام ابوداؤدؒ کے شیوخ کی تعداد تین صد کے قریب ہے۔ ان میں امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، اور ابوثور جیسے بلند پایہ فقہائے محدثین اور یحیی بن معین، ہشام بن عبدالملک طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبۃ جیسے نامور ناقدین فن اور ائمہ محدثین شامل ہیں۔ چند اور مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں۔

حیوۃ بن شریح، خلف بن ہشام بغدادی، ربیع بن نافع حلبی، زہیر بن حرب، سعید بن سلیمان بزار واسطی، سعید بن منصور، سلیمان بن حرب، سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی، شجاع بن مخلد، صفوان بن صالح دمشقی، عبداللہ بن رجا ربصری، عبداللہ بن محمد نفیلی دمشقی، عمرو بن عون بزار واسطی، ابورجار قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار بندار بصری، محمد بن صباح بزار دولابی، محمد بن منہال، مسدد بن مسرھد، ہشام بن خالد ازرق دمشقی، ہناد بن عمرو اور ابومحمد، ابوالید طیالسی، قعنبی، مسلم بن ابراہیم، ابوعمروؒ وغیرہ۔

---

[۱] بستان المحدثین (ص ۱۱۹) [۲] تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۵۶) والبدایہ والنہایہ (ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)۔

[۳] تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۱۶۲، ۱۶۹، ۱۷۰) ومقدمہ غایۃ المقصود شرح ابوداؤد للشیخ علامہ شمس الحق صاحب ڈیانوی (ج ۱ ص ۵، ۶)۔

Marfat.com

فائدہ :- امام ابوداؤدؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے ساتھ امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید مشیوخ کے اعتبار سے، برابر کے شریک ہیں۔

تلامذہ :- امام صاحب کے تلامذہ کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے "سنن کے رواۃ ہیں" ابو عمرو احمد بن علی بن حسن بصری، ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی، ابوالطیب احمد بن ابراہیم اشنانی، ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی، ابو بکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ، ابوالحسن علی بن حسن بن عبد انصاری، ابوعیسٰی اسحٰق بن موسٰے بن سعید رملی، اور ابو اسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید رواس، ابو سالم محمد بن سعید الجلودی شامل ہیں۔

دوسری کتابوں کے رواۃ ہیں :- ابو عبداللہ محمد بن احمد بصری، ابوبکر احمد بن سلیمان نجاد۔ اسمٰعیل بن محمد صفار، ابو عبید محمد بن علی بن عثمان آجری اور دوسرے مشہور علماء میں آپ کے صاحبزادے ابو بکر بن ابی داؤد، ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الفرائنی، حرب بن اسمٰعیل کرمانی، زکریا سماجی، ابو بکر بن محمد بن خلال اور احمد بن یٰسین ہروی وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

صحاح ستہ :- کے مصنفین میں سے امام ترمذی اور امام نسائیؒ کو بھی آپ سے تلمذ حاصل ہے[1] امام احمدؒ بن حنبلؒ نے بھی جو آپ کے اساتذہ میں تھے۔ حدیث عتیرہ ان سے روایت کی ہے، اور امام اس بات پر ناز کیا کرتے تھے۔

چار مشہور تلامذہ :- امام ابوداؤدؒ کے یوں تو تمام تلامذہ علمی میدان میں بلند پایہ ہیں، لیکن چار اشخاص زیادہ مشہور و ممتاز ہیں، چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں :-

وچہار کس از جملہ شاگرداں او خیلے سرآمد محدثین شدند اول پسرش ابوبکر بن

---

[1] تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۱۷۲، ۱۶۹، ۱۷۰) غایۃ المقصود ج ۱ ص ۵، ۶ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۱۵۳)۔

Marfat.com

ابی داؤد دوم لؤلؤی، سوم ابن الاعرابی، چہارم ابن داسہ [۱]

حفظ وضبط :- امام صاحب کو حفاظ حدیث میں بہت بڑا مقام حاصل ہے، ابو حاتم کا بیان ہے کہ

" وہ حفظ کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام تھے "

محمد بن مخلد فرماتے ہیں کہ " ابو داؤد رح ہزاروں حدیثوں کا مذاکرہ کیا کرتے تھے " اور جب انہوں نے سنن مرتب کی تو تمام اہل زمانہ ان کے حفظ و تقدم کے معترف ہوگئے

امام نووی رح فرماتے ہیں کہ جمہور علمائے اسلام کو ان کے کمال حفظ کا اعتراف ہے [۲]

جرح تعدیل :- امام ابوداؤد رح کو حدیث کے علل سے ایک لگاؤ تھا، اور اس سلسلہ میں آپ کو ملکہ راسخہ عطا ہوا تھا، جیسا کہ ممتاز علماء نے جرح تعدیل میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا ہے۔

آپ کی قوت تمیز، نقد ونظر پر اساطین فن کا اتفاق ہے۔

احمد بن محمد بن یٰسین الھروی فرماتے ہیں :-

كان احد حفاظ الاسلام للحديث وعلمه وعلله وسنده في اعلى درجة مع النسك والعفاف والصلاح والورع [۳]

اور ابو حاتم بن حبان کا ارشاد ہے :-

كان احد ائمة الدنيا فقها وعلما وحفظا ونسكا وورعا واتقانا، جمع وصنف وذب عن السنن

ابن مندہ کا بیان ہے :-

احادیث کی تخریج، معلول وثابت اور غلط وصحیح میں تمیز کرنے والے چار آدمی ہیں، امام بخاری، امام مسلم ان کے بعد ابوداؤد اور نسائی۔

ورع تقویٰ :- مسلم بن قاسم آپ کے ورع و تقوے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" كان ثقة زاهدًا، عارفا بالحديث امام عصره في ذالك "

---

[۱] بستان المحدثین ص ۱۱۹ ماخوذ از تذکرۃ المحدثین ص ۲۸۰ [۲] تہذیب ج ۴ ص ۱۷۲، تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۲۲۴ [۳] تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۷) +

Marfat.com

اور حافظ ابوبکر الخلال فرماتے ہیں :-

ابوداؤد الامام المتقدم فی زمانہ رجل لم یسبقہ الی معرفتہ بتخریج العلوم وبصرہ بمواضعہ احد فی زمانہ رجل ورع مقدمٌ[1]

اسی طرح ابوحاتم بن حبان، احمد بن محمد بن یٰسین الھروی کے بیانات بھی آپ کے ورع و تقویٰ پہ ایک منہ بولتی دلیل ہیں، شاہ عبدالعزیزؒ صاحب لکھتے ہیں :-

"در حفظ حدیث واتقان روایت و عبادت وتقویٰ وصلاح و احتیاط درجہ عالی داشت۔"[2]

اور حافظ ابن کثیرؒ نے اسی مدعا کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے فرماتے ہیں :-

وکان فی اعلیٰ درجۃ النسک والعفاف والصلاح والورع[3]

امام کے ورع وتقویٰ کا اندازہ لگائیے۔

"آپ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا" ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں اور دوسری کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں۔"[4]

اور آپ کا یہ فعل ورع و تقویٰ کے ساتھ احتیاط فی الحدیث یا احتیاط فی الروایت کی بھی غمازی کرتا ہے۔

حدیث میں کمال :- حدیث میں جلالت علم کا اعتراف کرتے ہوئے امام حاکمؒ فرماتے ہیں :-

"ابوداؤد امام اھل الحدیث فی عصرہ بلامدافعۃ"

اور علان بن عبدالصمد نے یہ رائے قائم کی ہے :-

"کان من فرسان ھذا الشان"

حافظ محمد بن اسحٰق الصنعانی اور ابراہیم الحربی آپ کی مہارت تامہ کی داد ان الفاظ سے دیتے ہیں :-

"أُلین لابی داؤد الحدیث کما الین لداؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) الحدید"

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۵۷)، [2] بستان المحدثین (ص ۱۱۸)، [3] والبدایہ والنہایہ (ج ۱۱ ص ۵۵)۔
[4] بستان المحدثین (ص ۱۱۸، ۱۱۹)۔

Marfat.com

محمد بن لیث قاضی فرماتے ہیں :۔

"خلق ابوداؤد فی الدنیا للحدیث وفی الآخرۃ للجنۃ"

موسیٰ بن ہارون نے فرمایا :۔ "ما رأیت افضل منہ"

امام کا فقہی ذوق اور فقہی بصیرت :۔ امام جس طرح حدیث میں مقتدی مانے گئے ہیں، اسی طرح آپ کو فقہ و اجتہاد میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے تو آپ کو فقہ و اجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے، اور لکھا ہے کہ ان کے بعد امام ابوداؤد کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور پھر جملہ اصحاب تراجم و طبقات نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے :۔

صاحب شذرات[1] اور علامہ یافعی[2] نے آپ کو "راساً فی الحدیث وراساً فی الفقہ" کہا ہے۔

آپ کے اس ذوق اور بصیرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب "کتاب السنن" کو صرف احکام و مسائل کے جمع و مرتب کرنے تک ہی محدود رکھا۔

چنانچہ امام ممدوح اپنے رسالہ مکیہ میں اس بات کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ "وانما لم اصنف فی کتاب السنن الا الاحکام ولم اصنف فی الزہد وفضائل الاعمال وغیرہا فہذہ الاربعۃ الآف والثمانمائۃ کلہا فی الاحکام فاما احادیث کثیرۃ صحاح من الزہد والفضائل وغیرہا فی غیر ہذا لم اخرجہا" ھ[3]

امام ابوحاتم آپ کو "امام فقیہ" قرار دیتے ہیں۔

امام ابو اسحٰق شیرازی نے اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابوداؤد ہی کو طبقات فقہاء میں شمار کیا ہے۔ اور یہ امتیاز آپ کو اسی فقہی بصیرت اور فقہی ذوق کی

۳ھ مقدمہ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۵)۔

Marfat.com

بدولت حاصل ہوا ہے ۔

فقہی مذہب :- ابو اسحٰق شیرازیؒ نے امام صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کی نسبت حنابلہ کی طرف کر دی ہے ، اور بعض نے آپ کو شافعیؒ المذہب لکھ دیا ، لیکن یہ محض درسی نسبت ہے ۔ اور یہ غلط فہمی غالباً امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعی کے ساتھ اکثر و بیشتر مسائل میں موافقت کے سبب ہوئی ہے ۔ حضرت نواب صدیق الحسن خاں صاحب قنوجی بھوپالوی امام ابن حزمؒ سے نقل فرماتے ہیں [۱] :-

ثم اتی بعد ھؤلاء البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی ما منھم الّا بامام قبلہ ناخذ بقولہ نتقلد بہ بل کل ھؤلاء نھی عن ذالک وانکرہ [۲] ۔ ا ھ "

اسی طرح علامہ طاہر الجزائری کے بیان سے بھی آپ کے کسی دوسرے امام کے مقلد ہونے کی نفی اور تردید ہوتی ہے ، چنانچہ رقمطراز ہیں :-

" اما البخاری وابوداؤد فامامان فی الفقہ وکانا من اھل الاجتہاد ۔ "

رہا آپ کا ذکر طبقات حنابلہ میں ، تو یہ اور اس قسم کے تمام سوالات جو تقلید ہی کی رسہ گیری کا نتیجہ ہیں ، ان سب کا جواب امام بخاریؒ کے تذکرہ میں ہم لکھ آئے ہیں ، اور وہ حقیقت و سچائی کے متلاشی کے لئے کافی ہے ۔

وفات :- امام صاحب نے ۱۶ شوال بروز جمعہ ۲۷۵ھ کو ۷۳ برس کی عمر پاکر داعی اجل کو لبیک کہا [۳] ۔ عباس بن عبد الواحد نے جنازہ کی نماز پڑھائی [۴] ۔

اولاد :- اولاد میں صرف ایک صاحب زادے ابوبکر عبد اللہ جو ایک نامور محدث ہوئے ہیں ، کا ہی ذکر ملتا ہے :-

تالیفات :- اپنی زندگی امام صاحب نے دین حنیف کی خدمت میں وقف کر رکھی تھی ، اس سلسلہ میں آپ نے زیادہ تر تالیفی کام انجام دیا ہے

---

۱ اتحاف النبلاء لنواب صدیق الحسن خاں صاحب (ص ۲۵۶) ۲ ہدایۃ السائل لحضرت النواب ایضاً (ص ۵۳۴)
۳ بستان المحدثین (ص ۱۲۰) ۴ اتحاف النبلاء (ص ۲۵۷) ۔

Marfat.com

جوایک انمٹ اور گرانمایہ یادگار کی حیثیت رکھتا ہے، آپ کی تالیفات میں سے جن کا ہمیں علم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) کتاب الرد علی اہل القدر ——— اس کے راوی ابوعبداللہ بصری ہیں ——— !

(۲) کتاب الناسخ والمنسوخ ——— اس کے راوی ابوبکرؒ ہیں ——— !

(۳) کتاب المسائل ——— اسے ابوعبید آجری نے روایت کیا ہے، اور اس میں وہ سوالات درج ہیں جو انھوں نے اپنے اُستاد حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے کئے تھے، اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ چلپی لکھتے ہیں "له

کتاب المسائل التی سأل عنها الامام احمد بن حنبلؒ اھ"[۱] ——— !

(۴) مسند مالک ——— اس کے راوی اسماعیل بن محمد صفار ہیں[۲] ——— !

(۵) کتاب المراسیل ——— یہ رسالہ ۱۳۱۰ھ میں مطبع علمی سے شائع ہوا ہے، اور ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں امام صاحب نے صحیح مراسیل جمع فرمائی ہیں، اور سنن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری کتاب السنن کا اٹھارھواں جز کتاب المراسیل ہے اور لکھا ہے: "وما یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المراسیل منها ما لا یصح ومنها ما یسند عنه وغیره وهو متصل صحیح اس رسالہ میں مراسیل کی کل تعداد چھ سو ہے"[۳] ——— !

(۶،۷) کتاب المصابیح والمصاحف ——— اس کا ذکر ابن ندیمؒ اور علامہ چلپیؒ نے کیا ہے، اور علامہ چلپی نے اسے اپنے صاحب زادے کی طرف منسوب کیا ہے، ابن ندیم فرماتے ہیں کہ اول الذکر کا موضوع حدیث اور ثانی الذکر نام سے ظاہر ہے[۴] ——— !

(۸) کتاب البعث والنشور

(۹) کتاب التفسیر

(۱۰) کتاب نظم القرآن

(۱۱) کتاب فضائل القرآن

---

[۱] کشف الظنون (ج ۲ ص ۲۹۹) [۲] کشف وکتاب الاسماء (ج ۲ ص ۲۲۶) [۳] رسالہ کیہ ملحق بغایۃ المقصود [۴] الفہرست (۳۲۴ کشف ص ۳۰۱، ۲۵۴ ج ۲)

Marfat.com

(۱۲) کتاب شریعۃ التفسیر

(۱۳) کتاب شریعۃ المقاریٔ

(۱۴) فضائل الاعمال

(۱۵) کتاب الزہد

(۱۶) دلائل النبوۃ

(۱۷) کتاب الدعاء

(۱۸) ابتداء الوحی

(۱۹) کتاب اخبار الخوارج

(۲۰) کتاب التفرد

(۲۱) فضائل الانصار [۵]

(۲۲) کتاب السنن

کتاب السنن:- یہ امام ابوداؤدؒ کی معرکۃ الآراء تالیف ہے، آئندہ صفحات میں ہم اس کو اپنے متعلقات کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو نہ صرف مفصل ابحاث پر مشتمل ہوں گے، بلکہ پرمغز اور خاطر خواہ فوائد کے حامل بھی! واللہ الموفق۔

مرویات سنن:- اس مجموعہ کی ترتیب وتالیف کا سلسلہ امام صاحب نے ۲۴۱ھ سے قبل بغداد میں سرانجام دیا[۵] اور اسے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے منتخب کیا، اس کے بعد اسے اجزاء، کتب اور ابواب میں تقسیم کیا۔

چنانچہ اپنے "رسالہ مکیہ" میں مراسیل کے علاوہ کتاب السنن کے ستر۱ ہ اجزاء بتائے ہیں۔ اسی طرح کتاب السنن میں (۳۵) کتابیں ہیں، اور ان میں تین ایسی کتابیں ہیں، جن پر امام صاحب نے ابواب قائم نہیں کئے، اور ابواب کی کل تعداد ۱۸۷۱ ہے اور کل احادیث ۴۸۰۰ ہیں۔ جیسا کہ امام صاحب فرماتے ہیں:

---

[۵] مقدمہ تہذیب التہذیب لابن حجرؒ [۵] معالم السنن للخطابی، طبقات شافعیہ (ج ۲ ص ۴۸) تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۶)۔

Marfat.com

"لعل عدد الاحادیث التی فی کتبی من الاحادیث قدر اربعة الاف حدیث و ثمانمائة حدیث"۔ [1]

اور یہی تعداد خطیب بغدادی علامہ سیوطی، اور شاہ عبد العزیز رح نے نقل کی ہے۔

سنن ابی داؤد کے متداول نسخے اور ان کے رواۃ:۔ امام صاحب سے "سنن" کو روایت کرنے والے یوں تو سات تلامذہ ہیں۔ لیکن چار تلامذہ جو مشہور حفاظ حدیث سے شمار ہوتے ہیں، اور ان کے نسخے معتبر و متداول ہیں۔ یہاں ہم صرف انہی نسخوں کا ذکر کریں گے۔

نسخہ لؤلؤی:۔ (یہ بیع لؤلؤ کی طرف نسبت ہے) امام حافظ ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی البصری کا یہ نسخہ ہندوستان اور بلاد مشرق میں مروج ہے اور "سنن ابی داود" سے عند الاطلاق یہی مفہوم ہوتا ہے۔ لؤلؤی رح نے امام صاحب سے ۲۷۵ھ میں اسے روایت کیا، اور یہ روایت اصح الروایات مانی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام صاحب سے آخری وقت میں املا کیا گیا، اور اسی برس آپ کا انتقال ہوتا ہے۔ گویا یہ آخری نسخہ ہے، ان سے امام ابو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الہاشمی اور حافظ عبد اللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق جو "ہراس" کے نام سے مشہور ہیں، ان دونوں نے روایت کیا۔

نسخہ ابن داسہ:۔ یہ امام حافظ ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق بن داسہ التمار البصری کا ہے، اس میں نسخہ لؤلؤی کے ساتھ قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادۃ و نقص یعنی کمی بیشی سے مبرا ہیں، محض تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے، اور یہ نسخہ بلاد مغرب میں زیادہ مشہور ہے [2] ملا علی قاری شرح شفاء قاضی عیاض میں لکھتے ہیں:۔

داسة بمهملتين و تخفيف الثانية عند الجمهور بصرى وهو احد رواة ابي داؤد (انتهى)

---

[1] مقدمہ غایۃ المقصود (ص ۴) اعلام المحدثین ص ۲۷۰ [2] بستان المحدثین (ص ۱۱۹، ۱۲۰)۔

Marfat.com

علامہ خطابی کے پاس بھی "ابن داسہ" کا نسخہ تھا، جسے انہوں نے براہ راست ۳۴۵ھ میں ابن داسہ سے قرأت کیا۔ بعض علماء اسی نسخہ پہ کامل اور جامع ہونے کا حکم[۱] لگاتے ہیں۔ لیکن یہ کس حد تک درست ہے؟ اس کے متعلق اگلے صفحات میں ہم تحقیق ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

نسخہ رملی:- یہ نسخہ امام حافظ ابو عیسیٰ اسحٰق بن موسیٰ بن سعید الرملی متوفی ۳۲۰ھ "وراق امام ابوداؤد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ رملہ، فلسطین کا ایک شہر ہے۔ اور حافظ رملی سے حافظ ابوعمر احمد بن وحیم بن خلیل نے روایت کیا، ان کا کہنا ہے کہ ہمیں یہ نسخہ ابو عیسیٰ الرملی نے ۳۱۷ھ میں بیان کیا۔ اھ

نسخہ ابن الاعرابی:- کتاب السنن کا یہ چوتھا نسخہ امام حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف "بابن الاعرابی" کا ہے۔ دوسرے متداول نسخوں کے مقابلہ میں یہ نسخہ نامکمل ہے۔ چنانچہ علامہ خطابی رح لکھتے ہیں:-

"ان روایۃ ابن الاعرابی یسقط منھا کتاب الفتن والملاحم والحروف والخاتم ونحو النصف من کتاب اللباس وفاتہ ایضا من کتاب الوضوء والصلوٰۃ والنکاح اوراق کثیرۃ

اھ[۲]"

ابن الاعرابی کی روایت میں کتاب الفتن، والملاحم والحروف والخواتم مکمل اور کتاب اللباس نصف کے قریب ساقط ہیں، اسی طرح کچھ اوراق کتاب الوضوء، کتاب الصلوٰۃ اور کتاب النکاح کے بھی ضائع ہوگئے ہیں۔

تنبیہ:- یہ بات خصوصیت سے یاد رکھنے کی ہے کہ "ابن الاعرابی" کے نسخہ میں صرف ابواب اور روایات کی کمی ہی نہیں بلکہ نسبتاً کچھ زائد روایات بھی ہیں مثلاً "وضع الیدین تحت السرۃ" کی روایت صرف ابن الاعرابی ہی کے نسخہ میں ہے، اور طرح تتبع اور تلاش سے ایسی متعدد امثلہ مل سکتی ہیں۔ والحمد للہ۔

ابن الاعرابی سے اس نسخہ کو ابو اسحٰق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمار اور ابو عمر احمد بن سعید بن حزم اور ابو حفص عمر بن عبدالملک الخولانی نے روایت کیا ہے۔

---

[۱] تذکرۃ المحدثین (ص ۲۹۸، ۲۹۹) [۲] معالم السنن ج ص ۲۳ ومقدمہ غایۃ المقصود ص ۷)

Marfat.com

تمام نسخوں میں راجح نسخہ:- ابن الاعرابی کے نسخہ کے علاوہ دوسرے تینوں نسخے "نسخہ لولوی، نسخہ رملی، نسخہ ابن داستہ" تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے مختلف اور احادیث کی تعداد کے اعتبار سے یکساں سمجھے جاتے ہیں، جب کہ ابن الاعرابی کا نسخہ سخت نامکمل ہے۔ اس کے علاوہ علماء نے لکھا ہے کہ مذکور الفوق تینوں نسخوں میں صرف اس بات کا فرق ہے کہ جن احادیث پر امام ابوداؤد رح نے کلام کی ہے، وہ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ ہیں لیکن علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی نوراللہ مرقدہٗ نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"کہ یہ سہو اور تسامح ہے کیونکہ بہت سی ایسی روایات ہیں، جو" ابن داسہ" کی روایت میں موجود ہیں، اور لولوی کی روایت میں ناپید ہیں جیساکہ میں نے شرح ابی داؤد میں ایسے مقامات پر نشان دہی کی ہے اھ" [۱]

ہاں ابوعلی لولوی کے نسخہ کو جو ہند اور بلاد مشرق میں مشہور اور عند الاطلاق مفہوم ہوتا ہے، اس اعتبار سے راجح قرار دیا جاسکتا ہے۔ کہ یہ امام ممدوح سے سب سے آخر میں املا کیا گیا ہے، جیساکہ ہم اس نسخہ کے تذکرہ میں لکھ آئے ہیں۔

کتاب السنن اہل فن کی نظر میں:- کتاب السنن کی افادیت میں کس کو شک ہوسکتا ہے، تاہم اہل فن کی آراء کو ذکر کرنا ایک بیش قیمت خزانہ سے نقاب کشائی، اور فائدہ عام کو متوجب ہوگا۔ امام ابوداؤد رح نے سب سے پہلے اپنی اس تالیف کو اپنے استاد حضرت امام احمد بن حنبل رح کے روبرو پیش کیا، تو انھوں نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت پسند کیا، علامہ خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:-

"وعرضہ علی احمد بن حنبل رح فاستجادہ واستحسنہ" [۲]

محدث زکریا الساجی فرماتے ہیں:-

---

[۱] اعلام المحدثین ص ۲۲۷، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۵۰۸ ط بیروت [۲] مقدمہ تلخیص منذری ص ۵ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۵۶ ۔

Marfat.com

"کتاب اللہ عزوجل اصل الاسلام وکتاب السنن لابی داؤد عہد الاسلام"

سنن کی افادیت کے بارے میں حافظ محمد بن مخلد متوفی ۳۳۱ھ جو امام موصوف کے شاگرد ہیں بیان فرماتے ہیں:-

"لما صنف السنن وقرأہ علی الناس صار کتابہ لاھل الحدیث کالمصحف یتبعونہ" [1]

کہ جب امام ممدوح نے سنن کو تالیف کرکے عوام پر قرأت کیا تو یہ اہل حدیث کے نزدیک مصحف کی حیثیت اختیار کر گئی، وہ اس کی اتباع کیا کرتے تھے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اس کتاب کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے:-

کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے اھ[2]

سنن کے بارے میں حافظ ابن حزم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:- کہ حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح المتوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے احادیث کی بہت سی کتب آگئی ہیں، اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہماری راہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اٹھ کر سیدھے گھر تشریف لے گئے، اور کتابوں کے چار بستہ لاکر اوپر تلے رکھ دے، اور فرمانے لگے:-

"ھذہ قواعد الاسلام، کتاب مسلم وکتاب البخاریؒ وکتاب ابی داؤد رح وکتاب النسائی رح" اھ[3]

اور علامہ احمد بن محمد ابو سلیمان الخطابی متوفی ۳۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب معالم السنن شرح سنن ابی داؤد میں سنن کی افادی حیثیت اور مدح وستائش میں ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:-

"ان کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف لم یصنف فی

---

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر [2] فتح المغیث للسخاوی ص ۲۷، تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۲۷/۲ج
[3] شروط الائمۃ الستۃ ص ۱۶

Marfat.com

علم الدین کتاب مثله وقد رزق القبول من الناس کافة فصار حکما بین فرق العلماء وطبقات الفقهاء علی اختلاف مذاهبهم فلکل فیه ورود ومنه شرب وعلیه معول اهل العراق واهل المصر وبلاد المغرب وکثیر من مدن اقطار الارض فاما اهل خراسان فقد اولع اکثرهم بکتاب محمد بن اسماعیل ومسلم بن الحجاج ومن نحا نحوهما فی جمع الصحیح علی شرطهما فی السبک والانتقاد۔

"امام حاکمؒ نیساپوری نے سنن ابی داؤد کو صحیح کہا ہے"۔ امام ابوداؤدؒ کا اپنا بیان ہے کہ:۔

میرے خیال میں قرآن پاک کے بعد اس کتاب (سنن ابی داؤد) کو سیکھنا لوگوں پر لازمی ہے، اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اور اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی علمی بات نہ سیکھے تو وہ خاسر نہیں ہوگا، اور جو اس کو دیکھے، سمجھے اور غور کرے، اس کو اس کی قدر معلوم ہو جائے گی۔

گویا امام صاحب کا یہ ایک بہت بڑا دعوی ہے جو" قائدے کے تحت بہت سچائی اور حقیقت کا حامل ہے، اور علامہ مزید فرماتے ہیں:۔

"وقد جمع ابوداؤد فی کتابه هذا من الحدیث فی اصول العلم وامهات السنن واحکام الفقه ما نعلم متقدما سبقه الیه ومتاخرا لحقه فیه"۔

اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:۔

"کل ما سکت علیه ابوداؤد فهو صحیح عنده"

کہ جس حدیث پہ امام ابوداؤد سکوت فرمائیں وہ آپ کے نزدیک صحیح ہے۔

۱؎ معالم السنن ج ۱ ص ۷ ط حلب ۲؎ فتح المغیث ص ۲۲ ۳؎ رسالہ الی اہل مکہ ملحق بغایۃ المقصود ۴؎ معالم السنن ۵؎ توضیح الافکار ج ۲ ص ۱۹۰ فتح المغیث ص ۲۹

Marfat.com

سکوت ابی داؤد پر ہم اگلے صفحات میں انشاءاللہ تفصیل سے ایک عمدہ اور نفیس بحث کریں گے۔" واللہ الموفق۔"

کتاب السنن میں امام ابوداؤدؒ کی شرائط :- "سنن ابی داؤد" کے بارہ میں مفصل شرائط نہیں مل سکیں، تاہم اس سلسلہ میں امام صاحب کا وہ رسالہ جو آپ نے سنن کے متعلق اہل مکہ کے استفسار پر لکھا تھا۔ متعدد معلومات اور فوائد کا حامل ہے۔ یہ مختصر سا "رسالہ مکیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں امام صاحب نے کافی حد تک سنن کی شرائط کو ذکر کیا ہے، چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ہم یہاں نقل کرتے ہیں، امام ممدوح رقمطراز ہیں :-

آپ لوگوں نے مجھ سے کتاب السنن کی احادیث کے متعلق پوچھا، آیا یہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں؟ سو یہ تمام ایسی ہی ہیں، البتہ وہ حدیث جو دو صحیح طریقوں سے مروی ہو، اور ان میں سے ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو (یعنی اس کی سند عالی ہو، اور واسطے کم ہوں) اور دوسرے کا راوی حفظ میں بڑھا ہوا ہو، ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ کو لکھ دیتا ہوں، حالانکہ میرے خیال میں مجھے ایسی دس حدیثیں بھی اپنی کتاب میں معلوم نہیں ہوتیں۔ اور میں نے باب میں ایک یا دو حدیثیں ہی نقل کی ہیں، گو اس باب کی اور صحیح حدیثیں بھی موجود تھیں، انہیں درج کرنے سے بہت کثرت ہو جاتی اور میرا مقصد یہ تھا کہ نفع جلد ہو۔ اور جب کسی باب میں، میں نے کسی حدیث کو دو یا تین طریقوں سے دہرایا ہے تو اس سبب سے کہ اس میں کوئی بات زائد تھی۔ اور کبھی تو اس میں دوسری احادیث کی نسبت صرف ایک ہی لفظ زیادہ تھا۔ اور بعض دفعہ میں نے ایک طویل حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے۔ کیونکہ پورا نقل کرنے کی صورت میں بعض سامعین کو پتہ نہ چلتا، اور جو فقہ کا مسئلہ تھا وہ سمجھ ہی میں نہ آتا۔ تو ان وجوہات کے سبب اس کا اختصار کرنا پڑا۔"

Marfat.com

رہی مرسل احادیث سو ان سے گزشتہ عہد کے علماء جیسے کہ سفیان ثوری، مالک بن انسؒ اور اوزاعی حجت پکڑتے تھے، یہاں تک شافعیؒ آئے اور انہوں نے ان پر کلام کرنا شروع کیا اور احمد بن حنبل وغیرہ نے اس باب میں ان ہی کی اتباع کی، اللہ ان سب کو اپنی رضا نصیب کرے سو جب کوئی "مسند روایت" مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو اور مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت کو بھی مانا جائے گا، لیکن وہ قوت میں متصل روایت کے برابر نہیں ہے۔"

"اور کتاب السنن جس کو میں نے تصنیف کیا ہے، اس میں کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں ہے، اور اگر اس میں کوئی منکر روایت آگئی ہے، تو میں نے اس کا منکر ہونا بیان کر دیا ہے اور ایسا اس صورت میں ہوا ہے، جب کہ اس باب میں اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہ تھی۔"

"اور یہ وہ حدیثیں ہیں کہ ابن مبارک اور وکیع کی کتاب میں ان میں سے بہت تھوڑی روایات ہیں، ان کتابوں میں زیادہ مراسیل درج ہیں اور مالک بن انس کی کتاب موطا اور اسی طرح حماد بن سلمہ اور عبد الرزاق کی مصنفات کی روایات اس کتاب کی تہائی کے برابر بھی نہیں ہیں۔"

اور میری کتاب میں ایسی حدیث جس میں ذرا زیادہ کمزوری تھی، تو اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور اس میں ایسی روایت بھی آگئی ہے جس کی سند صحیح نہیں، اور جس روایت کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ ٹھیک ہے، اور ان سے بعض بعض سے صحت میں بڑھی ہیں، اور اگر یہ کتاب میرے سوا کسی اور کی لکھی ہوتی تو پھر میں اس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کہتا، اور یہ ایسی کتاب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنت بھی ٹھیک اسناد سے تمہیں ملے گی وہ اس میں موجود ہو گی، اِلّا یہ کہ وہ کوئی ایسی بات ہو جو حدیث سے استنباط

Marfat.com

کی گئی ہو۔

"میرے علم میں قرآن کے بعد جتنا اس کتاب کو سیکھنا لوگوں پر لازم ہے۔ اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اور اس کتاب کے لکھ لینے کے بعد اگر کوئی شخص علم کی اور کوئی چیز نہ لکھے تو کچھ نقصان نہیں، جب کوئی شخص اس کتاب کو دیکھے گا، اور اس میں غور کرے گا، اور اس کو سمجھے گا تب اس کو اس کی قدر معلوم ہو گی"

ثوریؒ، مالکؒ اور شافعی رحہ کے مسائل کی بنا ان ہی احادیث پر ہے۔ تاہم مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاوی کو بھی قلمبند کیا جائے، نیز کوئی ایسی کتاب بھی نقل کر لی جائے، جیسی کہ سفیان ثوری کی جامع ہے، کہ وہ لوگوں کی تصنیف کردہ سب جوامع میں سب سے اچھی ہے۔

کتاب السنن میں جس قدر میں نے احادیث درج کی ہیں، ان میں اکثر مشہور روایات ہیں، جو احادیث کو تھوڑا بہت لکھنے والے شخص کے پاس موجود ہیں۔ لیکن ان کو تمیز کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

اور میں نے کتاب السنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کو تصنیف نہیں کیا، سو یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں جو سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں۔[1]

امام ابوداؤدؒ کے سکوت پر ایک نظر:-

"رسالہ مکیہ" سے امام ابوداؤدؒ کی شرائط میں ہم ان کا یہ قول "جس روایت پر میں نے سکوت کیا ہے وہ حسن ہے" نقل کر آئے ہیں، آپ کے اس قول کا محمل کس مفہوم کو ٹھہرایا جائے گا، ذیل میں اسی نکتہ کی وضاحت مطلوب ہے، حافظ ابن کثیر رحہ کے بیان کے مطابق رسالہ مکیہ کے جس نسخہ میں یہ الفاظ ہیں اگرچہ وہ معتمد نسخہ ہے، تاہم یہ الفاظ محل نظر ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

---

[1] مقدمہ غایۃ المقصود، و ابن ماجہ و علم حدیث (ص ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳)۔

Marfat.com

لکن نسختہ روایتنا والنسخ المعتمدۃ التی وقفنا علیھا

لیس فیھا ھٰذا اھ[1]

اکثر ائمہ اصول اور متاخرین نے سکوت ابی داؤد کو حجت قرار دیا ہے، اور اس حدیث کو حسن کا مرتبہ دیا ہے، لیکن محققین نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اس پر مفصل بحث کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"امام ابوداؤدؒ کا یہ کہنا ماکان فیہ وھن شدید اس سے پتہ چلتا ہے، کہ ہر وہ روایت جس پر امام صاحب نے سکوت کیا ہے وہ ازروئے اصطلاح "حسن" قرار نہیں دی جاسکتی، بلکہ وہ چند مراتب پر محمول ہوگی۔

منہ ما ھو فی الصحیحین او علی شرط الصحۃ ومنہ ما ھو من قبیل الحسن لذاتہ ومنہ ما ھو من قبیل الحسن اذا اعتضد وھٰذان القسمان کثیر فی کتابہ جداً ومنہ ما ھو ضعیف لکنہ من روایۃ من لم یجمع علی ترکہ غالباً و کل ھٰذہ الاقسام عندہ یصلح للاحتجاج بھا کما نقل ابن مندۃ عنہ انہ یخرج الحدیث الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ

پھر امام صاحب کے اس قول کو امام احمد بن حنبلؒ کے قول "والحدیث الضعیف احب الی من الرأی" کے مشابہ قرار دیا ہے، اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے نقل فرماتے ہیں:۔

"اعتبرت لمسند احمد نوجدتہ موافقا لشرط ابی داؤد"

علاوہ ازیں قابل غور یہ بات بھی ہے، کہ امام ابوداؤدؒ تو ابن لھیعہ، صالح مولی التوأمہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمۃ بن الفضل، اور دلھم بن صالح جیسے ضعیف رواۃ کی روایت پر بھی سکوت کرتے ہیں۔ اسی طرح حارث بن وجیہ، صدقہ الدقیقی، عثمان بن واقد وغیرہ سے روایت لی ہے، اور سکوت کیا ہے

---

[1] النکت لابن حجر عسقلانی صـ۱۸ مخطوطہ (یہ مخطوطہ صدیق محترم جناب ارشاد الحق صاحب متعلم ادارہ علوم اثریہ کے پاس موجود ہے)۔

Marfat.com

کیا ایسی روایات کو بھی "حسن" قرار دیا جائے گا۔

نیز امام ابوداؤد رح کے مذکورہ قول کو امام احمد بن حنبلؒ کے قول کے ہم معنی ماننے پر ایک قوی قرینہ یہ بھی ہے، کہ سنن میں بعض ایسی روایات بھی ہیں جن میں امام صاحب نے اپنی دوسری کتب کے برعکس سکوت کیا ہے، مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کتاب الطہارت میں ایک روایت یوں ہے :۔

انه سلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیه حتی تیمم ثم رد السلام (الحدیث)

اس پر آپ نے سکوت کیا ہے، لیکن "کتاب التفرد" میں اس پر کلام کی ہے اور فرماتے ہیں :۔

"لم یتابع احد محمد بن ثابت علی هذا ثم حکی من احمد بن حنبل رح انه قال هو حدیث منکر"

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رح یہ بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

"فالصواب عدم الاعتماد علی مجرد سکوته لما وصفنا انه یحتج بالاحادیث الضعیفة ویقدمها علی القیاس

اور مزید فرماتے ہیں :۔ کہ

"امام صاحب کا ایسی حدیث کے بارے میں "انه صالح" کہنا اس سے مراد صالح للحجة، صالح للاستشهاد اور صالح للمتابعة بھی ہو سکتا ہے، تو صرف صالح للحجة ہی مراد لینا کیونکر درست ہے؟"

علامہ عراقی رح نے بھی "النکت" میں اس پر بحث کی ہے، چنانچہ ایک مقام پر رقمطراز ہیں :۔

"اقول بل قد یکون ضعیفا عند ابی داؤد نفسه کما یوخذ من کلام ابن العماد بن کثیر حیث تعقب کلام ابن الصلاح فقال ان لابی عبید الآجری عن ابی داؤد اسئلة فی الجرح والتعدیل والتصحیح والتعلیل ومن ذالك احادیث قد ذکرها فی سننه"

Marfat.com

حضرت مولانا عبید الرحمٰن محدث مبارک پوری مدظلہ العالی شارح "مشکوٰۃ المصابیح" نے اپنی شرح مرعاۃ المفاتیح میں بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[1]

تنبیہ :- یاد رہے کہ اکثر متاخر محدثین کے نزدیک یہ بات گویا متحقق ہے کہ جہاں علامہ منذری رح امام ابوداؤد رح کی موافقت کریں، وہ روایت حد ضعف سے خارج ہوگی، لیکن یہ قاعدہ بھی استقرائی ہے، جسے کلی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر امام صاحب رح نے حضرت انس رض سے ایک روایت یوں نقل فرمائی ہے :-

ثلاث من اصل الایمان، الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل والجھاد ماض مذ بعثنی اللہ الحدیث (کتاب الجھاد)۔

یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح کے ابواب الکبائر و علامات النفاق کی فصل ثانی میں بھی مذکور ہے، امام ابوداؤد اور امام منذری رح نے اگرچہ اس پر سکوت کیا ہے لیکن اس کی سند میں "یزید بن ابی نشبہ" مجہول ہے، اس قسم کی اور بھی بہت سی امثلہ مل جاتی ہیں، تفصیل کے لئے "استدراک" کی طرف مراجعت کیجئے۔ وللہ الحمد۔

سنن ابی داؤد کی خصوصیات :-

"سنن ابی داؤد" کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ صرف احکام و مسائل سے متعلق روایات پر مشتمل ہے، امام صاحب رح سے پہلے اس قسم کی کتابیں لکھنے کا رواج نہ تھا، بلکہ ان کا تعلق احکام، تفسیر و قصص، اخبار و مواعظ اور ادب و زہد وغیرہ سے تھا، یعنی وہ جوامع اور مسانید تھیں جیسا کہ "رسالہ مکیہ" میں امام صاحب نے خود ہی ذکر کیا ہے، اور آپ نے ایک انوکھی راہ اختیار کی ہے، لہٰذا اپنی اسی خصوصیت کی بناء پر یہ کتاب ائمہ اور علماء آثار کی توجہات کا مرکز بن گئی ہے، جیسا کہ امام نووی رح فرماتے ہیں :-

"فاما السنن المحضۃ فلم یقصد احد منھم جمعھا واستیفادھا ولم یقدر علی تلخیصھا واختصار مواضعھا من اثنا تلک الاحادیث الطویلۃ

---

[1] دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (ج ا ص ا ۸ : ۸۲)۔

کما حصل لابی داؤد ولھذا احل کتابه عند ائمة اهل الحدیث و علماء الاثر محل العجب فضربت فیه اکباد الابل ودامت الیه الرحلة[1]

(۲) فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے، وہ صحاح میں سے کسی دوسری کتاب میں نہیں، حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۸۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"ولابی داؤد فی حصر احادیث الاحکام واستیعابها مالیس لغیرہ[2]"

اور اسی وجہ سے یہ کتاب فقہاء و مجتہدین کا معتمد علیہ ماخذ رہی ہے۔

(۳) جامع ترمذی کی طرح سنن ابی داؤد کی بھی اکثر و بیشتر روایات ائمہ مجتہدین، تابعین و تبع تابعین اور فقہاء امت کی معمول بہا رہی ہیں، خصوصاً امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعی رح وغیرہ محدثین و فقہاء کے مسالک و مذاہب کے لئے یہ کتاب اصل و بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔
علامہ خطابی رح فرماتے ہیں کہ یہ فقہاء و مجتہدین کے اختلاف میں حکم اور حجت ہے

"وعلیه معول اهل العراق ومصر والمغرب وکثیر من اقطار الارض[3]"

(۴) کتاب السنن میں صحیح الاسناد، قوی، متصل اور مرفوع احادیث کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کی صحت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام صاحب نے پہلے پانچ لاکھ احادیث جمع کی تھیں اور پھر ان میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کا انتخاب کیا جو ایک مبسوط مجموعہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، اور اس کی صحت کے بارے میں ہم "کتاب السنن" میں امام صاحب کی شرائط کے تحت تفصیلاً لکھ آئے ہیں، تاہم امام صاحب کے اپنے بیان کے مطابق آپ نے اپنے علم و یقین سے صحیح بلکہ اصح روایات نقل کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اور ہمیشہ ان احادیث کو ترجیح دی ہے، جو سند

---

[1] تہذیب الاسماء واللغات (ج ۲ ص ۲۲۷) [2] تہذیب الاسماء واللغات للامام نووی رح ج ۲ ص ۲۲۷ وتدریب الراوی تہذیب الاسماء واللغات ایضاً ج ۲ ص ۲۲۷، تذکرۃ المحدثین ص ۲۹۵

[3] معالم السنن ج ۱ ص ۶ +

Marfat.com

کے اعتبار سے بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہیں ۔ علامہ خطابی فرماتے ہیں :-

"حکی لنا عن ابی داؤد انہ قال ماذکرت فی کتابی حدیثا اجتمع الناس علی ترکہ[1]"

(۵) سنن ابی داؤد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے ۔ کہ امام صاحب ایک ہی سند اور ایک ہی متن میں متعدد اسانید اور مختلف متون کو جمع فرماتے ہین، اور ہر حدیث کی سند اور الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں ۔

(۶) روایتوں کے تکرار سے کوئی کتاب خالی نہیں، لیکن امام ابوداؤد رح نے تکرار سے حتی الامکان احتراز اور کثرت طرق کو نظر انداز اور طویل احادیث کو مختصر کر دیا ہے، تکرار سے اس وقت کام لیتے ہیں، جب اس روایت میں کوئی خاص بات یا نئے مسئلہ کا استنباط مقصود ہو ۔

(۷) آپ نے روایت میں جامعیت کے ساتھ حسن ترتیب و تالیف کو بھی ملحوظ رکھا ہے، علامہ خطابی فرماتے ہیں :-

" الا ان کتاب ابی داؤد احسن وضعا "

(۸) ضرورت کے مطابق بعض مقامات پر اسمار وکنٰی کے علاوہ رواۃ کے القاب کی وضاحت کردی ہے ۔ اسی طرح رواۃ کی ثقاہت و عدم ثقاہت یعنی جرح و تعدیل کو بیان کرتے ہوئے روایات کے حسن و قبح اور صحت وسقم کی بھی وضاحت کی ہے ۔

(۹) امام صاحب رح نے غریب اور شاذ روایات کے بجائے مشہور اور معمول بہ روایات کے جمع کرنے کا خاص خیال رکھا ہے ۔

(۱۰) سنن میں ایک ثلاثی روایت بھی ہے ۔[2]

سنن ابی داؤد اور اس کے ناقدین :-

کتاب السنن میں امام صاحب کا "سکوت" علماء فن کی بحث و نظر کا خاص طور پر موضوع رہا ہے، پچھلے صفحات میں ہم اس موضوع پر بحث کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ بعض علماء نے ایسی احادیث کو صحیح و حسن تسلیم کیا ہے

---

[1] معالم السنن ج ۱ ص ۶ [2] الحطہ ص ۱۰۵ ۔

Marfat.com

لیکن حتمی طور پر تسلیم کر لینا محل نظر ہے، کیونکہ مکمل استقراء اور تتبع سے ایسے مقامات پر بھی سکوت ملتا ہے، جن میں رقم شدہ احادیث ضعیف ہیں، سکوت سے قطع نظر امام صاحبؒ نے اپنی کتاب میں ضعیف احادیث کا مشروط طور پر اقرار بھی کیا ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ علامہ ابن جوزی رحؒ نے کتاب السنن کی ۹ احادیث کو سرے سے موضوع قرار دیا ہے[۱]۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے ان احادیث کی تعداد ۴ بتلائی ہے۔

حضرت مولانا علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری شارح ترمذی، تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں ایسی احادیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"منها ما هو فی سنن ابی داؤد وهی اربعة احادیث منها صلوٰة التسبیح"[۲]

لیکن موضوع روایات کے متعلق "۹ اور ۴" دونوں کی تصریح محل نظر ہے، کیونکہ "الفوائد المجموعۃ" لامام شوکانی رحؒ اور اس کے علاوہ کتب موضوعات کے مطالعہ سے ہمیں "سنن ابی داؤد" کی کل گیارہ روایات ملی ہیں، جنہیں علامہ ابن جوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحؒ نے "التعقبات" کے نام سے ان احادیث سے جن پر وضع کا حکم لگایا گیا ہے دفاع کیا ہے، اور "کتاب السنن" کی احادیث کا بھی تفصیل سے جواب دیا ہے، علامہ خطابی رحؒ اس سلسلہ میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"محدثین کے نزدیک حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ صحیح، حسن، سقیم، امام ابو داؤد رحؒ کی کتاب صحیح اور حسن دونوں کی جامع اور سقیم کی مختلف بڑی اور اہم قسموں مثلاً موضوع، مقلوب اور مجہول وغیرہ سے یکسر خالی ہے، اگر شاذ و نادر سقیم کی معمولی اور چھوٹی قسموں کی روایتیں درج ہیں، تو امام صاحب ان کی حقیقت و نوعیت بیان کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو چکے ہیں"[۳]

---

[۱] تذکرۃ المحدثین (ص ۳۰۵) [۲] مقدمہ تحفہ (ص ۱۸۰) [۳] معالم السنن (ج ۱ ص ۶)۔

Marfat.com

قبل اس سے کہ ہم "کتاب السنن" کی ان روایات کے بارے میں کچھ کہیں، جنہیں امام ابن جوزی رح نے موضوع کہا ہے، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہم نے کتاب الموضوعات کی ایک ایک روایت کو دیکھا، لیکن امام ابوداؤد رح کے واسطہ سے سنن کی کوئی روایت نہیں ملی۔ چنانچہ استقراء سے یہ معلوم ہوا کہ علامہ ابن جوزی رح نے جن روایات کو موضوع کہا ہے، دراصل وہ متن کی یکسانیت کے اعتبار سے ہیں، اور سنداً انطباق نہیں ہے، اور محدثین کی ایک جماعت کا یہ طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے ایک حدیث کی ایسی سند کو دیکھ کر اس پر وضع کا حکم لگا دیا ہے، کہ جس میں متہم بالکذب یا متروک راوی ہو، اگرچہ وہ روایت دوسرے صحیح طریق سے مروی ہو ظاہر ہے کہ یہ عدم علم کی بدولت تھا، علامہ ابن جوزی رح کے حکم وضع کی بھی یہی نوعیت ہے کہ انہوں نے غیر صالح سند سے سنن میں مروی روایات پر وضع کا حکم لگایا، حالانکہ وہ سنن کی سند کے ساتھ حکم وضع سے خارج ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح ۹۱۱ھ اسی مفہوم کو اپنے الفاظ میں یوں ذکر فرماتے ہیں:-

واعلم انه جرت عادة الحفاظ کالحاکم وابن حبان والعقیلی وغیرهم انهم یحکمون علی حدیث بالبطلان من حیثیة سند مخصوص لکون راویه اختلق فی السند لذالك المتن معروفاً من وجه آخر ویذکرون ذالك فی ترجمة ذالك الراوی یجرحونه به فیغتر ابن الجوزی رح بذالك ویحکم علی المتن بالوضع مطلقاً ویورده فی کتاب الموضوعات ولیس هذا بلائق اھ[1]

ذیل میں ہم "سنن ابی داؤد" کی ان روایات کی نشاندہی ضروری خیال کرتے ہیں جنہیں علامہ نے موضوع کہا، اور وہ سنن میں صحیح سالم طریق سے مروی ہیں۔

امام ابن جوزی رح اپنی موضوعات (ج ۳ ص ۲۳۰) میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں:-

(۱) "روی محمد بن المهاجر عن یزید بن هارون عن حماد بن

---

[1] نقلاً عن ذیل قول المسدد (ص ۲)۔

Marfat.com

سلمة عن خالد الحذأ عن عمرو بن کردی عن یحیی بن یعمر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یورث المسلم من الکافر ولا یورث الکافر من المسلم ویقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (الاسلام یزید ولا ینقص) ...."

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

"ھذا باطل، المتھم بوضعہ محمد بن المھاجر قال ابن حبان کان : یضع الحدیث، وقد رواہ فغیر اسنادہ ولفظہ" یہی روایت ابوداؤد میں "باب ھل یرث المسلم الکافر" میں دوسرے طریق سے مروی ہے۔ علامہ سیوطیؒ الآلی میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"قلت ھو بریٔ منہ فقد اخرجہ الطبرانیؒ والطیالسی واحمدؒ والحاکم وصححہ ولم یتعقبہ الذھبی انتھی ملخصاً" [۱]

اور ذیل "القول المسدد" میں ہے۔

"اخرجہ ابوداؤد من وجھین وسکت علی ھذا فھو صالح عندہ" [۲]

(۲) اور کتاب الموضوعات (ج ۳ ص ۵۵) میں ایک روایت بواسطہ عبدالکریم ذکر کرتے ہیں :۔

"عن جبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون قوم فی آخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ"

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

"ھذا حدیث لا یصح عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و المتھم بہ عبدالکریم بن ابی المخارق ابوامیۃ البصری ... قال احمد لیس بشیٔ یشبہ المتروک وقال الدارقطنی متروک اھ"

یہ روایت سنن ابی داؤد کتاب الترجل کے اواخر میں "باب ماجاء فی

---

[۱] اللآلی المصنوعۃ (ج ۲ ص ۲۲۴) [۲] ذیل (ص ۵۹)۔

Marfat.com

خضاب السواد" میں ہے، ابن جوزی کی سند "عبید اللہ" تک تو امام ابوداؤدرح کی اسناد کے مطابق ہے، اور اس سے اوپر مختلف! پھر ابن جوزیؒ نے اسے عبدالکریم بن ابی المخارق کی وجہ سے موضوع کہا ہے، حالانکہ یہ ان کا وہم ہے، یہاں عبدالکریم سے مراد الجزری ہیں، ابن ابی المخارق نہیں، جیسا کہ علامہ منذری نے تلخیص السنن میں وضاحت کی ہے۔

نیز یہ روایت سنن نسائی کی کتاب الزینۃ اور ابن حبان، المستدرک للحاکم اور ابویعلی میں مروی ہے، اور حافظ ضیاء الدین المقدسی نے اسے الاحادیث المختارہ مما لیس فی الصحیحین میں ذکر کیا ہے، کیونکہ عبدالکریم الجزری سے شیخین نے احتجاج کیا ہے، بنابریں ابن جوزی کا اس روایت کو موضوع کہنا ان کے وہم پر دال ہے

(۳) تیسری روایت وہ ہے جسے امام ابن جوزیؒ نے صلوٰۃ التسبیح میں ذکر کیا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کی سند سنن کی سند سے بشر تک یکساں ہے، یعنی متحد ہے، اور سنن میں اوپر کے راوی امام ابوداؤدرح خود ہیں۔ امام ابن جوزی اور علامہ سیوطی رح نے عبداللہ بن الامام ذکر کیا ہے، امام ابن جوزی رح اس طریق کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

اما طریق الثانی فان موسی بن عبدالعزیز مجھول عندنا[۱]

لیکن امام ابن الجوزیؒ کا "موسیٰ بن عبدالعزیز" کو مجہول کہنا زیادتی ہے، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر "الخصال المکفرہ للذنوب المقدمہ والمؤخرہ" میں فرماتے ہیں:-

أساء ابن الجوزی بذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات وقوله موسی بن عبدالعزیز مجھول لم یصب فیه فان ابن معین و النسائی وثقاہ[۲]

اور امالی الاذکار میں رقمطراز ہیں:-

"ھذا الحدیث اخرجه البغادی فی جزء القرأۃ خلف الامام و ابوداؤد وابن ماجه وابن خزیمه فی صحیحه والحاکم فی مستدرکه وصححه البیھقی وغیرھم۔[۳]

---

[۱] موضوعات ج ۲ ص ۱۴۵ [۲] عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴۹۹ [۳] ایضاً

Marfat.com

علامہ سیوطی رحہ نے اللآلی میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے[1]

(۴) امام ابن جوزیؒ نے "باب الصلوٰۃ فی النعل کے تحت حضرت معاذ بن جبل، ابی ہریرہ، جابر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایات ذکر کی ہیں، جبکہ موضوعات میں تمام مذکورہ واسطے مخدوش ہیں، اور اسی وجہ سے ابن جوزیؒ نے صلوٰۃ فی النعل کی احادیث[2] پر وضع کا حکم لگایا ہے، علامہ سیوطی رحہ نے اللآلی[3] میں اس کے شواہد پیش کئے ہیں، علامہ شوکانی رحہ "الفوائد المجموعہ[4]" میں لکھتے ہیں :۔

"وقد ثبت فی الاحادیث الصحیحۃ، الثابتۃ عن اکثر من ثلاثین صحابیا فی الصلوٰۃ فی النعال مالا یحتاج معہ الی احادیث الکذا بین"

اس کے بعد رقمطراز ہیں :۔

"منہا : صلوا فی نعالکم وخالفوا الیہود (اخرجہ ابوداؤد و الحاکم وصححہ)"

اور سنن[5] میں یہ روایت بطریق (مروان بن معاویہ الفزاری) عن ھلال بن میمون الرملی عن یعلی بن شداد بن اوس عن ابیہ" مرفوعاً مروی ہے۔

سنن ابی داؤد کے علاوہ صحیح ابن حبان۔ مستدرک للحاکم اور سنن الکبری للبیہقی میں بھی یہ روایت مروی ہے[6] اور اس پر حکم وضع کسی حال میں درست نہیں۔

(۵) حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ فی عدم رفع الیدین الا عند افتتاح الصلوٰۃ"

ابن جوزی نے اسے "محمد بن جابر" کے واسطہ سے ذکر کیا ہے، اور ان کے بارے میں نقل فرماتے ہیں :۔

قال یحیی "محمد بن جابر" لیس بشی وقال احمد لا یحدث عنہ الا منہ وقال الفلاس متروک الحدیث[7]

---

[1] اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۳۷ تا ۴۰ [2] موضوعات ج ۲ ص ۹۵ [3] اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۱۸ [4] الفوائد المجموعہ ص ۲۲ [5] سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۱ ص ۲۴۲ [6] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للشیخ علامہ مولانا عبید الرحمن مبارکپوری مدظلہ العالی ج ۱ ص ۵۰۲ [7] (موضوعات ج ۲ ص ۹۶، ۹۷)

Marfat.com

سنن ابی داؤد میں بطریق عاصم بن کلیب مروی [1] ہے۔ عاصم بن کلیب پر جرح کے علاوہ علامہ نووی نے اس حدیث کی تضعیف پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے [3]۔ تاہم اسے موضوع کہنا درست نہیں۔

(۶) حدیث جابر رض رواہ الخلال عن ابی الزبیر عن جابر قال اتی رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا تدفع ید لامس قال طلقها قال انی احبها قال فاستمتع بها۔

ابن جوزیؒ نے اسے بے اصل اور موضوع کہا ہے [4]۔

سنن میں یہ روایت باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء [5] کے تحت حسین بن واقد عن عمارۃ بن ابی حفصہ عن عکرمہ عن ابن عباس رض مروی ہے۔

واخرجہ النسائی ایضًا، قال المنذری

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی سے جب اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

"انہ حسن صحیح، ولم یصب من قال انہ موضوع"

اور علامہ منذری مختصر السنن میں لکھتے ہیں:۔

"رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد" بالجملہ ادخال مثل ھذا الحدیث فی الموضوعات مجازفۃ ظاھرۃ" [6]

(۷) حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ابن الجوزی انبأنا محمد بن عبد الملک انبأنا اسمٰعیل بن مسعدہ انبأنا حمزہ بن یوسف انبأنا ابو احمد بن عدی حدثنا احمد بن علی بن المثنی حدثنا عمارۃ بن زربی حدثنا النضر بن حفص بن النضر بن انس عن ابیہ عن جدہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا انس ازالناس

---

[1] عون المعبود ج ا ص ۲۷۲) [2] اللآلی ج ۲ ص ۱۸، ۱۹) [3] (الفوائد المجموعہ ص ۲۹) [4] موضوعات ج ۲ ص ۲۷۲ [5] عون المعبود ج ۲ ص ۱۷۵ [6] (الفوائد ص ۱۲۹)

Marfat.com

ان الناس سیمصرون امصارا و یمصرون مصرا یقال لها البصرة قال انت اتیتها فسکنت فیها فاحیت مسجدها و سوقها و قبضها، و احسبه قال: و علیها و علیک بضواحیها فسیکون خسف و مسخ. قال انس رض: فمن هھنا سکنت القصر۔

اس کے بعد علامہ ابن جوزی رح فرماتے ہیں:۔

" ھذا الحدیث لا یصح قال عبدان: کان عباس یکذب[1]"

اور سنن ابی داؤد میں بھی روایت "

من طریق عبد اللہ بن الصباح نا عبد العزیز بن عبد الصمد قال حدثنا موسیٰ الحناط لا اعلمہ الا ذکرہ عن موسیٰ بن انس عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا انس[2] الخ الحدیث۔

سنن کی اس روایت کے علاوہ بھی علامہ سیوطی رح نے اللآلی میں مزید شواہد پیش کئے ہیں، جب کہ سنن کی اس روایت کے تمام راوی رجال الصحیح سے ہیں[3] لہٰذا اس پر وضع کا حکم قطعاً صحیح نہیں ہے۔

(۸) حدیث علی رض قال علا المسعرانی المدینہ الخ۔ ابن جوزی رح نے اس روایت کو موضوع شمار کیا ہے، اور عدم صحت کا حکم صادر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سند میں عبد اللہ بن ایوب ابن ابی علاج موصلی پر جرح ہے اور اس کے بارے میں ابن عدی فرماتے ہیں:۔

یروی " احادیث مناکیر" اور ابن حبان کا بیان ہے

یروی عن الثقات مالیس من احادیثھم انتھی[4]

لیکن اس روایت کو امام دار قطنی نے حضرت علی رض سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں:۔

---

[1] موضوعات ج ۲ ص ۶۰ [2] سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۴ ص ۱۸۹، ۱۹۰) [3] (اللآلی ج ۱ ص ۴۶۸) (الفوائد المجموعہ ص ۴۲۴) [4] (موضوعات ج ۲ ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰)۔

Marfat.com

"اغرب ابن الجوزی فاخرج ھذا الحدیث فی الموضوعات عن علی رضی اللہ عنہ وقال : انہ حدیث لا یصح

سنن ابی داؤد میں یہ "باب فی التسعیر" میں بطریق حماد بن سلمہ ثابت عن انس ومالک وقتادہ عن انس مروی ہے، علاوہ ازیں اسے ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، بزار، ابو یعلی نے بھی مذکورہ طریق سے روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے، اور ابن حبان اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

وعنہ ابن ماجہ والبزار نحوہ من حدیث ابی سعید باسناد حسن، وعند الطبرانی فی الصغیر من حدیث ابن عباس وفی الکبیر من حدیث ابی جحیفہ ولاحمد وابی داؤد من حدیث ابی ھریرۃ واسنادہ حسن"

علامہ شوکانی الفوائد میں لکھتے ہیں :۔

"وحکم ابن الجوزی بکونہ موضوعاً من حدیث علی لا ینافی ثبوتہ من حدیث غیرہ کما ھو معروف من اصطلاح اھل الفن"

علامہ سیوطیؒ نے "اللآلی" میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے :۔

(۹) حدیث ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حبک الشئی یعمی ویصم"، سنن ابی داؤد میں یہ روایت بطریق حیوۃ بن شریح نا بقیۃ عن ابی بکر ابن ابی مریم عن خالد بن محمد الثقفی عن بلال بن ابی الدرداء عن ابی الدرداء مذکور ہے، علامہ ابن جوزی اور حافظ سراج الدین القزوینی نے اسے موضوع کہا ہے، حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب ڈیانویؒ شرح سنن میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اما بلال فھو ثقۃ من کبار التابعین واما خالد فوثقہ ابو حاتم الرازی واما ابوبکر فھو ضعیف عندھم من قبل

---

۱ عون المعبود ج ۳ ص ۲۸۶، ۲۸۷) ۲ الفوائد المجموعہ ص ۱۲۲) (تفصیل کے لئے دیکھئے اللآلی ج ۲ ص ۱۴۴)۔

Marfat.com

حفظه وكان مستقيم الامر فى حديثه فطرقته لصوص
نتغير عقله وصار يأتى بالغرائب التى لا توجد الا
عنده نغدره فيمن اختلط ولم يتميز [۱] "

اور حافظ صلاح الدین العلائی فرماتے ہیں :-

" هذا الحديث ضعيف لا ينتهى الى درجة الحسن اصلا و
لا يقال فيه موضوع "

امام بیہقی شعب الایمان میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اسے امام بخاری اپنی تاریخ میں " ابی الدرداء " سے موقوفاً لائے ہیں ، نیز علامہ عراقی نے بھی حکم وضع پہ تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے :-

ليس بشديد الضعف وهو حسن " [۲]

لیکن بقیہ بن الولید اور ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی الشامی ان ہر دو میں مقال ہے ۔ جو سند کے ضعف پر دال ہے ، لہذا علامہ عراقی کی تحسین کو حسن لغوی پر محمول کیا جائے گا ۔

(۱۰) حدیث :- المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل
علامہ ابن جوزی نے اس پر بھی وضع کا حکم صادر کیا ہے [۳] ۔ اور یہ حدیث امام ابوداؤد " باب من يؤمر ان يجالس کے تحت بطریق " ابن بشار نا ابو عامر وابوداؤد قالا نا زهير بن محمد حدثنى موسى بن وردان عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه " لائے ہیں [۴]

علامہ منذری فرماتے ہیں :- " واخرجه الترمذى وقال حسن غريب "
جامع ترمذی میں بہ روایت بطریق موسیٰ بن وردان عن ابی ہریرہ ہے ۔

(۱۱) حديث ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من احد يسلم على الا رد الله الى روحى حتى ارد عليه السلام " رواه ابن الجوزى من طريق

---

[۱] عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۴۹۶ ، ۴۹۷ ، [۲] الفوائد المجموعہ ص ۲۵۵ [۳] الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۴۰ [۴] سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۴۰۶ ، ۴۰۷ ۔

Marfat.com

محمد بن مروان عن ابی ھریرۃ رضؓ وقال لا یصح[1]

سنن میں یہ روایت "باب زیارۃ القبور" میں بطریق محمد بن عوف نا المقریٔ نا حیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال الخ الحدیث" مذکور ہے، اور یہی روایت بطریق حیوۃ اسی سند اور اسی متن کے ساتھ مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:۔

"وقد صح اسناد ھذا الحدیث وسألت شیخنا ابن تیمیہ عن سماع یزید بن عبد اللہ بن ابی ھریرۃ فقال کانہ ادرکہ وفی سماعہ منہ نظر انتھی کلامہ

علاوہ ازیں علامہ نووی نے "الاذکار" اور "ریاض الصالحین" میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

"شیخ الاسلام حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:۔ ورجالہ ثقات[2]"

اس قدر حفاظ کی تصحیح کے بعد اس حدیث کو موضوع کہنا کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا، علامہ سیوطی رح نے "اللآلی المصنوعۃ[3]" میں اور علامہ شوکانی نے "الفوائد المجموعۃ[4]" میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے، اور اس کے شواہد پیش کئے ہیں، جن سے حکم وضع کی تردید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

سنن ابی داؤد کی شروح:۔

سنن ابی داؤد کی افادیت کے سبب ہر زمانہ کے علماء نے اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے، اور اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی توضیح و تشریح اور مختصرات و حواشی لکھنے میں خاص طور پر دلچسپی لی ہے، ذیل میں ان شروح و مختصرات کا تعارف مقصود ہے۔

(۱) معالم السنن:۔ یہ شرح مشہور محدث امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی م ۳۸۸ھ کی ہے۔ سب سے متقدم ہے۔ اور اسے مطبعہ علمیہ حلب نے ۱۳۵۱ھ میں نہایت اہتمام سے چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔

---

[1] موضوعات ج ۱ ص [2] عون المعبود شرح سنن ابی داؤد للعلامۃ مولانا شمس الحق صاحب ڈیانویؒ نور اللہ مرقدہ (ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۱) [3] (ج ۱ ص ۲۸۳) [4] (ص ۳۲۵)۔

Marfat.com

(۲) شرح ابن ملقن :- یہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی م ۸۰۴ھ کی شرح ہے۔ جو زوائد علی الصحیحین احادیث کی شرح پر مشتمل اور دو جلدوں میں ہے۔

(۳) شرح قطب الدین :- یہ شرح شیخ قطب الدین ابو بکر احمد بن دعین یمنی شافعی متوفی ۶۵۲ھ کی ہے، اور چار مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۴) شرح عراقی :- ولی الدین احمد بن عبد الرحیم زین الدین عراقی متوفی ۸۲۶ھ نے بھی ایک شرح لکھی۔ افسوس ہے کہ یہ مکمل نہ ہو سکی، اس کی معلومات اور افادیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ ابتداء سے سجدۂ سہو تک سات جلدوں کی متحمل ہے، اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد وغیرہ ابواب کی شرح ہے۔ اور اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو چالیس جلدوں پر مشتمل ہوتی فیا اسفا۔

(۵) شرح مغلطائی :- یہ حافظ علاؤ الدین مغلطائی حنفی متوفی ۷۶۲ھ کی تالیف ہے جو ناتمام ہے۔

(۶) شرح عینی :- اس کو حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے ایک جزو میں تالیف کیا ہے۔

(۷) مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد۔ " یہ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔

(۸) شرح ابن ارسلان :- یہ ابو العباس احمد بن معین رملی مقدسی معروف بابن ارسلان م ۸۴۴ھ کی تالیف ہے، جو بڑی جامع اور مکمل شرح ہے، علامہ سخاویؒ کے قول کے مطابق گیارہ جلدوں میں ہے، لیکن علامہ حسین بن محسن انصاریؒ کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ شرح عرب ممالک میں آٹھ جلدوں میں دیکھی ہے، اور علامہ شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی فرماتے ہیں کہ مجھے بھی اس کا ایک حصہ دیکھنے کا موقعہ ملا ہے، اور بہت مفید معلومات کی حامل ہے۔

(۹) شرح نووی رح :- امام محی الدین نووی شارح صحیح مسلم متوفی ۶۷۶ھ کی تالیف ہے۔ مگر افسوس کہ مکمل نہیں ہو سکی۔

(۱۰) "السنن باکمالہ المعالم" :- علامہ خطابی رح کی معالم کا اختصار ہے، جسے شہاب الدین ابو محمود

Marfat.com

احمد بن محمد مقدسی م ۷۶۵ھ نے مرتب کیا، بعض نے اس کا نام عجالۃ العالم من کتاب المعالم ذکر کیا ہے، اور یہ چار جلدوں میں ہے۔

(۱۱) شرح سندی :- علامہ ابو الحسن السندی م ۱۱۳۹ھ دیگر کتب صحاح کی طرح "فتح الودود علی سنن ابی داود" کے نام سے اس کا حاشیہ لکھا ہے، جو مشہور و مقبول ہے، علامہ چلپیؒ نے اسے شرح لطیف کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۱۲) تہذیب السنن :- یہ حجۃ الاسلام علامہ ابن قیمؒ کی شرح ہے۔ جو نہایت مفید اور بلند پایہ ہے، علامہ موصوف نے اس میں مشکل مقامات اور معلول احادیث پر فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔ یہ مصر سے طبع ہو چکی ہے، اور ایک حصہ غایۃ المقصود کے ساتھ بھی مطبوع ہے۔

(۱۳) تلخیص منذری :- حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی م ۶۵۶ھ نے سنن کا اختصار کیا ہے، جو مطبوع ہے۔

(۱۴) بذل المجهود فی حل ابی داؤد :- مشہور حنفی عالم مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے پانچ بلسوط جلدوں میں سنن کی شرح لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے، اور یہ مفید علمی وفنی مطالب و ابحاث پہ مشتمل ہے۔

(۱۵) غایۃ المقصود :- علامہ مولانا ابو الطیب شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ نے "غایۃ المقصود" کے نام سے بتیس ۳۲ جلدوں میں شرح لکھی، لیکن افسوس ہے کہ یہ مکمل طبع نہ ہو سکی، صرف پہلی جلد منصۂ شہود پہ آئی ہے، جو اب نایاب ہے، اس کے شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے جس میں امام ابو داؤد رحؒ اور ان کی سنن کے متعلق مفید معلومات ہیں۔

اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ صاحب بذل مولانا علامہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں فرماتے ہیں :-

"حتی رأیت جزءً واحدا من الشرح الذی الفه الشیخ ابو الطیب شمس الحق بغایۃ المقصود فوجدته لکشف کنوزاته کافلا ولجمیع مخزوناته حاملا ﷲ دره

Marfat.com

بذل فيه وسعي سعيه ،، ؎

زمانہ کی ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اس کے مخطوطے کا بھی کسی کو علم نہیں ہو سکا، مؤلف ؒ کے بعد مولانا محمد ادریس صاحب کے پاس تھی لیکن انہوں نے مشرقی پاکستان میں سکونت اختیار کر لی، غالباً علم و فن کا شغل نہ رہنے کی بنا پر امت کا یہ قیمتی سرمایہ یوں ہی خرد برد ہو گیا، فیا أسفا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

(۱۶) عون المعبود:۔ یہ غایۃ المقصود کا اختصار ہے اور چار مبسوط جلدوں میں پہلے ہندوستان سے اور اب بہت عمدہ کاغذ میں بیروت سے طبع ہو کر بازار میں آ چکی ہے۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد:۔ عون المعبود کو بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب ڈیانوی ؒ کی تالیف ہونے کا شرف حاصل ہے، یہ شرح رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ میں سات سال کی محنت و کاوش کے بعد مکمل طور پر طباعت سے آراستہ ہوئی، اور یہ چار مبسوط جلدوں میں ہے، اور حال ہی میں دوبارہ نفیس کاغذ میں بیروت سے طبع ہو چکی ہے، پہلی تین جلدیں مذکورہ بالا تاریخ سے قبل طبع ہو چکی تھیں۔ اس بات پر قوی قرینہ یہ ہے کہ پہلی تینوں جلدوں پر شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس دیا ہے۔ اور حضرت میاں صاحب ؒ ونور اللہ مرقدہ گیارہ رجب ۱۳۲۰ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرما چکے تھے۔

سبب تالیف:۔ سنن ابی داؤد کی افادیت و اہمیت کے متعلق کیا کلام ہو سکتی ہے، اور مزید لکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم "کتاب السنن اہل فن کی نظر میں" عنوان کے تحت متعدد حفاظ حدیث کی آراء لکھ آئے ہیں، اور علامہ خطابی ؒ نے تو یہ تک کہا ہے۔

"هو احسن وضعا واكثر فقها من الصحيحين"

کہ کتاب السنن اپنی وضع اور فقہ کے اعتبار سے صحیحین کی نسبت زیادہ مفید ہے۔

؎ بذل المجہود ج ۱ ص ۱۔

Marfat.com

لیکن تیرھویں صدی ہجری کے آخر تک عرب و عجم میں علماء کے سامنے اس مبارک کتاب کا کوئی صحیح نسخہ نہیں آسکا تھا، الّا ماشاءاللہ! حالانکہ اہل علم میں اس کی احتیاج اور ضرورت عوام الناس میں سونے، چاندی کی خواہش و ضرورت کے مترادف تھی، ہند میں ایک دو دفعہ اور اسی طرح مصر میں یہ کتاب طبع ہوئی، لیکن یہ نسخے فحش غلطیوں اور اکثر تصحیفات سے پر تھے، باوجود اس کے کہ علماء و طلباء کے درس و تدریس میں ان کی اشد ضرورت تھی۔ اور مصری نسخے ہندی نسخوں سے طباعت کے اعتبار سے بہتر تھے علاوہ ازیں ان پہ بہت کم حواشی دئے گئے، بلکہ ان کے محشی مقفل مواضع اور مغلق مقامات پر سرے سے خاموش رہتے، اور بعض ایسے مقامات پر کلام کرتے، جن میں کسی قسم کا اشکال نہ ہوتا تھا۔

نسخہ عزیزیہ:- حضرت مولانا علامہ حسین بن محسن انصاری خزرجیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس نسخہ کا تذکرہ شیخ الکل حضرت میاں صاحب رحؒ کی مجلس میں کئی دفعہ سنا اور اس وقت علامہ ابوالطیب شمس الحق صاحب بھی موجود تھے، حضرت میاں صاحبؒ نے اس نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے شیخ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے شیخ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحؒ نے سنن ابی داؤد کا ایک نسخہ درست فرمایا، اور بہت سے صحیح نسخوں کے ساتھ تقابل کیا اور شروع سے لے کر آخر تک اس پر حواشی دیے۔ کوئی ایسا مغلق اور مشکل مقام نہ تھا جسے آپ نے حل نہ کر دیا ہو، اور یہ حضرت الشیخ رحؒ کا علماء پر ایک احسان تھا۔

اس کے بعد علامہ حسین بن محسن انصاری رحؒ اس نسخہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کے بعد یہ نسخہ حضرت الاستاذ شیخ الکل حضرت میاں صاحب کو حاصل ہوا، اور فتنہ ہند تک آپ کے پاس رہا، اور اسی فتنہ میں ضائع ہوگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ بعد ازیں میں نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ جب وہ اس نسخہ کا تذکرہ کرتے تو انتہائی افسوس کا اظہار فرماتے اور غم واندوہ میں ڈوب کر رہ جاتے اور فرماتے کہ اگر کسی سے یہ کتاب مجھے مل جائے تو میں عجز و فقر اور بے بضاعتی و بے سروسامانی کے باوجود بہت گراں قیمت ادا کر کے خرید لوں، چنانچہ آپ کی یہ کیفیت حضرت مولانا

Marfat.com

علامہ شمس الحق صاحب رح کے لئے ایماء اور پھر حکم ثابت ہوئی، اور سنن کی خدمت اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں راسخ فرمادی۔

چنانچہ علامہ موصوف رح نے سنن کے گیارہ نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کے متن کو ترتیب دیا۔ (تمام نسخوں کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا، تفصیل کے لئے عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۳ دیکھئے)۔ جیسا کہ پہلے ہم لکھ آئے ہیں، کہ اس شرح کی تین جلدیں حضرت میاں صاحب رح کی زندگی ہی میں طبع ہو گئی تھیں، آپ جب بھی اسے دیکھتے تو بہت خوشی کا اظہار فرماتے، اور شارح، طابع اور مصحح کے لئے دعا دیتے اور فرماتے :۔

"زال عنی الغموم التی حصلت لی
باضاعۃ النسخۃ العزیزیۃ"

کہ نسخہ عزیزیہ کے ضیاع سے جو مجھے غم ہوا وہ سب اس شرح سے دور ہو گیا ہے حضرت میاں صاحب رح کے ان الفاظ سے ہی اس نسخہ کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

عون المعبود کی جلد اوّل کے خطبہ اور جلد ثالث کے خاتمہ سے یہ بات مترشح

تنبیہ :۔ ہوتی ہے کہ یہ حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رح کے برادر صغیر حضرت مولانا علامہ شرف الحق صاحب المعروف بمحمد اشرف رح کی تالیف ہے، اور اس پر شرح میں بحث کے دوران غایۃ المقصود کا حوالہ دیتے ہوئے علامہ موصوف رح کا یہ کہنا کہ تفصیل کے لئے ہمارے بھائی شمس الحق صاحب رح کی شرح غایۃ کی طرف مراجعت کیجئے، یہ بھی ایک دلیل ہے۔ لیکن جب "عون" کی آخری دونوں جلدوں کو دیکھا جائے تو ان میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب رح ہی کا ذکر ملتا ہے، جو اس بات پر دال ہے کہ یہ حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رح ہی کی تالیف ہے، جبکہ کتاب کے آخر کی تقاریظ اس پر خصوصیت سے دلالت کرتی ہیں، اسی طرح حضرت مولانا امام خاں صاحب نوشہروی رح کا "تاریخ علماء اہل حدیث ہند، اور اپنے مقالہ "ہندوستان میں علم حدیث"، میں حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رح کی طرف ہی نسبت کرنا ایک شہادت ہے۔

تاہم صحیح یہ ہے کہ حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رح نے تالیف کے وقت اپنی زیر نگرانی علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا، جن میں حضرت مولانا ابو عبدالرحمٰن شرف الحق

Marfat.com

المعروف بمحمد اشرف متولد ۱۲۷۵ھ شارح کے برادر صغیر۔

(۲) حضرت مولانا عبد الرحمٰن محدث مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی نوراللہ مرقدہم۔

(۳) حضرت مولانا ابو عبد اللہ محمد ادریس صاحب ڈیانوی؄ متولد ۱۲۹۸ھ ابن خال المصنف رح۔

(۴) حضرت مولانا الحاج عبد الجبار بن الشیخ العالم نور احمد صاحب ڈیانوی رحمہ اللہ مولود ۱۲۹۶ھ متوفی ۱۳۱۹ھ شامل تھے۔

حضرت مولانا ابویحیٰ امام خاں صاحب نوشہروی رح نے اس بورڈ میں حضرت مولانا قاضی یوسف حسین خان پوری ہزاروی اور حضرت مولانا محمد شاہجہان پوری کو شامل کیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رح نے اپنے ان رفقاء اور تلامذہ سے تالیف شرح کے سلسلے میں کام لیا ہے، جیسا کہ حضرت مولانا علامہ حسین بن محسن انصاری رح کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :۔

"وان الفاضل الجلیل ابا الطیب قد جمع جماعۃ من الاعیان وقت تصحیح المتن والمعارضۃ وتالیف الشرح واستعان منہم بما یلیق لشانہم۔"

اور اس کے بعد ان سب علماء کے نام لئے ہیں۔

اور یہ علماء و شیوخ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے تلامذہ سے علمی مواد اور معلومات جمع کروا لیتے ہیں، اور بعض اوقات اشفاقی طور پر اپنے تلامذہ کی طرف بھی نسبت کر دیتے ہیں۔ یہ نسبت بھی اسی قبیل سے ہے۔ درحقیقت یہ شرح حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب محدث دیانوی رح ہی کی ہے، جیسا کہ شواہد سے معلوم ہوا ہے اور اس کے علاوہ تشریفاً بھی آپ ہی کو اس کا مؤلف کہنا زیادہ موزوں ہے۔

فائدہ :۔ یاد رہے کہ شمس العلماء حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی رح نے شرح سنن کے متن کی تصحیح کے وقت جن گیارہ نسخوں کو سامنے رکھا ہے۔ ان میں صرف ایک نسخہ ابن داسۃ رح کا ہے، اور باقی

Marfat.com

دس لؤلوی کے ہیں، جیساکہ آپ نے شرح کے آخر میں خود بیان فرمایا ہے۔
انی ظفرت علی احدی عشرۃ نسخۃ من سنن ابی داؤد
کلھا من روایۃ اللولؤی الا نسخۃ واحدۃ فھی من روایۃ
ابن داسۃ فجعلت نسخۃ واحدۃ صحیحۃ عتیقۃ من
ھذہ النسخ اصلا وامادباقی النسخ علیھا معہ وصنۃ[1]
الھدی المحمود۔ مشہور مترجم حدیث مولانا علامہ وحید الزمان ۱۳۲۰ھ نے دو[2]
جلدوں میں تالیف کی جو اردو میں ترجمہ اور تشریحی فوائد کی حامل ہے۔

---

[1] (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۵۴۸)

Marfat.com

امام ترمذیؒ

۲۰۹ — ۲۷۹

نام و نسب:- امام صاحب کا نام محمد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے، سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن ضحاک السلمی الترمذی، شہر ترمذ کی طرف نسبت ہے، جو نہر بلخ یعنی نہر جیحون کے کنارے خوارزم کے قریب واقع ہے، امام ترمذی کے دادا مروزی الاصل تھے، کسی وجہ سے آکر ترمذ میں آباد ہوئے، نیز امام بخاریؒ کا سلسلہ بھی ابن سلیم سے ملتا ہے، جو ابن غیلان کی ایک شاخ ہے، عیسیٰ آپ کے والد کا نام بھی ہے اور آپ کی کنیت بھی۔

شیوخ:- امام ترمذیؒ کا سلسلہ شیوخ نہایت وسیع ہے۔ جن میں سے امام بخاریؒ، امام مسلم، امام ابوداؤد، قتیبہ بن سعید، علی بن حجر، محمد بن بشار وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں امام بخاریؒ کے ترجمہ میں اصحاب ستہ کے اساتذہ کا ذکر ہو چکا ہے، اب ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں، جو ان سے بلحاظ وفیات کے متقدم ہیں، جیسا کہ شیخ احمد شاکرؒ نے مقدمہ تعلیق ترمذی[1] میں ذکر کیا ہے، (۱) عبداللہ بن معاویہ الجمحی م ۲۴۳ھ علی ابن حجر المروزی م ۲۴۴ھ قتیبہ بن سعید الثقفی م ۲۴۰ھ سوید بن نصر المروزی م ۲۴۰ھ، احمد بن ابی بکر الزہری المدنی م ۲۴۲ھ محمد بن عبدالملک بن ابی الشواب م ۲۴۴ھ، ابراہیم بن عبداللہ بن حاتم الھروی م ۲۴۴ھ، اسماعیل بن موسیٰ الفزاری م ۲۴۵ھ۔

تلامذہ:- امام ترمذیؒ نے جس طرح متعدد مشائخ سے استفادہ کیا، اس طرح آپ سے بھی بے شمار طلبہ و تلامذہ مستفید ہوئے، اور وقتاً فوقتاً اس چشمہ سنت سے سیراب ہوتے رہے، جن میں سے، احمد بن عبداللہ المروزی، ہیثم بن کلیب الشاشی،

محمد بن احمد بن محبوب، احمد بن یوسف النسفی، اسعد بن حمدویہ،
داؤد بن نصر البزودی، محمد بن منذر الھروی، ابوذر محمد بن ابراہیم،

---

[1] تعلیق الترمذی ص۸۰۔

Marfat.com

ابو محمد حسن بن ابراہیم ، ابوالحسن وازرمی ، محمد بن سفیان ،

فائدہ :- یہ بات خصوصیت کی متقمل ہے ، کہ امام ترمذی جہاں امام بخاری رح کے شاگردوں میں شامل ہیں ۔ امام بخاریؒ نے بھی آپ سے دو احادیث کا سماع کیا ہے ، جن میں کی ایک حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے ، جو آیۂ کریمہ ما قطعتم من لینة او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا کی تفسیر میں قال اللینة النخلة (الحدیث) ہے ، امام ترمذی رح نے سورہ حشر کی تفسیر میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ۔

" سمع منی محمد بن اسماعیل ھذا الحدیث "

دوسری حدیث حضرت ابوسعید الخدری سے حضرت علی کے مناقب میں مروی ہے

یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک

اس کے ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :-

قد سمع محمد بن اسماعیل منی ھذا الحدیث واستغرب بہ انتھی

رحلات :- حدیث کے اخذ و ادا کے سلسلے میں امام ترمذیؒ کا آب و دانہ بہت دور تک بکھرا نظر آتا ہے ، آپ کے اساتذہ بصرہ ، کوفہ خراسان ، حجاز و بخارا سے متعلق ملتے ہیں اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ امام ترمذی رح نے ان شہروں کو اپنے رحلات کی آماجگاہ بنائے رکھا ۔

قوت حفظ :- علامہ ذہبی ابوسعید الادریسی سے بیان کرتے ہیں ۔

کان ابوعیسی یضرب بہ المثل فی الحفظ و

قال الحاکم سمعت عمر بن ملک یقول مات البخاری

فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسی فی العلم والحفظ والورع والزھد

چنانچہ اس کی منہ بولتی مثال حافظ ابن حجر رح نے تہذیب اور علامہ ذہبی نے تذکرہ میں احمد بن عبداللہ سے نقل کی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ترمذیؒ سے سنا وہ فرماتے تھے ۔ کہ میں نے شیخ کی روایات کے دو اجزاء ان سے نقل کئے ، لیکن اب تک انہیں پڑھ کر سنانے کا موقعہ نہ مل سکا ، چنانچہ مکہ مکرمہ کے راستہ میں اتفاقاً ان سے ملاقات

لہ تذکرۃ الحفاظ ، مقدمہ تحفہ ص ۱۶۷ +

Marfat.com

ہوئی، میں نے شیخ سے ان اجزاء کی قراءت کی درخواست کی جسے آپ نے قبول فرمایا، اور کہا کہ ان اجزاء کو ہاتھ میں رکھیں میں پڑھتا ہوں اور آپ مقابلہ کرتے جائیں، میں نے جب ان اجزاء کو تلاش کیا تو وہ اتفاقاً میرے پاس نہ تھے، چنانچہ میں نے ان کے ہم مثل سادے کاغذ کے دو اجزاء ہاتھ میں لئے اور سننے میں مشغول ہوگیا۔ بوقت قرأت شیخ کی نظر ان کاغذات پر پڑی تو وہ ناراض ہو کر فرمانے لگے "اما تستحیی" تو میں نے بالآخر وہ تمام قصہ کہہ سنایا جو مجھ سے سرزد ہوا تھا اور کہا کہ اگرچہ وہ اجزاء میرے پاس نہیں تاہم لکھے ہوئے اجزاء سے مجھے زیادہ محفوظ ہیں، شیخ نے فرمایا اچھا سناؤ تو میں نے وہ تمام حدیثیں سنا دیں۔

شیخ بہت متعجب ہوئے تو میں نے عرض کی اب کی بار پھر امتحان لے لیں تو انہوں نے چالیس احادیث اور پڑھیں، میں نے وہ بھی صحیح صحیح سنا دیں، اس پر فرمانے لگے :- ما رأیت مثلک انتھی۔

ابو عیسٰی :- امام ترمذی کی کنیت ہے، جیساکہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، لیکن یہ کنیت اس اعتبار سے موضوع بحث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسٰی کا تو باپ ہی نہ تھا، یہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مصنف ابن ابی شیبہ میں باب ما یکرہ للرجل ان یکتنی بابی عیسیٰ کے تحت ملے گا، علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کے صاحب زادہ نے جب اپنی کنیت ابو عیسٰی رکھی تو حضرت عمرؓ نے انہیں سزا دی اور کہا کہ ان کا تو باپ ہی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں بعض علماء نے پہلی روایت کو مرسل اور دوسری کو موقوف بتا کر لکھا ہے کہ یہ ایک امر واقع کا بیان ہے، اس سے نہی لازم نہیں آتی، لیکن اس سب کچھ کے ورے ہم سنن ابی داؤد میں دیکھتے ہیں کہ حضرت مغیرہ کی کنیت ابو عیسٰی ہے، اس پر حضرت عمر نے روکا اور کہا کہ آپ کو ابو عبد اللہ کنیت رکھنی چاہیئے، تو انہوں نے فرمایا کہ میری یہ کنیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور دیگر صحابہ سے اس کی تائید نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ابو عیسٰی" کنیت سے پکارا ہے، حضرت عمر نے اگرچہ ان کی کنیت ابو عبد اللہ کے نام سے تبدیل کردی تھی، اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

کے حق میں تو اللہ نے فرمایا ہے لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ لیکن ہماری یہ شان نہیں، معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، تاہم ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ اجتہاد درست نہ ہو، اس وجہ سے انہوں نے جا بجا اپنی جامع میں اس بات کی صراحت کی۔

مذہب امام ترمذیؒ:- اکثر علماء نے آپ کو شافعی وحنبلی کہا ہے، جیساکہ طبقات شافعیہ وحنابلہ میں مذکور ہے، لیکن بات یہ ہے کہ مؤلفین طبقات نے دراصل درسی نسبت کی وجہ سے ائمہ حدیث کو طبقات میں ذکر کیا ہے، جامع ترمذی آج بھی ہمارے سامنے ہے، اور اس میں امام ترمذیؒ نے اپنی مستقل رائے پیش کی ہے، اور جا بجا اپنے کو اہل الحدیث میں شمار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ "الثوب الحیٰ علی تقریب الترمذی[ص۲]" میں رقمطراز ہیں:-

"قلت هذا یدل علی ان الترمذی لیس بشافعی انتهی۔" امام ترمذیؒ کی عدم تقلید کے لئے ذیل کی امثلہ میں کافی وضاحت ہو جاتی ہے، کہ آپ اہل حدیث تھے اور مقلد نہ تھے، بلکہ خود امام اور مجتہد تھے۔

چنانچہ "باب الرجل یسلم وعندہ عشرۃ نسوۃ کے تحت لکھتے ہیں:-

والعمل علی حدیث غیلان عند اصحابنا منهم الشافعی واحمد واسحٰق رحمہم اللہ۔

امام موصوف کی یہ کلام صاف طور پر دال ہے کہ اصحابنا سے مراد محدثین ہیں، جن میں امام احمد اور اسحاق بھی شامل ہیں، اسی طرح باب ترک الوضوء من القبلہ میں حضرت عائشہ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:-

"هو قول سفیان الثوری واهل الکوفة قالوا لیس فی القبلة وضوء وقال مالك بن انس والاوزاعی والشافعی واحمد واسحاق فی قبلة وضوء وهو قول غیر واحد من اهل العلم فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وانما ترك اصحابنا حدیث عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا لانه لا یصح عندهم لحال الاسناد انتهی۔"

Marfat.com

امام ترمذیؒ کے اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ اصحابنا سے مراد اہل حدیث ہیں۔
زیر بحث باب کے تحت علامہ ابوالطیب السندی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں :۔

انما ترک اصحابنا ای من اہل الحدیث او من الشافعیۃ کذا قال بعض العلماء لکن الظاہر ہو الاول انتہی۔

اسی طرح شیخ احمد سرہندیؒ امام ترمذیؒ کے اس قول کے متعلق فرماتے ہیں :۔

وجز ایں نیست کہ ترک کردند اصحاب ما اہل حدیث حدیث عائشہ را الخ

اسی طرح باب کراہیۃ الاسراف فی الوضوء میں خارجہ راوی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"خارجہ لیس بالقوی عند اصحابنا"

تو کیا یہاں عند اصحابنا سے مراد شوافع ہیں نہیں بلکہ اہل الحدیث ہیں جیسا کہ علامہ طیبی فرماتے ہیں :۔ عند اصحابنا ای اہل الحدیث (المرقاۃ)

ہم انہی ابواب پر ختم کرتے ہیں، ہاں جامع ترمذی کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس قسم کی متعدد امثلہ مل سکتی ہیں، جن سے آپ کو مقلد ٹھہرانے کی تردید ہو جاتی ہے، اور اگر جامع ترمذی کے باب تاخیر الظہر فی شدۃ الحر" پر ایک نظر دوڑائی جائے تو ہمارے دعویٰ کی پرزور تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس میں امام ترمذی رح نے امام شافعی کی تردید کی ہے چنانچہ "حدیث الابراد" کے بعد لکھتے ہیں :۔

قد اختار قوم من اہل العلم تاخیر صلوٰۃ الظہر فی شدۃ الحر وہو قول ابن المبارک واحمد واسحٰق وقال الشافعی انما الابراد بصلوٰۃ الظہر اذا کان مسجد اینتاب اہلہ من البعد فاما المصلی وحدہ والذی یصلی فی مسجد قومہ فالذی احب لہ ان لا یوخر الصلوٰۃ فی شدۃ الحر ومعنی من ذہب الی تاخیر الظہر فی شدۃ الحر ہو اولی واشبہ بالاتباع واما ما ذہب الیہ الشافعی ان الرخصۃ لمن ینتاب من البعد وللمشقۃ علی الناس فان فی حدیث ابی ذر ما یدل علی خلاف ما قال الشافعی رح ۔ انتہی۔

امام ترمذیؒ کا یہ قول اس بات پر شاہد ہے کہ آپ امام شافعیؒ کے مقلد نہ تھے اور

Marfat.com

صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے امام شافعی کے مسلک سے بریت کا اظہار کر دیتے ہیں۔

امام ترمذی اور ان کی مؤلفات:۔ (۱) الجامع الترمذی۔ (۲) کتاب العلل، اس موضوع پر امام صاحب کی دو کتابیں ہیں۔

(۱) علل الصغیر جو جامع ترمذی کے ساتھ مطبوع ہے، جس کا تعلق جامع سے ہے۔

(۲) علل الکبیر ہے، اس کے بارے میں محدث مبارک پوری فرماتے ہیں:۔

فی فوائد معظم التنقل عن شیخہ البخاری

(۳) کتاب التاریخ (۴) کتاب الزہد (۵) کتاب الاسماء والکنی۔

(۶) کتاب الشمائل النبویہ، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق احادیث ہیں جو اپنے موضوع پر بہترین تصنیف ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

خواندن آن برائے مہمات مجرب اکابر است انتہیٰ" اشعۃ اللمعات۔

کتاب التفسیر (۸) کتاب الجرح والتعدیل اس کا ذکر حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ ص ۶۷ ج ۱۱ میں کیا ہے۔

جامع ترمذی:۔ امام ترمذی کی جملہ کتب میں جامع کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن اس کے نام میں اختلاف ہے، علامہ چلپیؒ فرماتے ہیں:۔ قد اشتہر بالنسبۃ الی مولفہ فیقال جامع الترمذی ویقال السنن ایضا والاول اکثر انتہی کشف ج ۱ ص ۲۷

خطیب بغدادی اور امام حاکم نے اسے الصحیح کے نام سے یاد کیا ہے، لیکن تغلیباً اسے الصحیح کہا گیا ہے، کیونکہ جامع میں ضعیف احادیث بھی ہیں، اور اسی سبب سے سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، اور سنن نسائی کو صحاح الستہ کہا گیا ہے۔

جامع ترمذی اور اس کے رواۃ:۔ حافظ ابو جعفر بن زبیر نے اپنی برنامج میں سنن کے چھ رواۃ کی تصریح کی ہے

(۱) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب متوفی ۳۴۶ھ۔

(۲) حافظ ابو سعید ہیثم بن کلیب الشاشی متوفی ۳۵۵ھ۔

Marfat.com

(۳) ابوذر محمد بن ابراہیم۔ (۴) ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان۔
(۵) ابو حامد احمد بن عبداللہ تاجر۔ (۶) ابوالحسن وازری، مقدمہ قوت المغتذی۔

"جامع ترمذی کی مقبولیت" جامع ترمذی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ حافظ ابن اثیر جامع الاصول کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :۔"

هذا الكتاب الصحيح احسن الكتب واكثرها فائدة" واحسنها ترتيبًا واقلها تكرارًا وفيه ماليس في غيره الخ

اور حافظ ابوالفضل ابن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری متوفی ۴۸۱ھ سے میں نے سنا فرماتے تھے :۔

"كتاب الترمذي عندي انور من كتاب البخاري ومسلم قلت ولم؟ قال لانه لا يصل الى الفائدة منهما الا من هو من اهل المعرفة التامة بهذا الفن والكتاب الترمذي قد شرح احاديثه وبينها فيصل اليها كل احد من الناس من الفقهاء والمحدثين وغيرهم

البدایہ ص۳۶ ج ۱۱ ومثلہ فی شروط الائمہ ص۱۶

اسی طرح حافظ ابو بکر ابن نقطہ بغدادی المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب "التقييد في رواة الكتب والمسانيد" میں خود امام ترمذیؒ کی زبانی نقل فرماتے ہیں :۔

صنفت هذا السنة الصحيح وعرضته على علماء الحجاز فرضوا به وعرضته على علماء العراق فرضوبه وعرضته على علماء خراسان فرضوبه ومن كان في بيته هذا الكتاب فكانما في بيته نبي ينطق"۔ البدایہ ایضاً۔

یہی وہ کتاب ہے جس کی مدح میں علماء اندلس نے ایک بہترین قصیدہ کہا ہے، جسے حافظ علامہ سیوطی رحمہ نے اور شاہ عبدالعزیز رحمہ نے البستان میں ذکر کیا ہے، جسے خوف طوالت کے پیش نظر ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

شاہ صاحب موصوفؒ فرماتے ہیں کہ فن حدیث میں امام ترمذی رحہ کی "جامع" بعض وجوہ سے جمیع کتب احادیث سے احسن ہے۔ اولاً حسن ترتیب، عدم تکرار (۲) مذاہب کا بیان اور ان کے ادلہ کا ذکر (۳) انواع حدیث میں صحیح وضعیف، غریب اور معلل وغیرہ کا

Marfat.com

بیان (۴) راویوں کے نام کنیت والقاب اور علم رجال کے متعلق دیگر فوائد بیان کرنے کی وجہ سے "

حافظ ابن سید الناس المتوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں :-

" لابی عیسی خصائل تجمعہ وتسمو وکتابہ من الکتب الخمسۃ التی اتفق اھل الحل والعقد والفضل والفقہ من العلماء والفقہاء واھل الحدیث النبہاء علی قبلھا والحکم بصحۃ اصولھا " (ابن ماجہ اور علم حدیث، صـ۲۲۷)

صحت وشہرت کے اعتبار سے جیسا اہل علم نے کتب احادیث کو پانچ طبقوں میں شمار کیا ہے، جامع ترمذی ان میں سے دوسرے طبقے کی کتاب ہے، صحاح ستہ میں "صحیح مسلم" کے بعد اس کا دوسرا مقام ہے، جیسا کہ ہم نے "صحاح ستہ اور اس کی تعیین میں اختلاف" کے تحت ذکر کیا ہے، پھر "جامع ترمذی" کے فوائد میں یہ بھی داخل ہے کہ اس میں علوم حدیث کے مختلف علوم کی نشاندہی ملتی ہے، جس سے اس کی افادیت مزید بڑھ جاتی ہے، جن کا ذکر عنقریب آرہا ہے۔

(۱) اصناف فوائد پر کتاب کی تالیف وترتیب کے ساتھ بیان سند (۲) تصحیح حدیث (۳) سقم روایت کا بیان (۴) تعدد طرق کا ایراد (۵) جرح رواۃ (۶) تعدیل رواۃ۔ (۷) راویوں کے نام کی تعیین (۸) راویوں کی کنیت کا ذکر (۹) بیان وصل (۱۰) بیان قطع (۱۱) معمول بہا کا اظہار (۱۲) متروک کا ایضاح (۱۳) ردّ وقبول آثار کے متعلق اختلاف علماء (۱۴) تاویل حدیث میں اختلاف[1]

ترمذی اور اس کے ناقدین :-

امام ابو عیسی ترمذیؒ کی جامع کے متعلق آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ وہ صحاح ستہ میں تیسری اور طبقات کتب حدیث میں اس کا شمار دوسرے طبقہ کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ امام ترمذی رہ نے خود صراحت کی ہے کہ جامع کی جملہ روایات بجز دو روایتوں کے معمول بہا ہیں، لیکن امام صاحبؒ کا ان دو روایتوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ معمول بہا نہیں ہیں محل نظر

---

[1] مقدمہ قوت المغتذی ۱۲

Marfat.com

ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ بھی قابل عمل ہیں، سلف میں ایک جماعت نے ان پر عمل کیا ہے، جیسا کہ محدث مبارک پوری نور اللہ مرقدہٗ نے "تحفۃ الاحوذی" میں ذکر کیا ہے، لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود ستم ظریفی تو یہ ہے کہ امام ابن جوزی رح نے موضوعات میں جامع کی تیئیس ۲۳ احادیث کو موضوع کہا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، حافظ سیوطیؒ نے "القول الحسن فی الذب عن السنن" میں ان جملہ روایات کا جواب دیا ہے، ابن جوزیؒ کی بات کا اعتبار کرتے ہوئے کیا صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی احادیث کو بھی موضوع کہا جائے گا؛ جو انہوں نے موضوعات میں شمار کی ہیں نہیں! بات یہ ہے کہ ابن جوزی رح حدیث کو موضوع کہتے ہیں تساہل سے کام لیتے ہیں، اور آپ کا اس باب میں تساھل مشہور ہے البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "ترمذی" میں ضعیف احادیث بھی ہیں، اور بسا اوقات وہ اس کے ضعف کو بیان بھی کر دیتے ہیں۔

امام ترمذی اور ابن حزم:-

امام ترمذیؒ کی جلالت شان کا تو کسی کو انکار کیوں کر ہو سکتا ہے، حافظ المزیؒ فرماتے ہیں

"الحافظ صاحب الجامع وغیرہ من المصنفات احد الائمہ الحفاظ المبرزین ومن نفع اللہ بہ المسلمین (تہذیب التہذیب)

علامہ سمعانی اپنے انساب میں فرماتے ہیں، علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:-

الحافظ العلم صاحب الجامع ثقۃ مجمع علیہ"

لیکن محل تعجب ہے کہ حافظ ابن حزم رح نے "الایصال الی فہم کتاب الخصال الجامعہ لجمل شرائع الاسلام والحلال والحرام والسنۃ والاجماع میں امام ترمذیؒ کو مجہول کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:-

"ولا التفات الی قول ابی محمد بن حزم فیہ فی الفرائض من کتاب الایصال انہ مجہول فانہ ما عرف ولا دری بوجود الجامع ولا العلل لہ انتہیٰ۔ [۱]"

اس کے علاوہ علمائے امت نے ابن حزم رح کے اس قول کے متعدد جوابات دیئے ہیں، حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حزم کو امام ترمذیؒ کی جامع مل نہیں سکی۔

---

[۱] وانہ فی سہو مجلد التذکرہ ص ۲۲۶ / ج ۲ + [۲] التذکرہ ص ۲۲۲ / ج ۲ [۳] المیزان +

اور حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں، کہ موصوف نے اگر انہیں مجہول کہا ہے، تو یہ انوکھی بات نہیں، انہوں نے تو ابو القاسم البغوی، اسماعیل بن محمد الصفار، اور ابو العباس الاصم جیسے ثقات کو بھی مجہول کہا ہے، لسان کے مطالعہ سے یہ بات بھی ہمارے سامنے آتی ہے، کہ ابن حزم ہر اس شخص کو مجہول کہتے ہیں، جس تک ان کی رسائی نہ ہوتی ہو، چنانچہ حافظ احمد بن علی بن اسلم کے ترجمہ میں فرماتے ہیں :۔

قال ابن حزم مجهول وهو الا بازء الحافظ المتقدم وهذه عادة ابن حزم اذا لم يعرف الراوي يجهله الخ [1]

بعینہ یہی بات "لسان"، میں احمد بن عبید اللہ بن الحسن کے اور احمد بن علی بن حسنویہ کے تراجم میں بھی لکھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسی طرح ان کی رسائی امام ترمذی تک بھی نہیں ہو سکی۔

لیکن شیخ احمد شاکر رح نے اس جواب سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

انا اظن ان هذا تحامل شديد من الحافظ ابن حجر على ابن حزم ولعله لم يعرف الترمذي ولا كتابه بل لعل الحافظ الذهبي اخطا نظره حين نقل ما نقل من كتاب الايصال وما اظن ابن حجر رأى كتاب الايصال ولم ينقل منه وانما رجح انما نقل من الذهبي - والله اعلم [2]

اور اس پر مزید فرماتے ہیں، کہ دیکھو حافظ ابن حزم رح نے المحلی ص $\frac{۲۹۵}{۲۹۶}$ ج ۹ میں امام ترمذی رح کے واسطہ سے ایک روایت بیان کی ہے، اور اسے احمد بن عبد اللہ بن الحسنویہ اور "اسماعیل الصفار" کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

" ولم يذكر مطعنا في الترمذي -"

لیکن یہ جواب بھی محل نظر ہے، کیونکہ حافظ ابن حزم رح کا یہاں امام ترمذی رح پر جرح نہ کرنا ان کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا، محلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک راوی کے متعلق ایک جگہ جرح کرتے ہیں تو دوسرے مقام پر خاموش رہتے ہیں، اور بسا اوقات ایک ضعیف راوی سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس پر سکوت

---

[1] لسان المیزان ص ۲۳۱ ج ۱ [2] مقدمہ ترمذی ص ۸۶۔

Marfat.com

اختیار کر جاتے ہیں، ہمارے پیش نظر اس وقت محلی جزء ہے۔ جس میں حضرت عمر کا یہ اثر نقل کیا ہے "کان یضرب الناس علی الصلوۃ بعد الاقامۃ جو جابر عن الحسن بن مسافر کے واسطہ سے مروی ہے، شیخ شاکر رح کی تصریح کے مطابق جابر سے مراد "الجعفی" ہے، اور "الحسن" کے متعلق فرماتے ہیں :-

"لا اجد له ترجمه او ذکرا فی شئ من الکتب انتهی"

لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حزم رح نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، بایں وجہ اگر مذکورہ بالا حدیث میں امام ترمذی رح پر جرح منقول نہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ابن حزم کے نزدیک ثقہ ہیں، البتہ حافظ ابن حجر رح کا یہ کہنا :-

"ولا یقولن قائل لعله ما عرف الترمذی ولا اطلع علی حفظه ولا علی تصانیفه -" درست نہیں کیونکہ عین ممکن ہے، کہ جامع ترمذی ان کو میسر نہ ہوئی ہو، شیخ شاکر رح لکھتے ہیں :-

"هذا تحامل شدید من الحافظ ابن حجر علی ابن حزم ولعله لم یعرف الترمذی ولا کتابه الخ"

تیسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے، کہ حافظ ابن حزم کی کتاب الایصال ان کی اول تصانیف میں سے ہے، اس کے بعد انہیں امام ترمذی رح کی جلالت شان کا علم ہو گیا تھا یہی وجہ ہے کہ المحلی میں امام ترمذی رح پر جرح نہیں کی اس پر قرینہ یہ ہے کہ حافظ ابو الولید ابن الفرضی عبداللہ بن محمد بن یوسف القرطبی المتوفی سنہ ۴۰۳ھ کی کتاب "المؤتلف والمختلف" میں امام ترمذی رح کا بسوط ترجمہ منقول ہے، اور یہ ناممکن ہے، کہ حافظ ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ کو جو کہ "القرطبی" ہیں، وہ کتاب میسر نہ ہو سکی ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح لکھتے ہیں :-

"والعجب ان الحافظ ابن الفرضی ذکره فی المؤتلف والمختلف ونبه علی قدره فکیف فات ابن حزم الوقوف علیه فیه -

واللہ اعلم"

الغرض امام ترمذی رح کو حافظ ابن حزم رح کا مجہول کہنا قطعاً معتبر نہیں، کیونکہ ان کی جلالت امامت و دیانت پر محدثین کا اتفاق ہے -

Marfat.com

شرائط ترمذی :- آپ کی جامع کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ نے اس سلسلہ میں چار شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

(۱) وہ روایات لائیں گے جو صحیح ہوں گی نیز صحیح بخاری وصحیح مسلم کے جو موافق اور ان کی شرائط کے مطابق ہوں گی، اور وہ روایات جو صحیحین میں پائی جاتی ہیں، ان کا استخراج بھی انہوں نے کیا ہے۔

(۲) جو امام ابوداؤد اور نسائیؒ کی شروط کے موافق ہوں وہ اپنی سنن میں درج کریں گے، وہ یہ کہ امام ابوداؤد اور امام نسائیؒ ہر اس راوی سے روایت لیں گے جس کے ترک پر اجماع نہ ہو۔

(۳) بسا اوقات ضعیف روایت کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور وہ ضعیف حسن لغیرہ کے قبیل سے ہوتی ہے، کیونکہ اس کے ساتھ سلف کی ایک جماعت کے مسلک کی مطابقت ہوتی ہے۔

(۴) امام ترمذیؒ طبقہ اولیٰ کے رواۃ کا بھی لحاظ رکھتے ہیں، طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے اکثر اور ثالثہ اور رابعہ سے نسبتاً کم اور خامسہ سے استشہاد آیا گاہے گاہے اعتبار کے طور پر روایت لیتے ہیں[۲]۔

(امام ترمذیؒ) اور "حدیث حسن" کی تعریف دیگر محدثین سے الگ کی ہے۔
جو ان کی اپنی خاص اصطلاح ہے۔
چنانچہ امام صاحب العلل میں فرماتے ہیں :-

"..... یروی ولا یکون فی اسنادہ من یتہم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذاً ویروی من غیر وجہ نحو ذالک۔

یہ تعریف دراصل "حسن لغیرہ" کی ہے، کیونکہ حسن لذاتہ کا درجہ متہم بالکذب راویوں سے کہیں اوپر ہوتا ہے، بلکہ ان کا ضابط ہونا شرط ہے[۳]۔ مقدمہ ابن الصلاح۔ پر دروس میں یہ بحث تفصیل سے گزر چکی ہے اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے، کہ امام ترمذیؒ نے مندرجہ ذیل اقسام کو حسن کہا ہے، بشرطیکہ وہ شاذ یا متہم بالکذب راوی سے مروی نہ ہو۔

---

[۱] تہذیب ۲ [۲] تدریب الراوی ص [۳] تدریب

Marfat.com

(۱) جس راوی میں ضعف بوجہ سوء حفظ ہو۔

(۲) وہ حدیث جو مستور راوی سے مذکور ہو،

(۳) جو راوی خطاء اور غلط کے ساتھ متصف ہو۔

(۴) وہ حدیث جو مدلس سے بصورت عنعنہ مذکور ہو۔

(۵) وہ حدیث جو مختلط راوی سے مروی ہو اور وہ بعد از اختلاط بیان کی گئی ہو۔

(۶) وہ حدیث جس میں انقطاع ہو۔

حافظ ابن حجرؒ نے النکت میں اس قسم کی متعدد امثلہ ذکر کی ہیں۔ جن سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔

امام ترمذیؒ کی یہ عادت ہے کہ آپ "جامع" میں اوصاف حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ہذا حدیث حسن صحیح"، اور کبھی حسن، صحیح، غریب، ظاہر ہے کہ صحیح اور حسن کے جمع ہونے میں کوئی تردد نہیں، اس لئے کہ حدیث کا حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہونا عین ممکن ہے، اسی طرح غریب اور صحیح کا جمع ہونا بھی ممکن ہے، کیونکہ غریب ہونا صحت کے منافی نہیں ہے، البتہ "حسن اور غریب" کے جمع ہونے میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک حسن کی تعریف میں تعدد طرق معتبر ہے، اور حدیث غریب میں راوی کا تنہا ہونا شرط ہے، اس لئے یہ دو وصف متضاد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے۔

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ کہ امام ترمذیؒ کے نزدیک حدیث حسن میں مطلقاً تعدد طرق شرط نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اعتبار حدیث حسن کی ایک قسم ہے۔ اور وہ جہاں "ہذا حدیث حسن غریب" کہتے ہیں وہی قسم مراد ہوتی ہے۔ جس میں تعدد طرق کا اعتبار نہیں، اور وہ غریب ہو سکتی ہے بعض نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حسن غریب کہہ کر امام ترمذی دراصل روایت کی اختلافی حیثیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں، اور بعض نے کہا ہے کہ اصل عبارت میں "واو" بمعنی "او" ہوتا ہے۔ اور اصل عبارت حسن، غریب ہوتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں، کہ ترمذی کے "ہذا حدیث حسن، صحیح"، کہنے میں اشکال ہے، کیونکہ حسن صحیح سے قاصر ہے، لہذا ان دونوں کا جمع ہونا محال ہے، چنانچہ وہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۱۔

Marfat.com

"ان کا یہ قول اسناد کی طرف راجع ہے، یعنی یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے، ایک سند حسن ہے، اور دوسری صحیح ہے۔

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں :-

کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حسن سے مراد حسن کا اعلیٰ درجہ ہو اور صحیح سے مراد صحیح کا ابتدائی درجہ ہو۔"

حافظ ابن حجر نے النکت اور حافظ سیوطیؒ نے التدریب میں اس اشکال کے متعدد جواب دئیے ہیں۔ حافظ ابن دقیق العید الاقتراح فی اصول الحدیث میں لکھتے ہیں :-

وجود الادنی کالصدق وعدم التھمہ لاینافی وجود الاعلیٰ کالحفظ مع الصدق فصح وصفہ بالحسن بالنظر الی الادنی وبالصحیح بالنظر الی الاعلیٰ الخ معارف السنن ص۲۴ ج ۱

اس کے ہم معنی کلام علامہ سیوطیؒ نے التدریب میں نقل کیا ہے، بسا اوقات امام ترمذی اسناد کی ظاہری حالت کی بنا پر "حسن صحیح" کا حکم لگا دیتے ہیں، مثلاً سنن اربعہ میں حضرت انسؓ سے بواسطہ ہمام بن یحییٰ عن ابن جریج عن الزھری عن انسؓ روایت ہے "اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ" امام ابوداؤد نے اسے منکر کہا ہے اور لکھا ہے کہ معروف روایت بواسطہ زیاد بن سعد عن الزہری یہ ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتما من ورق ثم القاہ وقال الوھم من ھمام (عون ص۴ ج ۱

اور امام نسائیؒ نے بھی اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ عراقی لکھتے ہیں :-

واما قول الترمذی بعد تخریجہ لہ ھذا حدیث حسن صحیح غریب فانہ اجری حکمہ علی ظاھر الاسناد وقول ابی داؤد والنسائی اولی بالصواب (التقیید والایضاح علی ابن الصلاح للعراقی)

الغرض ترمذی کی حسن غریب کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی النکت (ص۱۲۱) میں ابن دقیق العید کی تطبیق کے متعلق فرماتے ہیں :-

وفی الجملۃ اقوی الاجوبۃ ما اجاب بہ ابن دقیق العید۔

واللہ اعلم

Marfat.com

حافظ ابن حجرؒ نے یہاں ایک اور صورت بھی پیش کی ہے۔
"کہ حسن صحیح کا یہ جملہ بمنزلہ تاکید کے ہے، جیسے صحیح ثابتٌ یا جیدٌ قوی کہا جاتا ہے"
پھر لکھا ہے کہ امام دارقطنی اور دیگر محدثین سے بھی اس کی صراحت موجود ہے، کہ وہ کبھی کبھار حدیث کے متعلق ہذا حدیث صحیح "ثابت" فرماتے ہیں، جو بمنزلہ تاکید ہوتا ہے۔ اس طرح امام ترمذیؒ کا قول حسنٌ صحیحٌ بھی تاکید پر محمول ہوگا، اور ساتھ ہی اس اعتراض کا جواب دیا ہے، کہ اصل تأسیس ہوتی ہے، تاکید نہیں فرماتے ہیں:۔

"وقد یندفع المقلاح بوجود القرینة الدالة علی ذالك الخ۔

یعنی تاکید کسی قرینہ پر مبنی ہوتی ہے، الغرض متاخرین نے اس اشکال کے دس سے زائد جواب دئے ہیں جو التدریب الراوی للسیوطی، النکت لابن حجر عسقلانی والعراقی میں مفصلاً موجود ہیں" واللہ الموفق علی حقیقة الحال"۔

علوِ اسناد اور امام ترمذی:۔

جامع ترمذی سے جو امام ترمذیؒ کو شرف حاصل ہے، وہ سابقہ صفحات میں آپ معلوم کرچکے ہیں، علاوہ ازیں امام ترمذیؒ کو ایک یہ بھی شرف حاصل ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، جو کہ امام ترمذی رح کی اعلیٰ اسانید سے ہے، اصحاب صحاح الستہ میں سے امام بخاریؒ، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے علاوہ صرف امام ترمذیؒ کو یہ شرف حاصل ہے، صحیح بخاری میں ۲۲ احادیث اور ابن ماجہ میں پانچ اور ابوداؤد احادیث ثلاثیات مروی ہیں۔ وہ روایت جو امام ترمذیؒ سے تین واسطوں کے ساتھ مروی ہے درج ذیل ہے۔

حدثنا اسمعیل بن موسی الفزاری ابن ابنة السدی الکوفی نا عمرو بن شاکر عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر انتہی[1]

یاد رہے کہ علامہ علی القاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس روایت میں امام ترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو واسطے ہیں،

---

[1] ترمذی کتاب الفتن صفحہ ۵ ج ۲ +

Marfat.com

جو موصوف کی جلالت شان سے بعید تر ہے۔

تسہیل ترمذی :- امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ حدیث کے علوم میں عظیم وجلیل امام ہونے کے باوجود بسا اوقات احادیث کی تصحیح وتحسین میں تساہل سے کام لیتے ہیں، مثلاً امام صاحبؒ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی کی حدیث "الصلح جائز بین المسلمین" کو صحیح کہا ہے، حالانکہ کثیر بن عبداللہ کے متعلق امام شافعیؒ اور امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔ "رکن من ارکان الکذب" امام دارقطنی اور امام احمد نے متروک کہا ہے، امام نسائیؒ فرماتے ہیں "لیس بثقة" علامہ ذہبی المیزان میں کثیر کا ترجمہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"واما الترمذی فروی من حدیثه الصلح جائز بین المسلمین وصححه، فلهذا لا یعتمد العلماء علی تصحیح الترمذی"

اسی طرح یحییٰ بن یمان کے ترجمہ میں موصوف حدیث ابن عباس ذکر کرنے کے بعد جس کے الفاظ یہ ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبرا لیلا فاسرج له سراج" ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"حسنه الترمذی مع ضعف ثلاثة فیه فلا یعتبر بتحسین الترمذی انتہیٰ۔"

بعینہ جب امام ترمذیؒ نے حضرت ابو سعید کی حدیث جو بواسطہ محمد بن الحسن بن یزید بایں الفاظ مروی ہے۔ یقول الرب تبارك وتعالیٰ من شغله القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین" ——— کو حسن کہا ہے، تو امام ذہبی محمد مذکور کے ترجمہ میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا۔

لیکن یاد رہے کہ امام ترمذی کی تصحیح یا تحسین پر اعتماد اسی وقت نہیں ہو سکتا، جب وہ اپنے اس قول میں منفرد ہوں، اور اگر کوئی اور محدث بھی ان کی موافقت کرے تو ان کی تصحیح وتحسین قابل اعتماد اور معتبر ہوگی۔ (مقدمہ تحفہ)۔

شروح ترمذی :- شروح کے اعتبار سے الصحاح الستہ میں الجامع الصحیح للبخاری کے بعد جامع ترمذی کا درجہ ہے، جس کی تقریباً مختلف

Marfat.com

اکیس شرحیں لکھی جا چکی ہیں، جو ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عارضۃ الاحوذی :- حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشبیلی المعروف بابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۶ھ کی ہے۔

(۲) المنقح الشذی :- حافظ ابوالفتح محمد بن محمد المعروف بابن سید الناس الشافعی المتوفی ۷۳۴ھ موصوف اپنے وقت کے ائمہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، کشف میں ہے :-

بلغ فیہ الی دون ثلثی الجامع فی نحو عشر مجلدات ولم یتم ولو اقتصر علی فن الحدیث لکان تماً واتم کما لہ الحافظ زین الدین العراقی - (انتھی)

لیکن حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں، کہ حافظ عراقی بھی اس کی تکمیل نہیں کرسکے (مقدمۂ تحفہ)

(۳) شرح الجامع :- جو حافظ زین الدین العراقی کی ہے، جو مکمل نہیں ہو سکی۔

(۴) شرح الزوائد :- یہ حافظ عمر بن علی بن احمد المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔ محدث مبارک پوریؒ فرماتے ہیں :-

وھو شرح زوائد علی الصحیحین وابی داؤد۔"

موصوف حافظ عراقی کے معاصرین میں سے ہیں، جنہوں نے بکثرت شروح اور علوم حدیث میں کتابیں لکھی ہیں۔

(۵) اللب اللباب فیما یقول الترمذی وفی الباب :- جو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف لطیف ہے، اور وہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں ہے۔

(۶) فائدہ :- ہمارے ایک معاصر محترم مولانا فیض الرحمٰن ثوری مدظلہ العالی نے بھی وفی الباب کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

(۷) قوت المغتذی :- یہ شرح حافظ جلال الدین السیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ کی ہے، جو فن حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

(۸) نفع قوت المغتذی :- یہ علامہ سید علی بن سلیمان المالکی الشاذلی متوفی ۱۲۹۸ھ کی تالیف ہے۔

(۹) ایک شرح حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ کی ہے

Marfat.com

جو آٹھویں صدی کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہوتے ہیں، "الدرالکامنہ"

(۱۰) ایک شرح حافظ ابن حجر رح کی ہے، جس کا ذکر انہوں نے فتح الباری میں حضرت حذیفہ کی اس حدیث کے تحت کیا ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباطۃ قوم الحدیث چنانچہ فرماتے ہیں :۔

لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النھی عنہ ای عن البول قائماً شئ کما بینتہ فی اوائل شرح الترمذی انتھی "

(۱۱) علامہ ابوالطیب سندھی المتوفی ۱۱۰۹ھ نے بھی ایک شرح لکھی ہے :۔

(۱۲) ایک شرح علامہ سراج الدین احمدی سرہندی کی ہے جو فارسی میں مطبوع ہے

(۱۳) مختصر الجامع :۔ لنجم الدین محمد بن عقیل الباسی الشافعی المتوفی ۷۲۹ھ۔

(۱۴) شیخ ابوالحسن بن عبدالہادی السندی المدنی المتوفی ۱۱۳۹ھ نے شرح لکھی ہے جو تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے، جسے مؤلف رح نے حرم میں بیٹھ کر تالیف کیا تھا اور وہ مطبوع ہے۔

(۱۵) جائزۃ الشعوذی :۔ یہ علامہ بدیع الزمان المتوفی ۱۳۱۰ھ کی تالیف ہے، جو اردو ترجمہ پر مشتمل ہے۔

(۱۶) المختصر الجامع :۔ جو علامہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی الطوفی المتوفی ۷۱۰ھ کی تالیف ہے۔

(۱۷) ھدیۃ الالموذعی بنکات الترمذی :۔ یہ تصنیف لطیف علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق محدث ڈیانوی عظیم آبادی صاحب غایۃ المقصود شرح ابی داؤد عون المعبود شرح ابی داؤد کی ہے۔

(۱۸) تحفۃ الاحوذی، یہ عظیم شرح علامہ محمد عبدالرحمن المتوفی ۱۳۵۳ھ محدث مبارک پوری ہندی نوراللہ مرقدہٗ کی ہے جو چار جلدوں میں مطبوع ہے۔

(۱۹) التعلیقات علی الترمذی، الشیخ احمد بن شاکر کی تصنیف لطیف ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "جامع ترمذی" کے متن کی تصحیح کا التزام کیا گیا ہے، لیکن افسوس کہ مکمل نہ ہوسکی، اگر مکمل ہوجاتی تو جامع ترمذی کا ایک صحیح ترین متن امت کے لئے باعث افتخار ہوتا۔ اس کی تکمیل اگرچہ ہوچکی ہے لیکن تصحیح متن کا وہ التزام

Marfat.com

جو شیخ شاکرؒ کے مرہون منت نہ تھا وہ نہیں ہے۔

(۲۰) ایک شرح علامہ محمد طاہر فتنی المتوفی ۹۸۶ھ صاحب "مجمع البحار" کا ہے۔

(۲۱) معارف السنن کے نام سے علامہ محمد یوسف صاحب بنوری مقیم کراچی ترمذی کی شرح لکھ رہے ہیں، اور اس کے پانچ اجزاء طبع ہو چکے ہیں۔ ابھی مکمل نہیں ہو سکی (تنبیہ) شیخ احمد شاکرؒ کی تعلیقات ترمذی کے عدم اکمال کا ہم نے پہلے تاسف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، وکتاب الصلوٰۃ تک ہے۔ باقی ماندہ پر شیخ محمد فواد........

(۲۲) عبد الباقی نے کام شروع کیا، جس میں انہوں نے زیادہ تر تخریج احادیث پر اکتفا کیا ہے جو غالباً صحاح ستہ کی کتابوں پر ہی موقوف ہے۔ آپ نے یہ کام "کتاب الاحکام" تک سرانجام دیا ہے۔

(۲۳) اس کے بعد بقیہ کام شیخ ابراہیم عطوہ نے جو جامعہ ازھر کے استاد ہیں نے کیا جو نہایت لطیف تعلیقات پر مبنی ہے۔ اس طریق پر کام ہونے کے بعد جامع ترمذی مصر سے پانچ جلدوں میں مختلف اصحاب تعلیقات کی زیر نگرانی طبع ہوئی شیخ احمد شاکرؒ نے دو جلدوں میں احادیث کی تعداد ۶۱۶ ذکر کی ہے، بعدہ شیخ محمد فواد نے مجموعی اعتبار سے ۱۳۸۵ احادیث کا استیعاب کیا اور بقیہ کام جو شیخ ابراہیم عطوہ نے کیا، اس کے تحت جامع ترمذی کی جملہ احادیث ۳۹۵۶ بتائی گئی، نیز یاد رہے یہ جملہ نسخے معرب ہیں۔

(۲۴) علامہ محمد انور کاشمیریؒ کی امالی کی طرح مولانا رشید احمد گنگوہی کی بھی تقریر مطبوع ہے، جو الکوکب الدری فی شرح الترمذی کے نام سے مشہور ہے جس میں صرف اختلافی مسائل پر بحث ہے، اور بعض مباحث تفصیل سے آگئے ہیں۔

(۲۵) مولانا اصغر حسین صاحب پرنسپل مدرسہ دار الھدیٰ پٹنہ نے حنفی نقطہ نظر سے طلبہ کے استفادہ کے لئے نزول الثوی کے نام پر ترمذی کی احادیث کے متعلق مختلف قسم کے سوالات اور ان کے جوابات لکھے ہیں، جس کا ایک حصہ مطبوع ہے[1]

---

[1] تذکرۃ المحدثین ص ۲۳۹۔

Marfat.com

خصوصیات ترمذی :- امام ترمذیؒ کی اس تصنیف کا مقام گو صحیح بخاری و مسلم کے بعد ہے، تاہم اس میں بعض ایسے فوائد ہیں، جو ان دو کتابوں میں کیا جملہ کتب حدیث سے یکسر مفقود ہیں۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ لکھتے ہیں :-

ناهيك بجامعه الصحيح الجامع للفوائد الحديثة والفقهية والمذاهب السلفية والخليفة فهو كاف للمجتهدين مغن المقلدين (انتهى)

جامع ترمذی کی خصوصیت کے تحت چند اقوال ہم پہلے نقل کر آئے ہیں، محدث مبارک پوریؒ نور اللہ مرقدہٗ نے مقدمہ تحفہ ص۱۷۵ میں اس پر تفصیلاً گفتگو فرمائی ہے۔ جامع ترمذی کو اگر بغور پڑھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے، کہ یہ کتاب چودہ (۱۴) علوم پر حاوی ہے۔ جو درج ذیل ہیں :-

(۱) بیان سند (۲) تصحیح حدیث (۳) سقم روایت کا بیان۔ (۴) جرح رواۃ (۵) تعدیل رواۃ (۶) مبہم راویوں کے نام کی تصریح (۷) راویوں کی کنیت اور اسماء کا ذکر (۸) بیان وصل (۹) بیان قطع (۱۰) بیان ارسال (۱۱) اظہار معمول بہ۔ (۱۲) متروک کا ایضاح (۱۳) تاویل حدیث میں اختلاف اقوال (۱۴) رد و قبول آثار کے بارے میں اختلاف علماء (۱۵) گاہے بگاہے فقہی مسئلہ پر خود گفتگو بھی کرتے ہیں، مثلاً سورہ بقرہ کی تفسیر میں اذا طلقتم النساء الآیۃ فرماتے ہیں :-

وفي هذا الحديث دلالة على انه لا يجوز النكاح بغير ولي لان اخت معقل ابن يسار كانت ثيبا فلولا كان الامر اليها دون وليها لزوجت نفسها ولم تحتج الى وليها معقل بن يسار (انتهى ۱۲)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ چونکہ ثیبہ کا نکاح بغیر ولی کے جائز سمجھتے ہیں تو امام صاحبؒ یہاں اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں۔

(۱۶) کبھی امام صاحب راوی کے بارے میں عدم علم کا اظہار فرماتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ یہ واقعتہً ایسے ہی ہو تتبع سے اس کی صراحت مل جاتی ہے۔ مثلاً سورہ نساء کی تفسیر کے ابتداء میں فرماتے ہیں :-

Marfat.com

"وابو امامۃ الانصاری ھو ابن ثعلبہ ولا نعرف اسمہ"

حالانکہ کتب رجال سے ابوامامۃ کے نام کی صراحت ملتی ہے۔ چنانچہ علامہ الدولابی نے کتاب الکنیٰ ص۱۲ میں ان کے نام کی صراحت "ایاس" سے کی ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں قیل کے ساتھ عبداللہ بن ثعلبۃ اور ثعلبۃ بن عبداللہ بھی ذکر کیا ہے۔

(۱۷) حدیث کے ذکر کرنے کے بعد اکثر وفی الباب حدیث فلاں وفلاں ذکر کرتے ہیں۔ جس میں اس حدیث کے تعدد طرق کی طرف اشارہ ہوتا ہے، لیکن اس کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ دیگر طرق سے جو روایات مروی ہیں وہ بھی انہی الفاظ سے ہوں، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

"فانہ لا یرید ذالک الحدیث المعین بل یرید احادیث اخر یصح ان تکتب فی الباب (التدریب)

امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ:۔ امام ترمذیؒ نے اپنے شیخ امام بخاریؒ سے متعدد روایتیں لی ہیں۔ اس کے علاوہ اصولی اور فقہی استفادہ بھی کیا ہے، ذیل میں ہم ان مواضع کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے استفادہ کیا ہے، چنانچہ ہماری تتبع کے مطابق (۱۱۳) مقامات ایسے ہیں جن میں آپ نے اپنے شیخ امام بخاریؒ سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب الطہارت میں ۱۳ مقامات پر، کتاب الصلوٰۃ میں ۲۱، کتاب الزکوٰۃ میں ۴، کتاب الصوم میں چھ، کتاب الحج میں پانچ، کتاب الجنائز میں سات، کتاب النکاح میں سات، کتاب البیوع میں تین، کتاب الاحکام میں دو، کتاب الحدود میں چار، ابواب العید میں ایک، ابواب النذور والایمان میں تین، ابواب فضائل الجہاد میں چھ، کتاب اللباس میں پانچ، ابواب الاطعمہ میں دو، ابواب الاشربہ میں ایک، ابواب البر والصلۃ میں ایک، ابواب الفتن میں ایک، ابواب صفۃ الجنۃ میں تین، ابواب صفۃ الجنۃ میں ایک، ابواب الاستیذان میں پانچ، ابواب فضائل القرآن میں تین، ابواب التفسیر میں پانچ، باب ماجاء فی الدعوات میں تین، ابواب المناقب میں دو۔ ان مواضع میں استفادہ کے باوجود بعض مواقع پر امام صاحب نے امام بخاری سے اختلاف بھی کیا ہے، ذیل میں ان مواضع کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

Marfat.com

(۱) باب الاستنجاء بالحجرین" عن ابن مسعود رضؓ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحاجۃ فقال التمس لی ثلاثۃ احجار" اس کے تحت امام ترمذی رحؒ اس حدیث کے مختلف طرق بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحؒ سے نقل فرماتے ہیں :- وسألت محمدا عن هذا فلم یقض فیه بشی کانه رای حدیث اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیه عن عبد اللہ اشبه ووضعه فی کتابه الجامع اصح شی فی هذا الباب حدیث اسرائیل - انتهی :- اس کے بعد اسرائیل کی حدیث میں وجہ ترجیح ذکر کر کے زہیر کے طریق کو ضعیف قرار دیا ہے، جسے امام بخاری نے اپنی "الصحیح" میں ذکر کیا ہے، لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو زہیر کی حدیث کو ہی ترجیح دی جائے گی، امام ترمذیؒ نے اسرائیل کی روایت میں جو وجہ ترجیح ذکر کی ہے، وہ اس میں بھی موجود ہے، ہم اس بحث کا ملخص ذکر کرتے ہیں۔

(۱) یہ کہنا کہ اسرائیل احفظ ہے تو امام ابو داؤد فرماتے ہیں :- زھیر فوق اسرائیل بکثیر-

(۲) اگر اسرائیل کی متابعت ثابت ہے تو زہیر کی متابعت بھی شریک القاضی ابراہیم بن یوسف، ذکریا بن حماد، اور ابو مریم سے ثابت ہے۔

(۳) رہا یہ کہنا کہ زہیر نے بعد از اختلاط سنا ہے، تو امام احمد کی تصریح کے مطابق اسرائیل نے بھی اسحق سے آخر میں سنا ہے فما الفرق بینهما، ابن معین فرماتے ہیں :-

زکریا و زهیر واسرائیل حدیثهم فی ابی اسحق قریب من سواء - میزان ص۹۰ ج ۱

نیز اسرائیل کی روایت جو ابو عبید عن ابن مسعودؓ ہے، اس میں خود امام ترمذیؒ کے نزدیک ابو عبیدؒ کا سماع ابن مسعود رضؓ سے ثابت نہیں ہے۔ اس کے برعکس دوسری روایت متصل ہے، ابو اسحٰق کی تدلیس کا شبہ ابراہیم کی متابعت سے ہو جاتا ہے۔ جس میں سماع کی تصریح ہے، اخرجه البخاری۔ ہم صحیح بخاری کے فوائد میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

(۲) "باب ما ذکر فی الشرب بنفس" کے تحت حدیث ابن عباسؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

Marfat.com

"لا نعرفه الا من حدیث رشدین بن کریب قال وسألت عبد اللہ ابن عبد الرحمن عن رشدین بن کریب قلت ھو اقوی ام محمد بن کریب قال ما اقربھما ورشدین بن کریب ارجحھما عندی وسألت محمد بن اسمٰعیل عن ھذا فقال محمد بن کریب ارجح من رشدین بن کریب والقول عندی ما قال ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن

لیکن یاد رہے کہ امام بخاری رح محمد بن کریب کو راجح کہتے ہیں، اور وہ اس میں منفرد نہیں بلکہ امام ابو حاتم نے اُن کی متابعت کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :-

" یکتب حدیثہ وھو احب الی من اخیہ رشدین "

امام ترمذیؒ نے سورہ "الطور" کی تفسیر میں رشدین کے طریق سے ذکر کرتے ہوئے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے، تتبع سے ایسے دو ہی مقام نظر آئے ہیں، جہاں بالقصد آپ نے امام بخاریؒ کی مخالفت کی ہے، اب ہم اس سلسلہ میں مزید چند فوائد ذکر کرتے ہیں۔

(۱) امام بخاری سے امام ترمذیؒ نے صرف اسناد کے متعلق ہی استفسار نہیں کیا بلکہ کبھی اصولی مسئلہ بھی ذکر کرتے ہیں مثلاً باب ما جاء اذا ادیت الزکوٰۃ تحفہ ج ۲ ص ۴۳ میں حضرت انسؓ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

"سمعت محمد بن اسمعیل یقول قال بعض اھل العلم فقہ ھذا الحدیث ان القراءۃ علی العالم والعرض علیہ جائز مثل السماع۔" اور بسا اوقات فقہی مسئلہ بھی ذکر فرماتے ہیں۔

چنانچہ ص ۳۳۳ ج ۳ مع التحفہ میں حضرت ابو سعیدؓ کی روایت کے بعد فرماتے ہیں، اہل علم کا اختلاف ہے کہ جنت میں جماع ہوگا، لیکن اولاد نہ ہوگی۔

وقال محمد قال اسحٰق بن ابراھیم فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتھی المؤمن من الولد فی الجنۃ کان فی ساعۃ کما یشتھی وقد روی عن ابی رزین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل الجنۃ لا یکون لھم فیھا ولد انتھی ملخصًا

(۲) اور کبھی صرف امام بخاریؒ ہی سے جرح نقل کرنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ان کی تائید میں دیگر کبار محدثین سے بھی جرح نقل کرتے ہیں :-

Marfat.com

مثلاً صفحہ ۵۵ج۲ مع التحفہ میں حضرت انس کی معروف روایت جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

" عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ ۔ (الحدیث)

ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

" ذاکرت بہ محمد اسماعیل فلم یعرفہ واستغربہ قال محمد ولا اعرف للمطلب بن عبد اللہ بن خطب سماعا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قولہ حدثنی من شھد خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سمعت عبد اللہ بن عبد الرحمٰن یقول لا نعرف للمطلب سماعا من احد من اصحاب النبیؐ قال عبد اللہ وانکر علی ابن المدینی ان یکون المطلب سمع من انس انتھی بلفظہ

(۳) امام صاحب سے صرف جرح رواۃ پر کلام ذکر نہیں کرتے ، بلکہ نفس حدیث کے متعلق بھی کچھ دریافت کرتے ہیں ، مثلاً تحفہ صفحہ ۱۷۵ج۲ میں حضرت معاذ بن جبل کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

ھذا الحدیث حسن ، صحیح سألت محمد بن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال ھذا صحیح الخ ۔

(۴) کبھی ایک حدیث کو ضعیف کہتے ہیں ، لیکن امام بخاریؒ سے اس کے علاوہ مزید فائدہ کے لئے کلام نقل کرتے ہیں ، جس کا تعلق ماقبل سے ہوتا ہے ، مثلاً ایک جگہ پر فرماتے ہیں :۔

" ھذا حدیث غریب ولیس اسنادہ بصحیح وسمعت محمد بن اسماعیل یقول محمد بن السائب الکلبی یکنی ابا النضر ولا نعرف لسالم ابی النضر المدینی روایۃ عن ابی صالح مولی ام ھانی ۔"

(۵) بعض مواضع ایسے بھی ملتے ہیں ، جن میں امام ترمذی اور دیگر اصحاب کتب کے امام بخاریؒ کے کلام نقل کرنے میں تعارض ہوتا ہے ، مثلاً امام صاحبؒ باب ماجاء من زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم " کے تحت حضرت رافع بن خدیج کی روایت نقل کرکے فرماتے ہیں :۔

سألت محمد بن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال ھو حدیث

Marfat.com

حسن" (مع التحفہ ص۲۹۱ ج ۲)

یہ روایت سنن نسائی کے علاوہ کتب خمسہ میں موجود ہے، امام ابوداؤد نے بھی یہ حدیث مذکورہ بالا عنوان کے تحت ہی ذکر کی ہے، علامہ خطابی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

ضعفہ البخاری ایضا وقال تفرد بذالک شریک عن ابی اسحٰق وشریک یہم کثیرًا واحیانا" معالم السنن ص۹۶ ج ۳ -

معلوم نہیں علامہ خطابیؒ نے امام بخاری کی یہ کلام کہاں سے اخذ کی ہے، تاہم حدیث کی اسناد پر غور کیا جائے تو یہ روایت حسن کے درجہ تک نہیں پہنچتی، کیونکہ شریک بن عبداللہ اس روایت میں منفرد ہے، اور اگر اس کا تفرد دوسری سند سے مرتفع ہو جاتا ہے جیسے امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ ہی سے نقل کیا ہے، لیکن اس کے باوجود عطاء کا سماع رافع بن خدیج سے ثابت نہیں، نیز اس میں عقبہ اس میں ضعیف ہے۔ الغرض روایت کے جملہ طرق ضعیف ہونے کے ساتھ منقطع بھی ہے۔ بایں وجہ امام بیہقی اور موسیٰ بن ہارون نے اسے ضعیف کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۶) بسا اوقات امام ترمذیؒ، امام بخاریؒ سے کسی راوی کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو اگر امام بخاریؒ عدم علم کا اظہار فرما دیں تو امام ترمذیؒ کبار محدثین میں سے کسی ایک کی تصریح پیش کرتے اور تائید کے متمنی ہوتے ہیں مثلاً باب ماجاء عن المستحاضۃ تتوضأ لکل صلوٰۃ -" کے تحت عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ طریق سے روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

وسألت محمدًا عن ھذا فقلت عدی بن ثابت عن ابیہ عن جد عدی ما اسمہ فلم یعرف محمد اسمہ وذکرت لمحمد قول یحیٰی بن معین اسمہ دینار فلم یعبا بہ ۱۲ مع التحفہ ص۱۱۹ ج ۱

یاد رہے کہ ترمذی مع التحفہ ص۶ ج ۴ میں عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ طریق سے ایک اور روایت مذکور ہے لیکن وہاں فلم یعبأ بہ کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

تنبیہ :- امام ترمذی اور امام بخاری کی آرا میں اختلاف کے مواضع ہم قبل ازیں اجاگر کر چکے ہیں، لیکن ہمارے بعض معاصرین نے ان مواضع کے علاوہ ایک اور جگہ کی بھی نشاندہی کی ہے، جو دراصل غلط فہمی پر مبنی ہے، چنانچہ باب ما یقول اذا

Marfat.com

دخل المغاربہ" کے تحت جو اضطراب امام صاحبؒ نے ذکر کیا ہے، اس کے متعلق لکھتے ہیں :۔

ثم نقل الاحتمال عن شیخہ لم یتوجہ الیہ ولم یتمنع عن حکمہ بالاضطراب فی الاسناد انتہی (القول الحسن لابن التیموی ص۳۰)

حالانکہ امام ترمذیؒ کی عبارت سے قطعًا یہ مفہوم نہیں ہوتا، بلکہ انہوں نے اولاً وجہ اضطراب ذکر کی بعدہ اس کی توجیہہ میں، امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے، علامہ یوسف رح بنوری مذکورہ اضطراب کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں :۔

دفعہ الترمذی بقول شیخہ یحتمل ان یکون قتادۃ روی عنہما جمیعا وبہ صرح العینی فی العمدۃ الخ (معارف السنن ص۸۰)

لہذا فاضل موصوف کا امام ترمذی اور امام بخاری کے درمیان اختلاف ظاہر کرنا کسی قوی قرینہ سے ثابت نہیں ہوتا ۔ فتفکر۔

تنبیہ آخر :۔ امام ترمذی رح کتاب السفر میں امام بخاری رح سے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں :۔

"ما روی ابن ابی لیلی حدیثا اعجب الی من ھذا" مع التحفہ ص۳۸۶

اس حدیث کے الفاظ ہیں

عن ابن عمر قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظھر اربعا وبعدھا رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظھر رکعتین والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلاث رکعات وبعدھا رکعتین انتہی۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے یہاں اجود کہا ہے، لیکن یہ روایت صحیح بخاری کے معارض ہے، چنانچہ الصحیح میں باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوۃ وقبلہا کے تحت حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں لائے ہیں، دوسری کے الفاظ یہ ہیں :۔

صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی لم رکعتین و ابا بکر وعمر وعثمان کذالک انتہی ۔

لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن عمر کی اس روایت کو اجود کہنا کس معنی میں ہے ۔

علامہ عراقی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت مطلق نفل پڑھنے سے مانع

Marfat.com

نہیں ہے، رہے سنن رواتب تو الصحیح کی روایت اغلب حالات پر محمول ہوگی، اور ترمذی کی روایت بعض اوقات پر، یا یہ کہا جائے گا کہ بسا اوقات جب سفر میں آپ نے پڑاؤ ڈالا ہو تو آپ فارغ ہوں گے ۔ بایں وجہ آپ نے زائد سنتیں پڑھ لیں، لیکن ظاہر ہے کہ دوسرے احتمال میں نظر ہے، اور احتمال اول اگرچہ قوی معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں حدیثوں کے الفاظ اس کا انکار کرتے ہیں۔

البتہ یہ بات کہ اجود کے الفاظ یہاں اصح شئی کے قبیل سے ہیں جو اصول کے عین مطابق ہے، جس سے تعارض بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری اس تاویل پر درج ذیل امور شاہد ہیں۔

(۱) اس حدیث کو ذکر کرنے میں امام ترمذیؒ منفرد ہیں ۔ (۲) اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ ایک بواسطہ حجاج عن عطیہ عن ابن عمرؓ اور دوسری بواسطہ ابن ابی لیلیٰ عن عطیہ ونافع عن ابن عمر ہے۔ پہلی روایت میں حجاج بن ارطاط اور عطیہ بن سعد بن جنادۃ الکوفی ہیں، جو باوجود متکلم فیہ ہونے کے سیئ الحفظ اور مدلس ہیں، جس کی وجہ سے پہلی روایت سنداً ضعیف ہے، رہی دوسری تو وہ بھی ضعیف ہے، لیکن پہلی سے پھر بھی بہتر ہے، کیونکہ ابن ابی لیلیٰ اس میں بھی سیئ الحفظ اور متکلم فیہ ہے۔ پھر الصحیح کی روایت اس کے معارض ہے، جس کی بنا پر یہ روایت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور تعارض کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں روایتیں ہم مرتبہ ہوں" ولیس کذالک ھھنا واللہ اعلم

قول الترمذی اصح شئی" فی ھذا الباب۔ امام ترمذیؒ اور دیگر محدثین یہ الفاظ کبھی دو حدیثوں یا دو قولوں کے بعد بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس سے اصح کا معنی کبھی حقیقی مراد ہوتا ہے ۔ اور کبھی اس سے مراد ایک کی نفی اور دوسرے قول کی صحت کا بیان مقصود ہوتا ہے، اور کبھی دونوں حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں، لیکن ان میں سے ایک میں ضعف نسبتاً کم درجہ کا پایا جاتا ہے۔ اس نسبت کی بنا پر اسے دوسری سے اصح کہا جاتا ہے، امام ابوداؤدؒ سنن کی کتاب الطلاق میں رکانہ کی حدیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"قال ابو داؤد وھذا اصح من حدیث ابن جریج"

حافظ ابن القیمؒ تلخیص السنن میں اس مقام پر رقمطراز ہیں:۔

ان ابا داؤد ولم یحکم بصحتہ وانما قال بعد روایتہ ھذا اصح من حدیث ابن جریج انہ طلق امرأتہ ثلاثا وھذا لا

يدل على ان الحديث عنده صحيح فان حديث ابن جريج ضعيف وهذا ضعيف ايضا فهو اصح الضعيفين عنده وكثيرا ما يطلق اهل الحديث هذه العبارة على ارجح الحديثين الضعيفين وهو كثير من كلام المتقدمين ولو لم يكن اصطلاحا لهم لم تدل اللغة على اطلاق الصحة عليه فانك تقول لاحد المريضين هذا اصح من هذا ولا يدل انه صحيح مطلقا انتهى (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۷)

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ :-

کتب اسماء الرجال و تراجم ائمہ حفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین ائمہ حدیث "ترمذی" کے نام سے مشہور ہیں

(۱) "ابو عیسیٰ ترمذی صاحب الجامع" (۲) ابو الحسن احمد بن الحسن یہ الترمذی الکبیر کے نام سے مشہور ہیں، حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں :-

الترمذی الکبیر هو الحافظ العالم ابو الحسن احمد بن الحسن الترمذی سمع یعلی بن عبید وابا النضر حدث عنه البخاری وابو عیسی الترمذی وابن ماجه وغیرهم۔

موصوف سنہ ۲۴۰ھ کے بعد فوت ہوئے ہیں، جیسا کہ علامہ ذہبی نے تذکرہ میں کہا ہے

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن علی بن الحسن ابو عبد اللہ الزاہد الحافظ المؤذن المتوفی ۲۵۵ھ المشہور بالحکیم الترمذی نوادر الاصول ان کی مشہور تصنیف ہے، موصوف بہت بڑے صوفی اصحاب کشف میں شمار ہوتے ہیں۔ قاضی ابن العدیم صاحب تاریخ حلب نے کہا ہے۔ کہ لم یکن من اهل الحدیث ولا روایة له لسان ص ۳۰ ج ۵ حافظؒ فرماتے ہیں وحما انکروا علیه انه کان یفضل الولایة علی النبوة

تنبیہ :- ہمارے بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ نے کبھی کبھی امام مسلمؒ سے بھی اختلاف کیا ہے، مثلاً باب "ما یقال بعد الوضوء" میں حضرت عمرؓ کی یہ حدیث نقل کر کے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله" اور اس کے طرق کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں :-

"هذا الحدیث فی اسناده اضطراب ولا یصح عن النبی صلی الله علیه وسلم فی هذا الباب کثیر شیء"

حالانکہ حضرت عمرؓ کی یہ روایت صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۲۹

Marfat.com

امام ترمذی رح کے امام مسلم رح سے نفس اختلاف کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا، ممکن ہے انہوں نے اختلاف کیا ہو اور اختلاف کا ہر ایک کو حق پہنچتا ہے، اور پھر جب وہ امام بخاریؒ سے اختلاف کر سکتے ہیں تو امام مسلمؒ سے کیوں نہیں؟ لیکن ہمارے معاصر کی اپنے اس مدعیٰ پر یہ مثال پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ صحیح مسلم میں یہ روایت صرف ذکر شہادتین پر مشتمل ہے، صحیح مسلم ہی نہیں بلکہ جملہ طرق میں "واجعلنی من التوابین" الخ کے الفاظ مذکور نہیں، جیسا کہ الشیخ احمد شاکرؒ نے تعلیقات ترمذی میں تصریح کی ہے۔ البتہ مجمع الزوائد میں حضرت ثوبان سے مزید "واجعلنی الخ الفاظ مروی ہیں، لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے، الغرض امام ترمذیؒ حضرت عمر رض کی جس روایت پر اضطراب کا حکم لگا رہے ہیں، وہ مجمع الزوائد والی روایت ہے، جس میں واجعلنی الخ کے الفاظ ہیں نہ کہ وہ روایت جس میں صرف شہادتین کا ذکر ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں فرماتے ہیں :-

"لکن روایة مسلم سالمة من هذا الاعتراض"

لہذا اسے امام مسلمؒ سے اختلاف پر بطور مثال پیش کرنا درست نہیں۔ واللہ اعلم

"وندعوا الله تعالیٰ ان یحفظنا من العصبیة وحمیة الجاهلیة"۔

فائدہ :- ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ امام ترمذی رح امام بخاریؒ سے ایک کلام نقل کرتے ہیں لیکن دیگر اصحاب کتب امام بخاری سے اس کے خلاف ذکر کرتے ہیں، اس طرح امام ترمذی نے جو مذاہب بیان کئے ہیں، گو انہوں نے ان اقوال کی سند پیش کر دی ہے تاہم بعض مقامات پر علماء نے ان کی اس نقل سے اتفاق نہیں کیا، جس کی چند امثلہ ہم پیش کرتے ہیں :-

(۱) "باب زکوٰۃ العسل" میں حضرت ابن عمر رض کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں :-

"والعمل علی هذا عند اکثر اهل العلم وبه یقول احمد واسحاق وقال بعض اهل العلم لیس فی العسل شیئ"۔

یہاں شہد کی زکوٰۃ پر امام ترمذی نے اکثر اہل علم کا عمل نقل کیا ہے، حالانکہ ابن المنذر نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے، حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں ابن المنذر کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد علامہ عراقی سے نقل کرتے ہیں :-

"واشار شیخنا الی ان الذی نقله ابن المنذر اقوی"

Marfat.com

(۲) "باب ماجاء فی قیام شهر رمضان" میں قیام اللیل کا ذکر کرتے ہوئے امام ترمذی نے اہل مدینہ کا عمل اکیس[۲۱] رکعت بتایا ہے، حالانکہ اہل مدینہ کا عمل چھتیس[۳۶] رکعت پر تھا، اور امام مالکؒ جو امام دارالھجرۃ کے لقب سے ملقب ہیں، وہ گیارہ رکعت کے قائل تھے، جیساکہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں تصریح کی ہے۔

(۳) "باب ماجاء فی اعادتہما بعد طلوع الشمس" کے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث "من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس" ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ اسی حدیث پر سفیان ثوریؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ اور ابن مبارکؒ کا عمل ہے، مگر امام شافعیؒ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں، علامہ شوکانیؒ رقمطراز ہیں:۔

قال العراقیؒ والصحیح من مذہب الشافعیؒ انہما یفعلان بعد الصبح ویکونان اداء۔ الخ[لہ]

(۴) "باب رفع الیدین عند الرکوع" کے تحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ عدم رفع الیدین کے متعلق ہے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعینؒ وھو قول سفیانؒ واہل الکوفۃ "

غیر واحد سے تو یہی متبادر ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ کرامؓ اور تابعین کا یہی مسلک تھا، حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں، صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے تو صرف حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت اسودؒ، حضرت علقمہؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت نخعیؒ ہی کے نام ملتے ہیں، جن میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے اس کے خلاف بھی ثابت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اکثر صحابہ کا رفع الیدین پر ہی عمل تھا، امام بخاریؒ، جزء رفع الیدین میں فرماتے ہیں:۔

"قال الحسن وحمید بن ہلال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفعون ایدیہم لم یستثن احداً فھم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دون احد ولم یثبت عند اہل العلم

لہ نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۵۔

Marfat.com

عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم انہ لم یرفع
یدیہ ویروی ایضاً عن عدۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما وصفنا وکذلک روایتہ عن عدۃ من علماء اھل مکۃ واھل
الحجاز واھل العراق والشام والبصرۃ والیمن وعدۃ من
اھل خراسان الخ

امام بخاریؒ کا یہ قول اس پر صریح طور پر دال ہے کہ اکثر صحابہ و تابعین کا رفع الیدین پر ہی عمل تھا، اور امام مروزیؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے[1]۔

"اجمع علماء الامصار علی مشروعیۃ ذلک الا اھل الکوفہ"

یعنی اہل کوفہ کے علاوہ جملہ ممالک کے علماء کا اس کی مشروعیت پر اتفاق ہے تو ایسے محکم و صریح اقوال کے پیش نظر امام ترمذیؒ کا یہ فرمانا کہ عدم رفع الیدین پر اکثر صحابہ کا عمل تھا، درست معلوم نہیں ہوتا۔

الغرض اس قسم کی متعدد امثلہ ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ کے نقل مذاہب پر علماء نے بسا اوقات اتفاق نہیں کیا۔ اس قسم کی متعدد امثلہ ہمارے زیر نظر ہیں، لیکن بخوف طوالت ہم انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

---

[1] سنن ۱ ص ۲۱۹۔

Marfat.com

امام ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۹ھ ۲۷۳ھ

نام ونسب:- نام محمد ابو عبداللہ کنیت، ابن ماجہ لقب القزوینی نسبت ہے اور شجرہ نسب محمد بن یزید بن عبداللہ (بستان المحدثین مترجم ص۱۹۸) ماجہ کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے تو اسے دادا کا نام بتلایا ہے، اور بعض نے والدہ کا علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں:- "وھناک قول آخر وصححوہ وھوان ماجۃ اسم لابیہ واللہ اعلم" اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی بستان میں اس کی صحت کی طرف نسبت کی ہے۔ اور یہی قول حضرت النوابؒ نے اتحاف اور الحطہ میں نقل کیا ہے (ابن ماجہ اور علم حدیث) مگر شاہ صاحب موصوفؒ نے اسے عجالہ میں والد کا لقب قرار دیا ہے۔

"وماجہ پدر ابی عبداللہ نہ لقب جد او نہ نام مادر" عجالہ مع فوائد ص۲۳۔

اور مورخ خلیلی قزوینی فرماتے ہیں۔ ماجہ یزید کا عرف ہے، اور یہ فارسی نام ہے، کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ محمد بن یزید بن ماجہ لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے، التھذیب ص۵۳۲ ج۹ البدایہ ص۵۲ ج۱۱۔

مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماجہ آپ کے باپ ہی کا لقب ہے اور اس کو علامہ فیروز آبادی نے قاموس میں اور علامہ نودی رح نے شرح ابن ماجہ میں صحیح قرار دیا ہے (ابن ماجہ اور علم حدیث ص۲)۔

وطن:- آپ کی نسبت قزوین کی طرف ہے۔ جو عراق کا مشہور شہر ہے اور ایران کے صوبہ آذر بائیجان میں واقع ہے، جو عہد عثمانی میں فتح ہوا تھا، سب سے پہلے اس شہر کی بنیاد شاہ پور ذوالاکتاف نے ڈالی تھی، قزوین کے متعلق علامہ الحموی نے معجم البلدان میں تفصیل سے بحث کی ہے، اور اس کے مناقب میں احادیث کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ معجم البلدان ص۸۱ ج۷۔

Marfat.com

اساتذہ وشیوخ :- امام ابن ماجہ کے حالات لکھنے والوں نے نہ تو ان کے بچپن کے حالات ہی قلمبند کئے ہیں، اور نہ ہی آپ کی ابتدائی تعلیم کی نشاندہی کی ہے، تاہم تاریخ نے اس بات کو مامون رکھا ہے کہ آپ کے ورود مسعود کے وقت آپ کا مولد و مسکن قزوین علم حدیث کا گہوارہ بن چکا تھا۔ اس کے پیش نظر غالباً آپ نے ابتدائی عمر اور کم سنی ہی میں علم حدیث کی طرف قدم اٹھایا ہوگا، اور اپنی سنن میں جن مشائخ سے روایت لیتے ہیں، وہ ذیل میں مرقوم کرتے ہیں :-

(١) علی بن محمد ابوالحسن طنافسی ۲۳۳ھ (٢) عمرو بن رافع ابو حجر بجلی ۲۳۷ھ۔

(٣) اسماعیل بن توبہ ابو سھل قزوینی ۲۴۷ھ (۴) ہارون بن موسیٰ بن حیان تمیمی ۲۴۸ھ

(۵) محمد بن ابی خالد ابو بکر قزوینی ـــھ

امام صاحب نے ان مشائخ سے علم حاصل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ دور دراز کا سفر کیا، اور متعدد مشائخ سے حدیث کا سماع کیا، حافظ ابوالقاسم علی بن حسن متوفی ۵۷۱ھ نے ائمہ ستہ کے شیوخ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جن میں امام ابن ماجہ کے شیوخ کا بھی ذکر ہے۔ ان میں سے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں :-

ابراہیم بن منذر حزامی م ۲۳۶ھ ابوبکر بن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ ہشام بن عمار م ۲۴۵ھ

جبارہ بن المغلس م ۲۴۱ھ عبداللہ بن معاویہ م ۲۴۳ھ محمد بن رمح م ۲۴۲ھ

داؤد بن رشید م ۲۹۳ھ محمد بن عبداللہ بن نمیر م ۲۳۴ھ وغیرہم۔

بعض نے آپ کے مشائخ رح کی تعداد تین صد سے زائد بتلائی ہے (تذکرۃ المحدثین ص ۲۶۶)

امام ابن ماجہ جن شیوخ میں اصحاب صحاح الستہ کے ساتھ مشترک ہیں وہ درج ذیل ہیں :-

(١) عباس بن عبدالعظیم عنبری م ۲۴۶ھ (٢) ابوحفص عمرو بن الفلاس م ۲۴۹ھ (٣) نصر علی الجھضمی م ۲۵۰ھ (۴) محمد بن بشار بندار م ۲۵۲ھ (۵) ابوموسیٰ محمد بن المثنی م ۲۵۲ھ (٦) یعقوب بن ابراہیم الدورقی م ۲۵۲ھ (٧) زیاد بن یحییٰ احسانی م ۲۵۴ھ (٨) محمد بن معمر قیسی لجرانی م ۲۵۵ھ (٩) ابوسعید الاشج عبداللہ بن سعید م ۲۵۷ھ (الاعتصام ۲۸ نومبر ۱۹۶۹ء)

تلامذہ :- امام ابن ماجہ اہل حدیث کے ایک جلیل القدر محدث، امام اور بلند پایہ عالم تھے، آپ کو فن حدیث اور اس کے تمام متعلقات میں پورا عبور حاصل تھا، اسی لئے آپ کے علم سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے، علم حدیث نے

Marfat.com

ان خوشہ چین اصحاب میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

ابراہیم بن دینار	احمد بن ابراہیم قزوینی	ابو الطیب احمد بن روح شعرانی بغدادی
احمد بن محمد مدنی	اسحاق بن محمد قزوینی	جعفر بن ادریس
ابو بکر حامد البہری	حسین بن علی	سلیمان بن یزید قزوینی
محمد بن عیسے صغار	ابو الحسن القطان	ابن سیویہ

اسحٰق بن محمد وغیرہ۔

رحلت علمیہ :- امام ابن ماجہ کے زمانہ میں محدثین اکناف عالم میں پھیل چکے تھے آپ نے اکیس برس تک تو اپنے دولت کدہ ماوی محدثین قزوین ہی میں تعلیم حاصل کی، ۳۲۰ھ میں مختلف بلاد کا قصد کیا، چنانچہ علامہ خزرجی الخلاصہ میں لکھتے ہیں، (صفحہ ۴۳) "ارتحل ابن ماجہ بعد الثلثین۔"

مورخین نے آپ کے زیر سفر ممالک میں مندرجہ ذیل کا ذکر کیا ہے۔ خراسان، عراق حجاز، مصر، شام (التہذیب، التذکرہ، البدایہ)۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :- سمع بخراسان والعراق والحجاز و مصر وشام وغیرھا من البلاد

شیخ الاسلام "کا وغیرہا سے مندرجہ بالا ممالک کے ہی انحصار کی نفی کرنا ہے، چنانچہ ہم اگر امام موصوف کے شیوخ کے اوطان پر نظر ڈالیں تو متعدد مقامات آپ کی رحلت علمیہ کا مورد نظر آتے ہیں، مثلاً اصفہان، اہواز، ایلہ، باکسایا، بالس، بغداد، بصرہ، بلخ، بیت المقدس، حرّان، حمص، رے، عسقلان، کوفہ، مدینہ، مکہ، مصر، نیشاپور، ہمدان، واسط وغیرہ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آپ نے اپنے اس مبارک سفر کا آغاز کس ملک سے کیا۔

امام ابن ماجہ اہل فن کی نظر میں :- امام ابن ماجہ کی امامت، جلالت شان، ثقاہت عدالت کے ائمہ تک معترف ملتے ہیں، علامہ ذہبی رقمطراز ہیں :-

قال ابو یعلی الخلیلی ابن ماجۃ ثقۃ کبیر متفق علیہ محتج بہ له معرفة وحفظ رحـ۔ (التذکرۃ ص ۱۸۹ ج ۲)

Marfat.com

امام ابوالقاسم رافعی کا بیان ہے:۔

سمع الکثیر وصنف السنن والتاریخ والتفسیر وکان عارفا بهذا الشان - التهذیب ص۵۳۱ المنتظم ص۹۰ ج ۵

حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں :۔

هو ابو عبد الله محمد بن یزید بن ماجه صاحب کتاب السنن المشهورة وهی دالة علی عمله وعلمه وتبحره واطلاعه واتباعه للسنة فی الاصول والفروع البدایه ص۵۲ ج ۱۱

قاضی شمس الدین ابن خلکان لکھتے ہیں:

کان اماما فی الحدیث عارفا بعلومه وجمیع ما یتعلق به

(وفیات الاعیان ص۲۸۴ ج ۲ الشذرات ص۱۶۴ ج ۲)

حافظ ذہبیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کو سراہا ہے۔

ابن ماجه الحافظ الکبیر المفسر . . . . .

صاحب السنن والتفسیر والتاریخ ومحدث تلک الدیار (التذکرہ ص۱۸۹)

اور حافظ ابن حجرؒ نے "احد الائمة حافظ" کے القاب سے یاد کیا ہے (التقریب)

تصانیف :۔ آپ نے اپنی تصانیف میں تین نہایت اہم تالیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

(۱) التفسیر" اس کی افادیت کا اندازہ مشہور مورخ ومفسر حافظ ابن کثیرؒ کے بیان سے لگایا جا سکتا ہے: رقمطراز ہیں:" لابن ماجه تفسیر حافل" بدایہ ص۵۲ ج۱۱ ۔

علامہ سیوطی نے بھی الاتقان میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام موصوفؒ نے ابن جریر کی طرح اسناد کا بھی اہتمام کیا ہے۔

(۲) التاریخ" حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :۔

ولابن ماجه تاریخ کامل من لدن الصحابة الی عصره" (البدایہ ص۹۵ ج ۱۱)

اور امام ابوزرعہ فرماتے ہیں :۔

"رأیت له بغزوین تاریخا علی الرجال والامصار من عهد الصحابة الی عصره" شروط الائمہ ص۹ ۔

Marfat.com

لیکن یہ دونوں کتابیں اپنی اہمیت کو منوا کے خدا جانے کہاں ہیں۔

"السنن" امام ابن ماجہ کا ایک قیمتی سرمایہ دراصل یہ کتاب السنن ہی ہے۔ جو بارہا زینت طبع سے آراستہ ہو چکی ہے، اور اس کی بدولت آپ کو بے پایاں شہرت میسر ہوئی، صحاح الستہ میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے، اور شرقاً و غرباً مدارس میں متداول ہے

ترتیب و تعداد احادیث :- دیگر کتب سنن کی طرح اس میں ایمانیات سے وصایا تک جملہ ابواب فقہی کی ترتیب پر احادیث مندرج ہیں۔ جو ۳۲ کتب ۱۵۰۰ ابواب اور چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ لیکن شیخ محمد فواد عبد الباقی کی تعلیق ابن ماجہ جو ان دنوں شائع ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے کتابوں کی تعداد ۳۷، ابواب کی ۱۵۶۰ اور ۴۳۴۱ احادیث کی تعداد شمار کی ہے ان میں سے ۳۰۰۲ احادیث صحاح کی باقی پانچ کتابوں میں مذکور ہیں اور ۱۳۳۹ میں وہ منفرد ہیں جن میں ۴۲۸ احادیث صحیح ہیں۔ اور ایک سو ۱۹ انیس حسن الاسناد ہیں۔ علاوہ ازیں ۶۱۳ احادیث ضعیف الاسناد ہیں۔ اور ۹۹ احادیث واہی، منکر اور جن کے رواۃ کذاب ہیں (اعلام المحدثین صـ ۲۸۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن القطان کی بیان کردہ تعداد تقریبی ہے۔ قطعی نہیں ہے۔ (الاعتصام ج ۲۱ دسمبر ۱۹۶۹ء)۔ لیکن تعداد کی یہ تفصیل بھی محل نظر ہے کما لا یخفی لمن له ادنی ممارسة فی الحساب رھ

رواۃ سنن ابن ماجہ :- سنن ابن ماجہ کو جن رواۃ نے اپنے شیخ محمد بن یزید بن ماجہ سے روایت کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) "ابوالحسن القطان" حافظ ذہبیؒ نے انہیں صاحب ابن ماجہ (التذکرہ صـ ۱۸۹ ج ۲) کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۲) سلیمان بن یزید۔

(۳) ابوجعفر محمد بن عیسیٰ۔

(۴) ابوبکر حامد البھری۔

(۵) سعدون۔

(۶) ابراہیم بن دینار (التہذیب صـ ـــ)۔

شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔ ابوالحسن القطان کہ صاحب روایت سنن اوست از

Marfat.com

جملہ شاگردان رشید او است" لیکن ابو عیسیٰ البھری اور دوسرے بڑے لوگوں نے ان کو بڑوں میں شامل نہیں کیا (بستان ص۱۹۹) مگر البھری نے انہیں کبار تلامذہ میں شمار نہیں کیا تو یہ عیب نہیں، کیونکہ شاید اس میں معاصرت کا رنگ غالب ہو، واللہ اعلم ۱۲

سنن ابن ماجہ اور اس کی اہمیت :۔ سنن ابن ماجہ حدیث کی ان مشہور کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں، حافظ ابن کثیر اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے ابن ماجہ کے علمی تبحر اور کثرت معلومات کا پتہ چلتا ہے، امام ابن ماجہ کا اپنا بیان ہے۔

عرضت هذه السنن على ابي زرعة فنظر فيه وقال اظن ان وقع هذا في ايدي الناس تعطلت هذه الجوامع او اكثرها۔ (التذكره ص۱۸۹ والبستان ص۱۹۸)

حافظ ابوالقاسم عبدالکریم القزوینی الرافعی الشافعی م ۶۲۳ھ تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں :۔

"والحفاظ يقرنون كتابه بالصحيحين وسنن ابي داؤد والنسائي ويحتجون بما فيه۔ شرح سندی بحوالہ ابن ماجہ وعلم حدیث ص۱۳۹

حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں :۔

وهو كتاب مفيد قوي التبويب في الفقه (الباعث ص۹۰)

اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں :۔

سنن ابي عبد الله كتاب حسن لولا ما كدره احاديث واهية ليست بالكثيرة (التذكره) ص

علامہ ذہبی رح نے جن چند احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بقول ابو زرعہ ۳۰ ہیں۔ چنانچہ موصوف ان سے نقل کرتے ہیں :۔

" لايكون فيه تمام ثلاثين حديثا مما في اسناده ضعف" (التذكره)

لیکن حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابو زرعہ ہی سے نقل کیا ہے۔

انه انتقد منها بضعة عشر حديثا " (البدايه ص۵۲ دخروط الائمه ص۱۶)

علامہ سیوطی رح حافظ ابو زرعہ رح کے اس قول پر نقد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

Marfat.com

ابوزرعہ سے یہ قول سنداً صحیح ثابت نہیں ہے، بلکہ اس میں انقطاع ہے۔ بصورت دیگر یہاں ساقط روایات مراد لی ہیں، یا پھر کتاب کے ایک جزو کا ہی ملاحظہ فرمایا ہے، کیوں کہ انھوں نے تو ابن ماجہ کی متعدد احادیث کو باطل اور منکر گردانا ہے، جیساکہ کتاب العلل لابن ابی حاتم میں منقول ہے۔ (مقدمہ زہر الربی ص۔)

اس طرح حافظ ذہبیؒ نے اگرچہ التذکرہ میں ابن ماجہ کی ضعیف روایات کو لیست بالکثیر کہا ہے، لیکن دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:۔

وقول ابی زرعہ لعل لایکون فیہ تمام ثلاثین بتا فی سندہ ضعف او نحو ذالک ان صح کان نما عنی بثلاثین حدیثا الاحادیث المطرحۃ الساقطۃ واما الاحادیث التی لا تقوم بھا حجۃ فکثیرۃ لعلھا نحو الف حدیث انتھی سیر النبلاء (توضیح الافکار ج۱ ص۲۳۳)

غالباً یہی تیس روایتیں جنھیں حافظ ابوزرعہ نے مورد طعن بنایا ہے، ابن جوزی نے انھیں اپنی موضوعات میں شمار کیا ہے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے ان روایات کے علاوہ مزید چند روایات پر "ما تمس الیہ الحاجہ" ص۳۸ تا ص۴۵ میں بحث کی ہے۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں متعدد ضعیف روایات ہیں، بلکہ حافظ مزیؒ نے تو یہ فائدہ بتلایا ہے۔ "کل ما انفرد بہ ابن ماجہ فھو ضعیف"

لیکن یہ درست نہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ سنن ابن ماجہ میں بہت سی منکر روایات ہیں۔ تاہم یہ حکم علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ اور حافظ مزی کے اس قول کو رجال پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے (التہذیب)۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ کا اسے رجال پر محمول کرنا بھی محل نظر ہے، مولانا عبدالرشید نعمانی نے ابن ماجہ اور علم حدیث، میں اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ بہت سے منفرد راوی ایسے ہیں جنھیں ثقہ ہونے کے سبب ضعیف نہیں کہا جاسکتا، پھر اس کی چند امثلہ بھی ذکر کی ہیں۔ ص۲۳۹،۲ ابن ماجہ اور علم حدیث۔

الغرض ابن ماجہ میں ضعیف روایات موجود ہیں بھی تو اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور یہ معیوب نہیں ہے۔ صحیحین کے علاوہ وہ کونسی ایسی حدیث کی کتاب ہے۔ جس میں ضعیف روایات نہیں ہیں۔ اور پھر بھی ان کی افادیت مسلم ہے

Marfat.com

حافظ ابن حجر رح ابن ماجہ پر اسی سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

کتابہ فی السنن جامع جید کثیر الابواب والغرائب وفیہ احادیث ضعیفۃ جدا (تہذیب التہذیب)

کیا سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں داخل ہے ؟-

سنن ابن ماجہ کو سب سے پہلے ابو طاہر مقدسی م ۵۰۷ھ نے اصول میں داخل کیا ہے۔ اور اصحاب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی المقدسی المتوفی ۶۰۰ھ نے الکمال میں ابو طاہر کی موافقت کرتے ہوئے صحاح خمسہ کی چھٹی کتاب اس کو قرار دیا ہے۔ متاخرین نے انہی کی رائے سے اتفاق کیا ہے، علامہ سیوطی رح لکھتے ہیں :-

متابعۃ اصحاب الاطراف والرجال " تدریب)

اس سے قبل حدیث کی اہم ترین کتابیں صحیحین، ابوداؤد، اور سنن نسائی ہی شمار ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حافظ ابن السکن اور حافظ ابن مندہ سے اس کی تصریح منقول ہے، پھر حافظ ابو طاہر سلفی رح نے سنن ترمذی کو بھی ان میں شامل کیا، علامہ نووی رح اور حافظ ابن الصلاح نے بھی ان پانچ کتابوں کے مصنفین کی ہی وفیات ذکر کی ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل حافظ ابو الطاہر نے ابن ماجہ کو اصول کی کتاب قرار دیا تھا۔

" ابن الصلاح ص ۳۸۷ طحلب التقریب النوع الستون

لیکن حافظ صلاح الدین خلیل الدین م ۷۶۱ھ نے سنن دارمی کو چھٹی کتاب قرار دیا ہے، اور علامہ سیوطی کی تصریح کے مطابق حافظ کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

وقال شیخ الاسلام لیس دون السنن فی الرتبہ بل لو ضم الی الخمسۃ اولی من ابن ماجہ فانہ امثل منہ بکثیر (التدریب)

لیکن حافظ ابن حجر رح کا یہ قدیم قول معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ حافظ مغلطائی کے قول ان مالکا اول من صنف الصحیح وتلاہ احمد بن حنبل وتلاہ الدارمی پر تعقب کرتے ہوئے حافظ رح لکھتے ہیں :-

کیف ولو اطلق علیہ ذالک من یعتمد علیہ لکان الواقع فلا نہ لما

Marfat.com

فی الکتاب المذکور من الاحادیث الضعیفۃ المنقطعۃ و
الموضوعۃ ۔ (توضیح الافکار ص۳۹ ج۱)
شیخ الاسلام کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے یہ گمان درست نہیں کہ سنن دارمی، سنن ابن ماجہ سے اولیٰ ہے، اور پھر تہذیب و تقریب کا مطالعہ آپ کے سنن ابن ماجہ کو اصول کی چھٹی کتاب شمار کرنے کی غمازی کرتا ہے۔ جو ایک منہ بولتی دلیل ہے۔
اس کے برعکس حافظ رزین اور ابن اثیرؒ نے موطا کو چھٹی کتاب قرار دیا ہے۔ اور اہل مغرب کا بھی یہی مذہب ہے۔ ابن اثیر نے اگرچہ اسے چھٹی کتاب شمار نہیں کیا ہے تاہم فرماتے ہیں:۔
کتابہ ھذا مفید قوی النفع فی الفقہ (کامل لابن اثیر ص۲۹۸ ج۷)"
لیکن انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ابن ماجہ اصول کی کتاب شمار کی جائے۔ جمہور کی یہی رائے ہے۔ اور موطا، کو صحت کے لحاظ سے ابن ماجہ پر کہیں بالاتری حاصل ہے۔ اور جن علماء نے اسے چھٹی کتاب کہا ہے، انہوں نے باعتبار صحت کے یہ حکم نہیں لگایا بلکہ کثرت روایات کے سبب یہ حکم لگایا ہے، چنانچہ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں:۔
وقدموہ (ای ابن ماجہ) علی الموطا لکثرۃ زوائدہ علی الخمسۃ
بخلاف الموطا" فتح المغیث ص۳۳"
مگر متقدمین میں اسے اصول میں شمار کرنے پر اختلاف رہا ہے، تاہم متاخرین میں بجز شاہ ولی اللہ صاحب کے تمام ابن ماجہ ہی کو اصول ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوالحسن السندی فرماتے ہیں:
غالب المتاخرین علی انہ سادس الستۃ"
(مقدمہ شرح ابن ماجہ للسندی)
اور یہی قول حافظ ابن کثیر، ابن خلکان اور دیگر اصحاب فن سے منقول ہے، اور یہی جمہور کا مسلک ہے، ہم نے صحاح ستہ کی تعیین میں اختلاف اور قول راجح کے عنوان پر قدرے تفصیل سے بحث کی ہے جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

صحت کے اعتبار سے سُنن ابن ماجہ کا درجہ:۔ مذکور الفوق سے معلوم ہو چکا ہے

Marfat.com

کہ "ابن ماجہ" صحاح الستہ میں شمار ہوتی ہے، اور اس کا ان کتب خمسہ کے بعد درجہ ومقام ہے۔ محدث السندیؒ فرماتے ہیں :-

"غالب المتاخرین علی انہ سادس الستۃ" (مقدمہ شرح ابن ماجہ للسندی)

اسی طرح ابن الوزیر الیمانی رقمطراز ہیں :-

والسنن ابن ماجہ فانہا دون ھذین الجامعین رای عن ابی داؤد والنسائی (تنقیح الانظار ص۲۲۲)[۱۳]۔

لیکن یہ ترجیح مجموعی اعتبار سے ہے نہ کہ کتب خمسہ کی ہر روایت کی صحت کے اعتبار سے کہ ابن ماجہ کی ہر روایت کتب خمسہ کی ہر روایت پہ فوقیت رکھتی ہو۔ بلکہ مولانا عبد الرشید نعمانی نے یہاں تک لکھا ہے کہ سنن میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو صحت میں صحیح بخاری کی حدیثوں سے بھی اصح جس پر انہوں نے تین امثلہ بھی ذکر کی ہیں لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ یہ تینوں روایتیں اصول سے متعلق نہیں۔

خصوصیات ابن ماجہ :- سنن ابن ماجہ گو صحاح میں آخری درجہ کی کتاب ہے تاہم اس میں چند خصوصیات ایسی ہیں جو اسے دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہیں۔

(۱) اس میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں، جن سے صحاح کی دوسری کتابیں خالی ہیں۔ اور علماء کے نزدیک یہی وجہ اس کے اصول میں شمار کئے جانے کی ہے، کما تقدم۔

(۲) حسن ترتیب وتبویب کے لحاظ سے بھی اسے امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ پھر اس میں تکرار نہیں ہے۔ شاہ عبد العزیز رح فرماتے ہیں :-

دفی الواقع از حسن ترتیب وسرد حدیث بے تکرار آنچہ ایں کتاب دارد ہیچ از کتب ندارد" بستان ص۱۱۲ مترجم

(۳) مسائل واحکام میں اس قدر جامع ہے، کہ امام ابوزرعہ دیکھ کر فرماتے ہیں، کہ اس کے سامنے دوسری جوامع ومصنفات بیکار ہو کر رہ جائیں گی۔ امام موصوف کا یہ قول بے شک بجا ہے، شاہ عبد الحق رح اسی ضمن میں فرماتے ہیں :-

اگر کسی کو بہت زیادہ متون پر مشتمل کتاب کی تلاش ہو تو اسے ابن ماجہ

Marfat.com

کا مطالعہ کرنا چاہیئے، اس وصف میں وہ دوسری کتابوں سے منفرد و ممتاز ہے۔ (حواشی سعدی)۔

(۴) صحاح میں اگرچہ اس کا چھٹا مقام ہے، لیکن علوِ سند کا یہ عالم ہے کہ اس میں پانچ ثلاثی احادیث مروی ہیں۔

(۵) متعدد مقامات پر غریب احادیث کی تفصیل بھی مذکور ہے مثلاً باب ماجاء فی الخطبہ یوم الجمعہ، باب من فاتتہ الاربع قبل الظہر، باب ماجاء فی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ" باب الولیمۃ، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ" باب کسب الحجام!

(ابن ماجہ وعلم حدیث)

(۶) بسا اوقات مختلف بلاد کی جو مخصوص روایات ہوتی ہیں۔ ان کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں۔ جس سے حدیث نبوی کے ساتھ اس عہد کے مسلمانوں کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً باب ماجاء فیما یستحب من التطوع بالنہار کے تحت حبیب بن ثابت کی روایت لانے کے بعد اس حدیث کے راوی ابو اسحٰق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"ما احب ان لی بحدیثک ھذا ملأ مسجدک ذھبًا"

اسی قسم کے مفید اور مزید اشارے مندرجہ ذیل ابواب میں ملتے ہیں۔ باب وقت صلوٰۃ المغرب، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب من طلق امتہ تطلیقتین، کتاب الفتن من فتنۃ الدجال کی روایت ابن ماجہ اور علم حدیث ص۲۲۷۔

ثلاثیات ابن ماجہ پر ایک نظر:۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں، ابن ماجہ کی جملہ خصوصیات میں ایک علوِ سند بھی اسے ممتاز کرتی ہے، کہ اس میں پانچ ثلاثیات مروی ہیں۔ البتہ صحت کے اعتبار سے اتنا وزن نہیں رکھتیں۔ اس لئے کہ کثیر بن سلیم پر ان جملہ روایات میں محدثین نے جرح کی ہے۔ امام نسائی رح نے تو اسے متروک کہا ہے۔ امام ابن مدینی ابو حاتم اور ابن معین نے ضعیف کہا ہے، امام بخاری رح فرماتے ہیں۔

Marfat.com

د كنيتها ابو هشام اراه ابن سليم عن انس منكر الحديث (ميزان)
اور یہ تمام روایات کثیر نے حضرت انسؓ سے بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ابواب ہیں
مروی ہیں۔
(۱) باب الوضوء عند الطعام (۲) باب الشواء (۳) باب الضیافۃ
(۴) باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۵) باب الحجامۃ
میزان میں جبارہ بن مغلس بھی متکلم فیہ ہے۔

سنن ابن ماجہ کا مقام اگرچہ سنن نسائی کے بعد ہے،
شروح وتعلیقات:- لیکن تعلیقات وشروح کا سلسلہ جو ابن ماجہ سے متعلق ہے، وہ سنن نسائی سے نہیں، اور یہ ابن ماجہ کی رفعت شان میں خاطر خواہ اضافہ کو مستوجب ہے۔ اس سلسلہ میں جن اعیان نے اس مقدس کتاب سے علاقہ رکھا ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) سب سے پہلے ابن ماجہ پر حافظ مغلطائی م ۷۶۲ھ نے اس پر ایک جامع شرح لکھی لیکن وہ نامکمل رہی، اس کیفیت میں پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صرف ایک حصہ کی شرح ہے۔ اور بعض نے اس کی آٹھ جلدیں بتلائی ہیں۔ الاعتصام ماہ دسمبر ۱۹۶۹ء۔

(۲) ایک شرح ابن رجب زبیری کی ہے، جو ابن رجب مشہور سے متاخر ہیں۔

(۳) ماتمس الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ یہ شرح ان احادیث کی ہے جو کتب خمسہ سے زائد ہیں۔ جسے حافظ عمر بن علی بن الملقن م ۸۰۴ھ نے مرتب فرمایا ہے، آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۴) الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ:۔ یہ شرح کمال الدین بن محمد موسیٰ دمیری کی ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ شوکانی رح لکھتے ہیں:۔
"مات قبل تبییضها (البدر الطالع)

(۵) ایک مختصر شرح حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی م ۸۴۱ھ کی ہے۔

(۶) مصباح الزجاجہ کے نام سے علامہ سیوطی رح نے ابن ماجہ کی شرح لکھی ہے، جو دراصل حاشیہ کی صورت میں ہے۔

(۷) نور مصباح الزجاجہ، یہ علامہ سیوطی رح کی مصباح کا اختصار ہے جسے شیخ علی بن سلیمان نے مرتب کیا ہے، مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

(۸) محدث ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی م ۱۱۳۸ھ نے بھی شرح لکھی ہے جو علامہ سیوطی کی مصباح سے مبسوط ہے۔ آپ نے اس میں الفاظ غریبہ کا حل اور بیان اعراب کا خصوصیت سے اہتمام کیا ہے، یہ مصباح سے جامع ہے۔

(۹) انجاح الحاجۃ" یہ شیخ عبدالغنی مجددی رح دہلوی م ۱۲۹۵ھ کی شرح ہے اور مطبوع ہے

(۱۰) مولانا فخرالحسن گنگوہی کا حاشیہ بھی موجودہ مطبوع ابن ماجہ پر ملتا ہے، آپ نے علامہ سیوطی رح اور علامہ مجددی رح کے حواشی کو اضافوں کے ساتھ اسمیں سمو دیا ہے

(۱۱) مفتاح الحاجہ" یہ شیخ محمد علوی کا حاشیہ ہے جو اصح المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا

(۱۲) ان دنوں شیخ محمد فواد عبدالباقی جو بقید حیات ہیں کی تعلیقات کے ساتھ نہایت عمدہ اور جلی خط اور اعلیٰ کاغذ کے ساتھ مطبوع ہے۔ ابن ماجہ کا اس سے بہتر ایڈیشن اس سے قبل شائع نہیں ہوا۔ مؤلف زید مجدہٗ نے سند و متن پر اعراب وغیرہ بھی لگا دیئے ہیں، کتب، ابواب اور احادیث کو عرق ریزی کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اور افراد ابن ماجہ پر حدیث کی حیثیت کو بھی واضح کر دیا ہے مزید یہ کہ حروف تہجی کی ترتیب پر سنن کی تمام مندرجہ احادیث کی فہرست بھی دی گئی ہے، جس سے یہ سہولت ہو گئی ہے کہ حدیث کے پہلے جملہ کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اسے تلاش کرنا دشوار نہیں ہے۔

(۱۳) رفع العجاجہ عن سنن ابن ماجہ - یہ مشہور مترجم علامہ وحیدالزمان صاحب کا اردو ترجمہ ہے، گویا ایک مختصر شرح ہے۔ تین ضخیم جلدوں میں لاہور سے ۱۳۱۰ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

(۱۴) علامہ ذہبی رح نے ابن ماجہ کے ان رواۃ پر جو صحیحین سے زائد ہیں، ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام المجرد فی اسماء الرجال ابن ماجہ ہے، اس کا قلمی نسخہ دمشق کے مکتبہ خانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔

(۱۵) زوائد ابن ماجہ یہ حافظ شہاب الدین ابوبکر بوصیری ۸۴۰ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے ہر حدیث کی اسنادی حالت ذکر کر دی ہے، اور اس کا اکثر و بیشتر حصہ علامہ سندھی کے حاشیہ میں آ گیا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

اردو ترجمہ **سیرت جامع** صلی اللہ علیہ و سلم

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

آرٹ پیپر ۔ عکسی بلاکوں کی طباعت ۔ دیدہ زیب ڈسٹ کور

قیمت صرف ایک روپیہ پچاس پیسے

احوال و آثار عبداللہ عبدی خویشگی قصوری

تالیف

محمد اقبال مجددی

عہد شاہ جہانی و عالمگیری کے ایک کثیرالتصانیف مصنف ، مورخ ، تذکرہ نویس ، شاعر اور امیر کے حالات زندگی اور علمی کارناموں کا ایک حسین مرقع ۔

''عبدی'' معارج الولایت اور اخبار الاولیاء کے مصنف کی حیثیت سے سے علمی دنیا میں معروف ہے ۔

فہرست ابواب پر ایک نظر :—

باب اول : احوال عبدی

باب دوم : شیوخ عبدی

باب سوم : عبدی کے امراء سے روابط

باب چہارم : تصانیف عبدی

باب پنجم : عبدی کی حضرت مجدد الف ثانی رح کی مخالفت

(زیر طبع)

عربی ، فارسی ، اردو میں تفسیر ، حدیث ، فقہ ، تصوف ، تاریخ ، سوانح بزرگان دین و علمائے کرام اور شعراء کے تذکرے و دیگر نادر و نایاب کتب طلب فرمائیں ۔

محمد شمس الدین تاجر کتب

مسلم مسجد ، چوک انارکلی ، لاہور

Marfat.com